U6259 14-12-07

Title - REHMATALLIL AALAMEEN

Creator - Qazi Mohd. Suleman Salman Mansoorpuri.

Publisher - Kashi Ram Press (Lahore).

Date - 1924

Pages - 324

Subject - Seerat Nabvi.

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

جلد اوّل

سیرۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری

ریاست پٹیالہ

سنہ ۱۹۲۴ء

بار سوم

شیخ ہدایت اللہ صاحب ڈار پبلشر و مینیجر دفتر رحمۃ للعالمین پٹیالہ نے

کاشی رام پریس لاہور میں چھپوایا

قیمت فی جلد عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، وسلام علی المرسلین والصلوٰۃ والسلام علی عبدہٖ ورسولہٖ محمد ن المصطفٰے امام الانبیاء وخاتم النبیّن وعلی آلہٖ واصحابہ الطیبین

الطاہرین رضوان اللہ

علیہم اجمعین
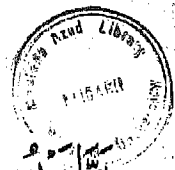
امّا بعد۔ سالہا سال سے میری یہ آرزو رہی ہے۔ کہ حضرت سیّد وُلد آدم محمد ن النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ پر تین کتابیں لکھ سکوں،

مختصر،

متوسط،

مطوّل

۱۸۹۹ء میں مختصر کتاب لکھ کر شائع کر چکا ہوں، اُس کا نام مہر نبوۃ ہے، متوسط کتاب کا نام رحمۃ للعالمین تجویز کیا گیا ہے، یہ کتاب تین جلدوں میں ختم ہوگی، یہ پہلی جلد ہے جسے ناظرین مطالعہ فرما رہے ہیں دوسری جلد ۱۹۲۱ء میں طبع ہوئی۔ تیسری جلد بھی انشاء اللہ جلد شائع ہو گی۔ اُن کے بعد پھر سیرت نبوی پر ایک کتاب پورے شرح و بسط سے لکھی جائیگی، (انشاء اللہ تعالیٰ)

محاسن کا اظہار اسی قدر ہو سکتی ہے جس قدر کہ ذرہ بمقدار آفتاب عالمتاب انوار کو آشکارا کر سکتا ہے۔ تاہم میں اس کتاب کے پیش کرنے کی جرأت صرف اس لئے کرتا ہوں کہ شاید کسی ایک انسان ہی کو اس کے مضامین سے فائدہ پہونچ سکے۔ مضامین کتاب کی نسبت اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ میں نے صحیح روایات ہی کے اندراج کرنے میں پوری کوشش و سعی کی ہے اللہ تبارک و تعالےٰ سے بہ تضرع والتجایہ دعا ہے۔ کہ وہ میری اس ناچیز محنت و عمل کو قبول فرما کر اس کا ثواب میرے والد ماجد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم (المتوفی ۲۸ محرم سنہ ۱۳۲۸ ہجری) کے نامۂ اعمال میں ثبت فرمائے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

المذنب

راجی شفاعت و غفران

قاضی محمد سلیمان عفی اللہ عنہ

سپیشل مجسٹریٹ درجۂ اول متوطن منصور پور علاقہ ریاست پٹیالہ

جمادی الاولےٰ سنہ ۱۳۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیراً، فللہ الحمد رب السموات ورب الارض رب العالمین، ولہ الکبریاء فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم، واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کلمۃً قامت بھا الارض والسموات وخلقت لاجلھا جمیع الموجودات وبھا ارسل اللہ رسلہ وانزل کتبہ وشرع شرائعہ ولاجلھا نصبت الموازین ووضعت الدواوین واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم ارسلہ اللہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ، شاھداً علی الخلائق اجمعین ونذیراً مبیناً ورحمۃً للعالمین ومبشراً للمومنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیراً، فصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ امینہ علی وحیہ وخیرتہ من خلقہ سید المرسلین وخاتم النبیین امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمۃ المبعوث بالدین القویم والمنہج

المستقیم وعلی السابقین الاولین من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسانٍ رضی الله عنهم ورضوا عنه۔

اهدی الیه الهنا متواترا　　دار الصّلوٰة الزهر الغرا
والی معاشر صحبه العالین　　والاٰل الکرام السادة الکبرا
ما هبّت الارواح من نجد الصبا　　وتنفس الارواح بالاضواء

اما بعد۔ کتاب رحمۃ للعالمین کی یہ جلد اول ہے جو ۱۹۱۲ء/۱۹۱۴ء کے بعد اب سہ بارہ بعد صحت چھپوائی گئی ہے۔ یوم اشاعت سے اس کتاب کو محدثین، مورخین، ادباء و فضلاء نے جس محبت اور عزت سے دیکھا، اور جس کثرت سے اس کے مضامین کو کتابوں، رسالوں، اور مضامین میں نقل کیا گیا، اور جس شغف سے طالب علموں، واعظوں، اور خطیبوں نے اس پر توجہ کی، اور اقصائے ملک تک جس طرح اس کی اشاعت ہوئی، صلحاء امت نے جس تواتر کے ساتھ اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا، میں اس کے لئے اپنے مالک حکیم العلیم کے افضال عظیمہ و نعم متکاثرہ کا نہایت درنہایت شکر گزار ہوں، جامع اوراق کو اس امر کا وہم و گمان بھی نہ تھا، کہ یہ ناچیز محنت اس طرح پر قبوں کی جاوے گی۔ وربك یخلق ما یشاء ویختار ما کان لهم الخیرة سبحان الله وتعالیٰ عما یشرکون۔ وربك یعلم ما تکن صدورهم وما یعلنون وهو الله لا اله الا هو لہ الحمد فی الاولیٰ والاٰخرة وله الحکم والیه ترجعون۔

طبع سوم میں چند در چند معلومات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اب دعا ہے کہ رب العالمین بقیہ کتاب کے بھی جلد شائع ہونے کی توفیق رفیق فرمائے، وما ذالک علی الله بعزیز۔

محمد سلیمان کان الله لہ

ذیقعد ۱۳۴۲ھ

مطابق ماہ جون ۱۹۲۴ء

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدمہ

حضرت مسیحؑ سے قریباً دو ہزار سال پیشتر کا ذکر ہے۔ کہ سلطنتِ بابل نہایت عروج پر تھی۔ سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کثیرہ اور امن بسیط نے بادشاہ کے دماغ میں نخوت وغرور اس قدر بھر دیا تھا۔ کہ اس نے سلطنت کے معبد اعظم میں اپنی سونے کی مُورت رکھوا کر حکم دیا تھا۔ کہ مخلوق اُسی کو سجدہ کرے۔ اور اُسی سے منت و نذر و نیاز مانگی جایا کرے؛

رب العالمین نے اُن کی ہدایت کے لئے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضور کا سلسلہ نسب ۹ واسطے سے حضرت نوحؑ سے جا ملتا ہے۔ بادشاہ کو توحید کی آواز پسند نہ آئی کیونکہ اس کے قبول کرنے سے بادشاہ کو خدائی کے درجہ سے اُتر کر بندہ بننا پڑتا تھا۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کا گھرانا بھی جو بادشاہ رس تھا اپنے خاندان کے نونہال سے ناراض ہو گیا۔ قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھ کر اُنہوں نے وطن چھوڑ دیا۔ سرہؑ جو بیوی تھی اور لوط بن فاران جو اِن کا برادر زادہ تھا۔ دونوں نے مہاجرت میں اُن کا ساتھ دیا؛

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی گزران کے لئے بھیڑ بکریاں رکھ لی تھیں۔ خدا نے اُن میں برکت دی اور وہ بڑھ کے بہت سے گلّے بن گئے؛

امساکِ بارش سے وہ سرسبز میدان جہاں اُنکے گلّے رہتے اور پلتے تھے۔ جب کفِ دست بیابان بن گیا۔ تو حضرت ابراہیمؑ وہاں سے آگے بڑھے۔ چلے گئے اور مصر پہنچ گئے؛

مصر پر اس وقت جو بادشاہ تھا۔ اُس کا نام رقیون[1] تھا اور وہ در اصل بابل ہی کا باشندہ تھا۔ (ممکن ہے۔ مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے ہموطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کر لیا ہو)

بادشاہ مصر نے بی بی سرہ کو اپنی ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لئے پسند کیا۔ لیکن اُسے خدا نے جلد معلوم کرا دیا۔ کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس نے نہایت قدر و منزلت کی۔ اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے۔ تو اُس نے اپنی بیٹی ہاجرہ[2] بھی ساتھ کر دی۔ تاکہ اسی نیک خاندان میں اس کی تربیت ہو اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی خوش آئند آرزو کے پورا کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہؑ سے نکاح کر لیا۔ خدا نے انہیں پہلوٹا بیٹا اسی کے بطن سے عنایت کیا۔ اُس کا نام اسمٰعیل (علیہ السلام) رکھا گیا؛

بی بی سرہؑ سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اُس کا نام اسحاق (علیہ السلام) رکھا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم کو بتلا دیا تھا کہ یہ دونوں[3] بیٹے بڑے بابرکت ہونگے اور بڑی بڑی قوموں کے جداعلےٰ ہوں گے اور ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائیگی۔ اس لئے باپ نے خدا کے حکم اور کنبہ والوں کی درخواست پر انکے لئے علیحدہ علیحدہ ملک تقسیم کر دئیے تھے۔

---

[1] خطبات احمدیہ صفحہ ۱۰۹۔ ڈکتور فی الادب حسن ابراہیم حسن مصری نے اپنی تالیف تاریخ عمرو بن العاص مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر۔ جلد ۲ صفحہ ۸۲ میں اس بادشاہ کا نام طوطیس بن مالیا۔ اور اس کے دار الخلافہ کا نام منف لکھا ہے۔ صفحہ ۸۳ پر طوطیس کو سلاطیس لکھا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ رقیون اس کا اصلی نام اور طوطیس اس کا شاہی نام تھا۔ اس مورخ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اسی بادشاہ نے سیدہ ہاجرہ تک مصر کا غلہ پہنچانے کیلئے دریائے نیل سے بحر قلزم تک نہر نکالی تھی۔ جس کی بعد میں اور بان قیصر تیجوس۔ دارا نے بھی تجدید کرائی۔ اور بالآخر عمر فاروق نے اسے از سر نو نکلوایا تھا۔

[2] ہاجرہ کو صرف یہی شرف حاصل نہیں کہ وہ شہزادی تھیں بلکہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے ہاں بھی اُن کا درجہ بالاتر تھا۔ کتاب پیدائش ۱۶ باب ۱۱ تا ۱۴ و ۲۱ باب ۱۷ سے واضح ہے کہ خدا کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے خود آتے اور خدا کا حکم اُسے پہنچایا کرتے تھے۔ مگر سارہ بی بی کے سامنے کبھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ کتاب پیدائش ۱۸ باب ۱۰ سے ثابت ہے۔ کہ سارہ کو بیٹے کی بشارت فرشتہ نے حضرت ابراہیم کی معرفت دی تھی۔ [3] حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق کا

شام کا ملک اسحٰقؑ کو دیا کیونکہ بابل اس کے مشرق میں تھا۔ اور اسحٰقؑ کو اپنی ننھیال سے قرب کا موقعہ ملا۔[1]

عرب کا ملک اسماعیلؑ کو دیا۔ کیونکہ مصر اس کے مغرب میں تھا۔ اور اسماعیلؑ کو اپنے ننھیال سے قریب تر رہنے کا موقعہ مل گیا۔ اور باایں ہمہ دونوں بھائی اس طرح آباد ہوئے۔ کہ اُنکے درمیان کوئی تیسرا ملک نہ تھا۔ تاکہ وقت پر ایک بھائی دوسرے کی امداد و اعانت کرتا رہے۔[1]

اسمٰعیل کی شادی بنو جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا۔ اور مضاض اپنے علاقہ کا واحد فرمانروا تھا۔[2] اور اسحٰقؑ کی شادی اپنی ننھیال میں ہوئی تھی۔ اس طرح ایک ہی نسل کے بچوں میں جسمانی بُعد بڑھتا رہا۔ لیکن رب العالمین وقتاً فوقتاً اس بُعد کو دونوں قوموں کے باہمی ملاپ اور معاونت سے دور فرماتا رہا۔

حضرت موسٰیؑ نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر عرب ہی میں پناہ لی تھی۔ اور پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نجات دیکر لائے۔ تب بیابان عرب ہی میں انہوں نے چالیس سال پورے کئے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) برابر کا درجہ اور برابر کی برکت مندرجہ ذیل حوالجات سے بخوبی ثابت ہے۔

(الف) خدا نے درد و غم کو سُنا۔۔۔	ہاجرہ کے ۔۔۔۔۔۔۔۔	۱۶ — ۱۱ ..	کتاب پیدائش
	سارہ کے ۔۔۔۔۔۔۔۔	۱۸ — ۱۴ ..	"
(ب) خدا نے نام رکھا ۔۔۔۔۔	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کا ۔۔۔	۱۶ — ۱۱ ..	کتاب پیدائش
	سارہ کے فرزند اسحٰق کا ۔۔۔	۱۷ — ۱۹ ..	"
(ج) خدا نے برکت دی ۔۔۔۔	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کو ۔۔۔	۱۷ — ۲۰ ..	کتاب پیدائش
	سارہ کے فرزند اسحٰق کو ۔۔۔	۱۷ — ۱۹ ..	"
(د) خدا ساتھ تھا ۔۔۔۔۔	اسمٰعیل کے ۔۔۔۔۔۔	۲۱ — ۲۰ ..	کتاب پیدائش
	اسحٰق کے	۲۶ — ۲۴ ..	"
(ہ) قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا	اسمٰعیل ۔۔۔۔۔۔۔۔	۲۵ — ۱۶ ..	کتاب پیدائش
	اسحٰق ۔۔۔۔۔۔۔۔	۱۷ — ۶ ..	"

[1] پیدائش باب ۲۵۔ درس ۹ میں ہے۔ کہ ابراہیم کو اس کے بیٹے اسحٰقؑ اور اسمٰعیلؑ نے دفن کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ دونوں بھائی کس طرح دُکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔

[2] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۲۳۔

حضرت داؤدؑ بھی جب بادشاہ سموئیل کے خوف سے بھاگ کر اپنے ملک سے نکلے تھے؛ تو عرب ہی میں آکر ٹھہرے تھے؛

جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ کیا تھا۔ تو انہیں معد بن عدنان نے عرب ہی میں آرام اور عزت سے رکھا تھا؛

حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں پیدا ہونے والے انبیاء نے بھی اپنے الہامات میں بنی اسمٰعیلؑ کی بابت بہت کچھ اشارے کئے ہیں؛

اس جگہ میرا مقصود صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بابت کچھ لکھنے کا ہے؛

حضرت ابراہیمؑ نے اُن کو اور ان کی والدہ کو اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب شہر مکّہ آباد ہے۔ مقدس باپ نے نامور بیٹے کی شمولیت سے اس جگہ ایک مسجد بھی مکعب شکل کی بنا دی تھی۔ اور خدا سے دعا کی تھی کہ وہ مالک الملک اس سنسان جگہ میں آباد ہونے والی قوم کی روزی کا خود سامان کرے انہیں کھانے کے لئے عمدہ عمدہ میوے۔ ترکاریاں ملتی رہیں[۱] اور انکی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ایک عظیم الشان رسول بھی اُسی مقام پر پیدا ہو؛

اسماعیلؑ کی اولاد میں بارہ[۱۲] بیٹے[۲] ہوئے۔ انہوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ اور وہ

---

[۱] جو لوگ مکہ جاتے ہیں۔ اُن کو دو باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں؛ (۱) زمین مکہ میں کوئی روئیدگی یا پیداوار نظر نہیں آتی؛ (۲) مکہ کے بازاروں میں بہترو تر میوے ترکاریاں بہت سستی اور بہتات سے ملتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو قبول کیا۔ اور اس سے دلیل پکڑی جاتی ہے۔ کہ خدا نے دعا کے دوسرے جزو یعنی رسول پیدا کرنے کو بھی ضرور قبول کیا۔ نبی موعود کا حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے پیدا ہونا تورات کی کتاب استثناء باب ۱۸ آیت ۱۷، ۱۸، ۱۹ سے اور مکہ (فاران) سے ظاہر ہونا استثناء ۳۳/۲ سے ثابت ہے؛

[۲] حضرت یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام کے بھی بارہ بیٹے ہوئے۔ بی بی لیاہ کے بطن سے چھ[۶] روبن۔ شمعون۔ لاوی۔ یہودہ۔ اشکار۔ زبلون بی بی راخل کے بطن سے دو[۲] (یوسف بن یامین) زلفہ کے بطن سے جو بی بی لیاہ کی لونڈی تھی دو[۲] (جد۔ آشر) بلہہ کے بطن سے جو بی بی راخل کی لونڈی تھی۔ دو[۲] (دان۔ نفتالی) پیدائش باب ۲۹ و ۳۰۔ ان ہی بارہ[۱۲] کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہیں۔ جنہیں حضرت یعقوبؑ۔ موسیٰؑ۔ داؤدؑ۔ مسیحؑ۔ یوحنا نے برکت یافتہ بتلایا ہے۔ اگر عیسائیوں کا یہ بیان صحیح سمجھا جائے۔ کہ بی بی ہاجرہ بھی بی بی سارہ کی لونڈی تھیں۔ جسے سارہ نے اپنے شوہر سے بیاہ دیا تھا۔ تب بھی بنی اسمٰعیل پر وہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ وہ جد۔ آشر۔ دان۔ نفتالی پر اور اُن کی اولاد پر کوئی اعتراض نہیں رکھتے۔ جو بلہہ اور زلفہ لونڈیوں کے بیٹے ہیں؛

بہت جلد اس قدر پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر سے جو ان کی ننھیال تھا جا ملے اور جنوب کی طرف اُن کے خیمے یمن تک پہنچ گئے۔ جہاں باپ نے ان کے بھائیوں بنو قطورہ کو آباد کیا تھا۔ اور شمال کی طرف ان کی بستیاں شام سے جا ملیں۔ جہاں ان کے بھائی بنو اسحٰق آباد تھے۔

اس طرح پر ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم و تہذیب کے مالک ہو گئے اور بحیرہ ہند و بحر احمر کے ایسے بندرگاہوں پر اُن کا قبضہ ہو گیا۔ جہاں سے اس وقت کی تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کر سکتے تھے۔ اور عرب کا اندرونی حصہ بھی انکے پاس آ گیا۔ جو غیر اقوام سے بچاؤ کے لئے ہمیشہ ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا ہے۔

حضرت اسمٰعیل ؑ کی اولاد میں اُن کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی۔ انہوں نے اپنے باپ کی طرح اس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ پورا کیا۔ جو دنیا کے لئے توحید کی پہلی درس گاہ تھی۔

قیدار کی اولاد میں ۳۷ پشت کے بعد عدنان اول نہایت اولوالعزم شخص گذرا ہے اُس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قائم کر لی تھی۔

عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آ گیا۔ اگرچہ وہ ان کے ماموں ہی تھے۔ تاہم بنو جرہم نے ان کو ۲۰۷ء میں مکہ سے نکال دیا۔ کیونکہ بنو اسمٰعیل نے اب تک بنو جرہم کا بت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا۔

لیکن قصی نے جو عدنان دوم سے پندرھویں پشت میں ہے۔ پھر مکہ پر قبضہ حاصل کر لیا اور اس نے مکہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد ۴۴۰ء میں رکھ کر مندرجہ ذیل عہدے قائم کئے:۔

(۱) رفادہ۔ (۲) سقایہ۔ (۳) حجابتہ۔ (۴) قیادہ۔

(۵) نیز قومی نشان بنایا جسے لواء کہتے تھے۔

(۶) نیز قومی مجلس قائم کی۔ جسے ندوہ یا دار الندوہ کہتے تھے۔

قصیؔ کے بعد اس کا فرزند عبد مناف[1]۔ پھر اس کا فرزند ہاشم[2]۔ اس کا فرزند عبد المطلب[3] (المولود ۴۹۷ء) اس کا فرزند ابو طالب اپنے اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی سیرۃ پاک پر یہ منتوسط کتاب لکھی گئی ہے، عبد المطلب کے پوتے تھے۔

مذکورہ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہیں۔ کہ عرب میں بسنے والے کون تھے۔ اور ان کا اپنی ہمسایہ ممالک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلق تھا۔ لیکن ابھی ملک عرب کی نسبت مجھے کچھ اور بیان کرنا ضروری ہے۔

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے۔ جس کے مغرب میں بحر احمر اور جنوب میں بحیرہ ہند۔ مشرق میں خلیج فارس۔ اور شمال میں ملک شام ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلہ کوہ جدا کرتا ہے۔ جو اس کے شمال میں چلا گیا ہے۔ اور مصر سے کینال سویز جو چالیس برس پیشتر خاکنائے سویز سے موسوم تھی۔ الگ کرتی ہے۔ ہندوستان اور عرب میں خلیج فارس حائل ہے۔

عرب وسعت میں مملکت فرانس سے تقریباً دو چند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ یمن کے وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں۔ کہ ہندوستان کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھریلی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان اس قدر بے آب و گیاہ ہے۔ کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کھاتا ہے۔ ہم جس ستودہ صفات کے عہد سے اپنی کتاب کا آغاز کرنے والے ہیں۔ ان کی

---

[1] عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ پیدائش کے بعد ان کو مناف بت کے مندر میں لے گئے تھے۔ اس لئے عبد مناف مشہور ہو گئے تھے۔

[2] ہاشم کا نام عمرو تھا۔ یہ شوربا میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر غریبوں کو کھلایا کرتے تھے۔ اسلئے ہاشم نام پڑ گیا۔

[3] انکا نام شیبہ تھا۔ جب پیدا ہوئے تو سر کے چند بال سفید تھے۔ اسلئے ماں نے انکا نام شیبہ (بوڑھا) رکھا۔ مطلب انکا چچا تھا جس نے یتیمی کے دنوں میں انہیں پالا تھا۔ اس شکر گذاری میں یہ تمام عمر عبد المطلب کہلاتے رہے۔

عرب کی ملکی حالت

پیدائش کے وقت عرب کی ملکی اور اخلاقی حالت کا یہ حال تھا:

کہ اس کے جنوب پر سلطنت حبش کا اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی اقطاع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا۔ اندرونی ملک بزعم خود آزاد تھا لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لئے ساعی تھی۔

عرب کی اخلاقی حالت

اندرونی ملک کے باشندوں پر خود مختاری نے بہت برا اثر ڈالا تھا۔ ان میں خود مختاری سے خودسری پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنی شجاعت و جرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا۔ بیکاری اور کاہلی نے جوا اور شراب کی عادت پیدا کر دی اور طبیعت ثانی بنا دی تھی۔ ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے انکی زبان اور نسل بیشک کھری تھی۔ لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خود ستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے۔ یا اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے کے لئے زبان کی ساری طاقت خرچ کر کے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی خوب تشہیر کیا کرتے تھے۔ الگ تھلگ رہنے نے مصاہرت کی برائی ان کے ذہن میں قائم کر دی تھی۔ اور مدعیان شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔

[illegible] ان میں بت پرستی رائج کر دی تھی۔ اور بت پرستی نے انسانی دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک چیز، پتھر، درخت، چاند سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے [illegible] اور اس طرح [illegible] کی عظمت و جلال کے فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر و قیمت کو بھی بھول چکے تھے۔ اس لئے انسانی حقوق کے لئے نہ کوئی ضابطہ تھا۔ اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لئے کوئی قانون تھا۔ قتل انسان، رہزنی، حبس بیجا، تصرف ناجائز، مداخلت بیجا، عورتوں کو جبر یا پھسلاوٹ سے بھگا لیجانا، بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا اسی

---

[1] تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۴۴۔

شجر کے ثمر تھے۔ کہ بت پرستی نے اُن کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا۔

برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے اُنکے دل و دماغ میں یہی نقش کر دیا تھا کہ اُن کی حالت سے بہتر کوئی حالت۔ اور اُن کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور ان کی تدین سے بہتر کوئی تدین ہو ہی نہیں سکتا۔

عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملک میں مختلف مذاہب اور بھی پائے جاتے تھے۔ یہودی[1]۔ عیسائی[2]۔ صابی ایسے مذاہب ہیں۔ جن کے نام سُنکر ناواقف شخص دھوکا کھا سکتا ہے۔ کہ ان لوگوں میں ان مذاہب کی عمدگیوں کے نمونہ بھی پائے جاتے ہونگے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنے کی بجائے مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسیٰ و عیسیٰ و شعیب و صالح علیہم السلام پیغمبروں کو ان کے دیکھنے کا موقع ملتا۔ تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے۔ کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔

عام عیسائی ایک مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ لیکن عرب کے عیسائی مریمؑ کو خدا کی جورو اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تھے۔ اور بت پرست تو لات و عزیٰ کو مؤنث خدا (لات مؤنث ہے الہ کا۔ اور عزیٰ مؤنث ہے عزیز کا) بھی کہا کرتے تھے۔

اس زمانہ کے عام یہودی حضرت عزیر کو توریت کے ازبر لکھ دینے سے ابن اللہ کہا

---

[1] یہودیوں کو جب یونانیوں اور سریانیوں نے اپنے علاقہ سے نکالا۔ تو وہ عرب کی طرف آئے۔ اور بنو اسمٰعیل نے (اپنے ان چچا زاد بھائیوں کا) خیر مقدم کیا۔ اور ان کے مذہب نے حجاز اور نواحی خیبر و مدینہ میں اچھی اشاعت پائی (از کتاب خلاصہ تاریخ العرب صفحہ ۳۸)۔

[2] عیسائیت کو ۳۳۰ء میں بنو غسان نے قبول کیا۔ اور پھر عراق عرب۔ بحرین اور صحرائے فاران و دومۃ الجندل از فرات و دجلہ کے دوآبہ میں یہی مذہب پھیل گیا۔ اور اس دین کی اشاعت میں نجاشی اور قیصر نے باہم مل کر کوشش کی تھی۔ ۳۹۵ء و ۵۱۳ء میں اس کی اشاعت پر بڑا زور دیا گیا تھا۔ اور یمن میں اناجیل بکثرت پھیل گئی تھیں۔ (ایضاً صفحہ ۳۹)

کرتے ہیں۔ مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب زن و مرد کو خدا کے بیٹے۔ بیٹی۔ پیارے پیاری کہا کرتے تھے؛

آتش پرست غالبًا بیٹی۔ بہن کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے۔ مگر عرب کے مُلحِد اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام جورُوں کو اپنی لونڈیاں بنالیا کرتے تھے؛

عرب کی جملہ اقوام (باستثنائے بعض افراد) لکھنے پڑھنے سے بیخبر۔ علوم سے بے بہرہ فنون سے عاری۔ تمدن سے ناواقف۔ مصالحت اور معافی سے نا آشنا تھے؛

ملحد اور دہریئے بھی عرب میں آباد تھے۔ وہ حیات اور موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کر کے دنیا کے ہر انقلاب کو دَورِ زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے؛

خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور۔ نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج مترتب ہونا ان کے نزدیک قابل تمسخر خیال تھا۔

ان جملہ عیوب کی وجہ سے عرب گویا جملہ مذاہب باطلہ اور تخیلات کی بُرائیوں کا مجموعہ تھا؛

اگر ہم عرب کو کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھیں۔ تو اسکے محل و قوع[1] سے یہی معلوم ہوتا ہے

---

[1] کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو۔ کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض البلد۔ اور شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰۔ اور نصف ۶۰ ہوا۔ جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمالی سے تفریق کریں تب ۲۰ رہ جاتے ہیں۔ اور جب ۶۰ میں سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کر دیں۔ تب بھی ۲۰ (درجہ شمالی) رہ جاتے ہیں اور مکہ معظمہ ۲۱½ درجے پر آباد ہے۔ اسلئے کل کرۂ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے؛

یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی۔ بلکہ قریبًا وسط میں ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقعہ ہوا ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اسلئے ہے کہ مکہ کا ناف زمین ثابت ہو؛

(ب) اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب ۱۵ سے ۲۵ درجہ تک عرض بلد (شمالی) پر واقع ہے۔ اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح منقسم ہیں۔ کہ مشرق میں آریا و منگول اور مغرب میں حبشی و حامی (نسل حام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصلی باشندے) ہیں۔ اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہونچانا مدنظر ہو۔ تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔ غالبًا اس لئے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:۔

وَجَعَلْنَاکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ (ترجمہ) ہم نے تم کو درمیانی اُمت بنایا ہے۔ تاکہ قوموں کے سامنے تم خدا کی شہادت ادا کرو۔ فقط

ہے۔ کہ خدا نے اسے ایشیا و یورپ و افریقہ کے برّاعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے۔ اور وہ خشکی و تری (دونوں رستوں) سے دنیا کو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لئے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا۔ اور جہالت کی حکومتِ اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے لئے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں۔ تو عرب ہی اس کے لئے موزون ہے۔ خصوصاً اُس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب افریقہ اور یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا۔ تو عرب کی آواز اِن برّاعظموں میں بہت جلد پہونچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے؛

ربّ العالمین نے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) اسی لئے سیدنا محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا۔ اور اُن کو بتدریج قوم۔ اور ملک اور عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا؛

ناظرین اس کتاب کو پڑھ کر معلوم کر سکیں گے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کس قدر مشکل تھا۔ اور اُنہوں نے اس فرض کو کیسی خوش اسلوبی۔ صبر و حلم۔ استقامت اور تحمّل سے شروع کیا۔ کیونکر تہذیب و تمدّن اور علم و اخلاق کو پھیلایا۔ کیونکر قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا۔ کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا۔ کس طرح توحید کی اشاعت کی۔ اور انسان کے دل پر عظمت و کبریائی ربّانی کا نقش قائم کر دینے کے بعد کس طرح جملہ اشیاء و اسباب کا خادمِ انسان ہونا ثابت کر دیا؛

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح پر نسل اور قومیّت کی خصوصیتوں اور ملک و مقام کی حالتوں۔ اور امیری و غریبی کے امتیازوں۔ اور فاتح و مفتوح کے تفاوتو مختلف زبانوں۔ مختلف رنگتوں کے مابہ الامتیازوں سے قطع نظر کر کے کیسی خوش اسلوبی

سے سب کو دینِ واحد کے رشتہ سے متحد ومتفق۔ یکساں ومساوی۔ ہم سطح وہم خیال۔ ہم اعتقاد وہم آواز بنایا!

اور جب وہ اِس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے۔ بندوں کو خُدا سے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب بنا چکے۔ نفرت وعداوت کی جگہ نصرت واخوت کو بٹھلا چکے۔ ظلمت اور جہالت کو نکال کر اُن کے دل ودماغ پر نور صداقت وعلم کو متمکن کر چکے۔ تب کیسی فارغ البالی۔ کشادہ پیشانی۔ اور مُسّرت کے ساتھ اس دنیا سے سدھار گئے!

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیمُ الشان کام کا اندازہ کرنے کے لئے دیکھو۔ کہ اسلام کا بیج کیسے پاک قلوب میں بویا گیا تھا۔ جو اس کا نیک پھل لائے تھے!

نجاشی ملک حبشہ۔ جیفر ملک عمان۔ اکیدر شاہ دومۃ الجندل۔

نجد کے وحشی۔ تہامہ کے بدو۔ اور یمن کے مسکین کے دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں!

عبداللہ بن سلام یہودیت اور ورقہ بن نوفل عیسائیت اور عثمان بن طلحہ ابراہیمیت کی مسند ہائے امامت چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کئے جانے پر مفتخر ہیں!

یہودیوں کا زرخرید غلام سلمان پارسی۔ مِنّا اَہلُ البیت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور بُت پرستوں کے زرخرید غلام بلال حبشی کو فاروق اعظم بھی جس کی سطوت وہیبت سے قیصر وکسریٰ کے اندام پر لرزہ تھا۔ سیّد سیّد (آقا آقا) کہہ کر پکار رہا ہے۔

رنگتوں کا اختلاف۔ زبانوں کا تباین۔ قومیت کا تفرقہ۔ ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا ہے۔ حسب ونسب کی شرافت کا زبان پر لانا کمینگی کی دلیل بن گیا ہے دینِ واحد نے سب کو ملت واحد بنا کر ایک ہی ولولہ دلوں میں۔ ایک ہی جوش طبیعتوں میں۔ ایک ہی خیال دماغوں میں۔ ایک ہی آوازۂ توحید زبانوں پر جاری کر دیا ہے!

دشمن دوست بن گئے ہیں۔ اور جان ستان۔ جان نثار ثابت ہوئے ہیں۔ وہ عمرو بن عاص جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا۔ کہ مسلمانوں کو بطور اکسٹراڈیشن مجرموں کے حاصل کرے۔ چند سال کے بعد وہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعیٔ اسلام بن کر جاتا ہے۔ اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہو جانے کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتا ہے؛

وہی خالد بن ولید جو جنگ اُحد میں بُت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہُوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حاضر ہوتا ہے لات وعزےٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا۔ اور اسلامی فتوحات میں گرم جوش جنرل کا درجہ پاتا ہے؛ وہی عروہ بن مسعودؓ۔ جو حدیبیہ میں آنحضرت کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے قریش کا سفیر بن کر آیا تھا۔ خود بخود مدینہ میں حاضر ہوتا اپنی قوم میں دعوتِ اسلام کی اجازت حاصل کر کے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ وہی سہیل بن عمرو جو معاہدہ حدیبیہ میں بُت پرستوں کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا۔ اور جس نے عہد نامہ میں اسم پاک محمدؐ کے ساتھ لفظ رسُول اللہ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبوی کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر (خطبہ) کرتا ہے۔ جو سینکڑوں دلوں میں سکینہ اور ایمان بھر دیتی ہے۔ وہی عمرؓ جو تلوار لٹکائے ہوئے آنحضرتؐ کا سر قلم کرنے کے لئے نکلا تھا۔ وفات نبوی کے دن شمشیر برہنہ لے کر کہہ رہا ہے۔ کہ جو کوئی کہیگا۔ کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی۔ اُس کا سر قلم کر دیا جاوے گا۔ وہی وحشی جس نے امیر حمزہ کو مارا۔ کلیجہ نکالا۔ اعضاء کاٹے۔ جنازہ بیحرمت کیا تھا؛

کچھ دنوں کے بعد مسلمان ہو جاتا شرم و خجالت سے مُنہ سامنے نہیں کرتا اور بالآخر مسیلمہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے؛

دشمنوں کا دوست بن جانا

وہی ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب۔ جو حقیقی چچا کا بیٹا ہو کر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا تھا۔ جذبۂ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور جنگ حُنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبوی تھامے نظر آتا ہے۔

وہی ابو سفیان بن حرب۔ جو سات برس تک برابر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں فوجیں لاتا رہا۔ اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ اسلام لاتا۔ اور نجران کے عیسائی علاقہ پر اسلامی حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ وہ طفیلؓ ودسی۔ جو مکہ میں روئی کی ڈاٹ کانوں میں لگا کر پھرتا تھا کہ محمدؐ کی آواز کانوں میں نہ پہنچے۔ بالآخر اپنے وطن میں گھر گھر پھرتا۔ اور محمدؐ کی آواز کو پہونچاتا تھا۔ وہ عبد یالیل ثقفی جس نے طائف میں غلاموں بچّوں کو پتھراؤ کرنے کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا تھا۔ آخر مدینہ حاضر ہوا۔ اور وہاں سے اپنی قوم کے پاس جواہر ایمان وایقان لایا تھا۔ وہی بریدہ بن الحصیب اسلمی، جو قریش سے سَو شتر سُرخ کے انعام کا وعدہ لے کر آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے ستر سواروں کی دوڑ لے گیا تھا۔ چند گھنٹہ کے بعد نبی صلّے اللہ علیہ وسلم کا علمبردار بن گیا۔ الغرض ایسی مثالوں کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

یہ سب کرشمے اُس پاک تعلیم کے تھے۔ جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی تھی۔ اکثر انبیاء علیہم السلام نے معجزے دکھلائے۔ لاٹھی۔ سانپ۔ پتھر۔ دریا۔ آگ کی قلب ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دیکھنے والوں کو نظر آیا۔

لیکن نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی واُمّی) نے عظیم الشان معجزہ یہ دکھلایا کہ دلوں کو بدل دیا۔ اور روح کو پاکیزہ بنا دیا۔ انسان اور لاٹھی۔ انسان اور سانپ۔ انسان اور پتھر میں جتنا تفاوت ہے۔ وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں بھی ہے۔

اور یہی وہ چیز ہے۔ جو آج تک اُن سب دماغوں کی حیرت و محویت کا موجب ثابت ہوئی ہے۔ جنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق (باوجود مخالفت مذہب) کچھ کہنا یا کچھ لکھنا چاہا ہے؛

کاش مُسلمان اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں۔ کاش وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں کاش وہ اسلام کی بقا کو اپنی جانوں۔ اپنے بچوں۔ اپنے باپ۔ پیر بزرگوں کی حیات و بقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں؛ وما ذٰلِکَ عَلَی اللہ بعزیز؛

ناظرین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے۔ کہ اس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پا سکتا ہے؛

آنحضرتؐ دنیا کی ہوا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم ہو چکے تھے۔ اس لئے مسکینی و غُربت ایسے اوصاف ہیں۔ جو حضور کے توأم ہیں؛

عمر کے ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں بسر ہوئے تھے۔ اس لئے سادگی و بے تکلفی نے حضور کے ساتھ ساتھ نشوونما پائی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ ایسے وقت میں کٹا تھا۔ جب کہ قوم حرب الفجار وغیرہ لڑائیوں میں مصروف تھی؛ اِسلئے امن بسیط اور ہمدردی عامہ کی قدر و منزلت شروع ہی سے حضور کے خاطر نشین تھی؛

۲۵ سال کی عمر تک حضور نے شادی نہیں کی۔ تجرد کا یہ زمانہ جو عین عنفوان شباب کا عالم تھا۔ کمال عفت و عصمت شرم و حیا سے بسر ہوا۔ دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے۔ کہ حضور پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر باشرم و با حیا تھے؛

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاش کے لئے تجارت کو پسند فرمایا تھا اور اس طرح اُن بلند حوصلہ لوگوں کے لئے جو ثبات و استقلال۔ معاملہ فہمی و ضرورت شناسی۔ حلم اور بُردباری سے متصف ہوں۔ ہدایت فرمائی۔ کہ تجارت سب سے بہتر

اور کوئی معاش نہیں۔

مردانہ جمال میں کمال حسین۔ حسب و نسب میں عالی خاندان ہونے پر بھی ایک بیوہ عورت سے جو عمر میں حضور سے پندرہ سال زیادہ تھی۔ پہلا نکاح کیا۔ اور اس سے عقد بیوگاں کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قائم فرمایا۔ نیز واضح کر دیا۔ کہ متاہل زندگی میں بھی ہم کیونکر شہوانی خیالات کے تقید سے آزاد رہ سکتے ہیں۔

یہ بیوی نہایت متمول تھی۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قانعانہ طبیعت اور زاہدانہ سیرت کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنی بیوی یا اپنے خاندان کی امداد مالی سے ہمیشہ مستغنی ثابت کیا۔ اور اس طرح اپنی مدد آپ کرنے والوں کی سرراہ ایک مشعل روشن فرمائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ و ہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا تھا۔ اور سب کے دلوں میں اپنے لئے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنا لی تھی۔ اور اس طرح ہر راستبازوں کے لئے ایک درخشندہ مثال قائم فرما دی۔ کہ کیونکر نیکی اور صداقت کی طاقت ظلم اور جہالت کو مغلوب کر سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا۔ اور حلف الفضول کے قائم کرنے سے قیام امن اور حفاظت نوع انسانی کی جدید سڑک تیار کر دی اور اُن منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں۔ اُسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کر لینے کے زرّیں اصول کا سبق دیا۔

حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا۔ کہ جب مختلف

اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہو جائیں۔ تو ان کو کیوں کر مرکز واحد پر لا سکتے ہیں۔ نیز ثابت فرما دیا۔ کہ خدشہ جنگ کے ٹلا دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لئے جنگی طاقت کی نہیں۔ بلکہ اعلےٰ دماغی قابلیّت کی ضرورت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جملہ انبیاء کی شان نظر آتی ہے۔

آپ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے۔ پھر بھی صابر و شاکر ہی پائے گئے۔

آپ نے یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں خدا کی آواز کو پہونچایا۔

آپ نے عیسیٰ رسول اللہ کی طرح خدا کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سر نو زندہ فرمایا۔

آپ نے ایوب علیہ السلام کی صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال تک محصوری کے دن کاٹے۔ اور پھر بھی آپ کا دل خدا کی ثنا گزاری سے لبریز۔ اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی۔

آپ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور علانیہ۔ خلوت اور جلوت میں۔ میلوں اور جلسوں۔ گزرگاہوں اور راہوں پر۔ پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ اور لوگوں کو اُن کے افعال بد سے نفرت دلائی۔

آپ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی۔ اور وطن کو چھوڑ کر شجرۂ طیبہ اسلام کے لگانے کے لئے پاک زمین کی تلاش میں رہ نورد ہوئے۔

آپ شبِ ہجرت کو داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے نرغہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

اور یونس علیہ السلام کی طرح (جنھوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہکر پھر نینوے میں اپنی منادی کو جاری کیا تھا) غار ثور کے شکم میں تین دن رہ کر پھر مدینہ

طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا؛

آپ نے موسےٰ علیہ السلام کی طرح جنھوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا، شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند ملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسرائے ایران کے حلقۂ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی؛

آپ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ میں خدا کے لئے ایک گھر بنایا، جو ہمیشہ کیلئے خدا کی یاد کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پُر نور رہا ہے، جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہیں کر سکا؛

آپ نے یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذا رساں وستم پیشہ برادران مکہ کے لئے نجد سے بتوسط ثمامہ بن اثال، غلّہ بہم پہنچایا۔ اور بالآخر فتح مکہ کے دن لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کا مژدہ سُنا کر۔ انتم الطلقاء کے فرمودہ سے انہیں پابند منّت واحسان بنایا؛

وقت واحد میں آپ موسیٰؑ کی طرح صاحب حکومت تھے۔ اور ہارون کی طرح صاحب امامت بھی؛

ذات مبارک میں نوح علیہ السلام کی سی سرگرمی۔ ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم دلی۔ یوسف علیہ السلام کی سی درگزر۔ داؤد علیہ السلام کی سی فتوحات۔ یعقوب علیہ السلام کا سا صبر۔ سلیمان علیہ السلام کی سی سطوت عیسیٰ علیہ السلام کی سی خاکساری یحییٰ علیہ السلام کا سا زہد۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی سی بھک، روحی کامل ظہور بخش تھی؛

لے کہ بر تخت سیادت ز ازل جا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خورشید رسالت میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے۔ لیکن رحمۃ للعالمینؐ کا

وہ نور تھا۔ کہ جس نے تمام رنگتوں کو اپنے اندر سے کر دنیا کو ایک برگزیدہ و چیدہ (بیضاؤ نقیہ) روشنی سے منور کر دیا ہے؛

ذرۂ بیمقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے۔ اس لئے سادہ و مختصر حالات پیش کر دیتا ہوں۔ خداوند کریم میری حسن نیت پر نظر فرما کر میرے زلات کو عفو فرمائے؛ اور برادران اسلام میری کمی بضاعت کو ملحوظ رکھ کر تقصیر خدمت کو معاف فرمائیں؛

خاکسار

"محمد سلیمان"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

و

نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سیدنا محمدؐ[1] بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہمارے نبیؐ ہیں۔ دادا نے آنحضرت کا نام محمدؐ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پاکر احمدؐ[2] رکھا تھا[3]:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم[4] (خلیل الرحمن و ابو الانبیاء) کی اولاد سے ہیں جو ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہ بادشاہ مصر رقیون کی بیٹی تھی۔ خدا کے ہاں اُن کا

---

[1] لفظ محمد۔ حمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کیلئے ہے۔ اور احمد بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے اسم محمد سے حمد کی کثرت و کمیت۔ اور اسم احمد سے۔ حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ ۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَھٰذَا مُحَمَّدٌ اللہ نے اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو رب العرش تو محمود ہے۔ اور آنحضرت محمدؐ ہیں؛ واضح ہو۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ حضور کا نام محمدؐ و احمدؐ ہے اور حضور کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے۔ اُمت محمدیہ کا نام حمادون ہے۔ اور آنحضرت کی لواء کا نام لواء الحمد ہے والحمد للّٰہ علٰی ذٰلک حمدًا کثیرًا ؞

[2] حدیث میں ہے۔ کہ زمین پر میرا نام محمدؐ اور آسمان پر احمدؐ ہے۔ توریت میں اسم مبارک محمد اور انجیل میں احمدؐ ہے ؞

[3] سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی۔ جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی نے اسمٰعیل کا نام (پیدائش ۱۶/۱۱) اور مریم نے یسوع کا نام (لوقا باب ۱ درس ۳۱) رکھا تھا؛

[4] حضرت ابراہیمؑ کا نام شروع میں ابرام تھا۔ خدا نے ابراہیم رکھا اسکے معنے "قوموں کا باپ" ہیں (پیدائش ۱۷ باب ۵ درس) بنی اسمٰعیل و بنی اسرائیل و بنو عیصو و بنو قطورہ انھی کی اولاد ہیں؛ پادری صاحبان جو صرف بنی اسرائیل کا نام ہی زبان پر رکھتے ہیں وہ غور کریں۔ کہ اُنکے قول کے مطابق حضرت ابراہیمؑ قوموں کا باپ کیونکر ثابت ہوئے۔

ایسا درجہ تھا کہ خدا کے فرشتے انکے سامنے آیا کرتے۔ اور خدا کے پیغام پہنچایا کرتے تھے[1]؛

ہاجرہ بی بی کے فرزند کا نام اسمٰعیلؑ ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے پہلوٹے بیٹے ہیں باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا۔ جہاں اب مکہ معظمہ ہے۔ خدا نے اسمٰعیلؑ کے لئے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا[2]؛

حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا نے بارہ بیٹے دئے تھے۔ اُن میں سے قیدار بہت مشہور ہیں۔ توریت میں ان کا ذکر بکثرت آیا ہے[3]؛

قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصیٰ بہت مشہور ہیں جو چار واسطے سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ماں کا نام آمنہ ہے۔ جو وہب کی بیٹی ہیں۔ وہب قبیلہ بنو زہرہ کا سردار تھا۔ ان کا سلسلہ نسب فہر الملقب بہ قریش کے ساتھ جا ملتا ہے؛

اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ددھیال اور ننھیال میں عرب کے بہترین قبیلہ۔ بہترین قوم اور شاخ میں سے ہیں؛

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار[4] میں دوشنبہ[5] کے دن ۹ ربیع الاول[6] سنہ عام الفیل[7]

---

[1] کتاب پیدائش ۱۶/۷ تا ۱۱ و ۲۱/۱۷؛

[2] زبور ۸۴ باب ۴۔۵۔۶ درس وکتاب صحیح بخاری بروایت ابن عباسؓ؛ و پیدائش ۲۱/۱۹

[3] یسعیاہ ۱۱/۱۔ زبور ۱۲۰/۵۔ یسعیاہ ۴۲/۷۔ یرمیاہ ۴۹/۲۸ وغیرہ وغیرہ

[4] حضرت یحییٰ و حضرت داؤد علیہما السلام کی ولادت بھی فصل بہار میں ہوئی تھی۔ فوحی الزمان و شہر و ضعی۔ ربیع فی ربیع فی ربیع

[5] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں دوشنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے۔ ولادت۔ نبوت۔ ہجرت وفات سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے؛

[6] تاریخ ولادت میں مورخین نے اختلاف کیا ہے طبری و ابن خلدون نے ۱۲ تاریخ۔ اور ابو الفدا نے ۱۰ لکھی ہے۔ مگر سب کا اتفاق ہے۔ کہ دوشنبہ کا دن تھا۔ چونکہ دوشنبہ کا دن ۹ ربیع کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا۔ اس لئے ۹ ربیع ہی صحیح ہے۔ تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت بک حرب نے بھی ۹ تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے؛

[7] واقعہ عام الفیل سے ۵۵ یوم بعد؛

مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء[1] مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸[2] بکرمی کو مکہ معظمہ میں۔ بعد از صبح صادق[3] و قبل از طلوع نیّر عالمتاب پیدا ہوئے۔ حضورؐ اپنے والدین کے اکلوتے[4] بچے تھے!

والد بزرگوار کا آنحضرتؐ کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا!

عبدالمطلب آنحضرتؐ کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا ہوا تھا۔ اپنے چوبیس سالہ نوجوان پیارے فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے۔ اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی۔ اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا۔ عبدالمطلب نے کہا "محمدؐ" لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروّجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔ کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایاں قرار پائے[5]!

نام رکھا گیا۔ قوم نے اس نام پر تعجب کیا!

---

[1] ۲۲ اپریل گریگورین رول کے مطابق ہے۔ جس پر ستمبر ۱۷۵۲ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے لیکن قاعدہ قدیم کے مطابق ۹ ربیع مطابق ۱۹ اپریل ۵۷۱ء جولین سے تھی۔ اور گریگورین نے اس ۱۹ کو ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بروئے حساب قدیم قرار دیا۔ فقط

[2] واضح ہو کہ شمسی سال کی صحیح مقدار ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۶ سکنڈ ہے۔ مگر سمت پروشٹہ کے جاری کرنیوالوں نے ۲۳ منٹ ۲۳ سکنڈ کی مقدار اس سے زیادہ تجویز کی۔ اس زیادتی کی وجہ سے سمت پروشٹہ سنہ عیسوی کے مقابلہ میں ۲۳ منٹ ۲۳ سکنڈ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔ سمت پروشٹہ سنہ کا آغاز یوم پنجشنبہ مطابق ۱۴ مارچ ۶۵۷ء جولین، ہوا تھا یعنی اعتدال ربیعی سے ۹ یوم پہلے مگر سمت ۶۲۸ پروشٹہ کا آغاز ۲۲ مارچ ۵۷۱ء کو ہوا تھا یعنی اعتدال ربیعی سے ایک یوم بعد۔ اور ہمارے زمانہ میں سمت ۱۹۷۲ پروشٹہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۵ء کو شروع ہوا ہے یعنی اعتدال ربیعی سے ۲۳ یوم بعد آئندہ بھی سمت پروشٹہ میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہیگا۔ یعنی ۶۱ سال کے بعد سمت کا شروع ایک دن موخر ہوتا رہیگا غرض سمت پروشٹہ میں جو غلطی متعلق مقدار سال شمسی کے ابتدائے قائمی سمت مذکور سے موجود ہے۔ اسی کی وجہ یہ ہے کہ سمت ۶۲۸ پروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء تھا۔ اور سمت ۱۹۷۲ پروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۱۵ء کے ہے۔

[3] یوم ولادت باسعادت کو مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع ۴ بجکر ۲۰ منٹ دھوپ گھڑی کے گھنٹوں کے حساب سے یا ۹ بجکر ۵ منٹ (حساب مروّجہ حال کے بموجب) ہوا تھا۔ اور آفتاب اس وقت برج حمل سے ۱۳ درجہ ۲ دقیقے پر تھا۔ اور تاریخ یکم جیٹھ کے شروع ہونے پر ۱۳ گھنٹے ۱۶ منٹ گزر چکے تھے۔

[4] یسعیاہ ۹/۶ میں ہے "ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا" یہ بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو حضرت مسیح کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ انجیل متی سے ظاہر ہے۔ کہ مسیح کی اور بھی بہنیں اور بھائی تھے۔ اور وہ مریم کے اکلوتے بچے نہ تھے!

[5] ابو الفداء صفحہ ۱۱۰۔ نیز یسعیاہ ۹/۶ "وہ اس نام سے کہلاتا ہے عجیب"!

شرفاء مکہ کا دستور تھا۔ اپنے بچوں کو جبکہ وہ آٹھ دن کے ہو جاتے تھے۔ دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب و ہوا کے مقام پر باہر بھیجدیا کرتے تھے۔[1]

ایام رضاعت اسی دستور کے موافق آنحضرتؐ کو بھی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا، وہ ہر چھٹے مہینے لا کر انکی والدہ اور دیگر اقربا کو دکھلا جاتی تھیں۔ دو برس کے بعد آپ کا دودھ چھڑایا گیا۔ مائی حلیمہ آپ کو لیکر حضرت آمنہ کے پاس آئیں۔ حضرت آمنہ نے اِس خیال سے (کہ وہاں کی آب و ہوا حضور کے خوب موافق تھی اور) شاید مکہ کی آب و ہوا موافق نہ ہو۔ پھر مائی حلیمہ ہی کے سپرد کر دیا۔

والدہ مکرمہ کا انتقال جب آنحضرتؐ کی عمر چار برس کی ہوئی۔ تو والدہ مکرمہ نے آنحضرتؐ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب آنحضرتؐ کی عمر چھ برس کی ہوئی۔ تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور دادا نے آپ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لی[2]۔

جب آنحضرتؐ کی عمر آٹھ برس۔ ۱۰ دن کی ہوئی۔ تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔

ابوطالب کی تربیت ابوطالب آنحضرتؐ کے چچا تھے۔ اور آپ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی۔ اب وہ آنحضرتؐ کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ وار بنے[2]۔

بحیرہ راہب کی ملاقات اکثر کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ جب بارہ[12] سال کے ہوئے۔ تو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ۔ جبکہ وہ تجارت شام کو جاتے تھے سفر میں گئے۔ بُصری میں بحیرہ راہب نے آنحضرتؐ کو پہچان لیا۔ کہ نبی موعود یہی نوجوان ہے چچا سے کہا۔ کہ اسے یہودیوں کے ملک میں نہ لیجاؤ۔ وہ اسے پہچان کر کہیں گزند نہ پہنچائیں شفیق چچا نے آنحضرتؐ کو بصری . . . . ہی سے واپس کر دیا[3]۔

---

[1] ماخوذ از خطبات احمدیہ مصنفہ سر سید احمد خاں المتوفی ۱۳۱۵ ہجری [2] زاد المعاد [2] زاد المعاد

[3] پادری صاحبان نے اتنی بات پر کہ بحیرہ نصرانی ملا تھا یہ شاخ و برگ اور بھی لگا دئے۔ کہ ۴۰ سال کی عمر کے بعد جو تعلیم آنحضرتؐ نے ظاہر کی تھی۔ وہ اس راہب کی تعلیم کا اثر تھا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر آنحضرتؐ نے تثلیث

(۱) اس بارہ میں جو حدیث ترمذی وغیرہ میں ہے۔ اس میں یہ بھی ہے۔ کہ چچا نے واپس کرتے وقت آنحضرتؐ کے ساتھ بلالؓ کو بھیجا تھا۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں۔ کہ یہ صریح غلطی ہے۔ اوّل تو اُس وقت بلال نہ ابوطالب کے پاس تھا۔ نہ ابوبکرؓ کے پاس۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے۔ کہ وہ اُن دنوں موجود ہی نہ ہو[1]

(۲) قرآن مجید کی آیت وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ[2] سے ثابت ہے۔ کہ یہودی رسول موعود کے انتظار میں رہا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ اُس کے آنے پر یہودیوں کو کافروں پر فتح و نصرت ہوگی۔ یہ اعتقاد اُن کا اس وقت تک رہا۔ جبتک کہ حضور کی بعثت نہ ہوئی۔ اس آیت سے، یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بحیرہ راہب کا قول غلط تھا۔ کیونکہ اگر یہودی اس لڑکپن میں آنحضرتؐ کو پہچان لیتے۔ تو اپنے اعتقاد کے مطابق حضور کو اپنی فتح و نصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمتگزاری کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ راہب کی داستان ناقابل اعتبار ہے!

تجارت کا خیال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے۔ تو آپ کا خیال پہلے تجارت کی طرف ہوا۔ مگر گھر کا روپیہ پاس نہ تھا۔ مکہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہ تھی۔ وہ بہت مالدار تھی۔ اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھی۔ اُس نے آنحضرتؐ کی خوبیاں اور اوصاف سُن کر۔ اور آپ کی سچائی۔ دیانتداری۔ سلیقہ شعاری کا حال معلوم کر کے خود درخواست کر دی۔ کہ اُس کے روپے سے تجارت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور کفّارہ کا ردّ مسیح کے صلیب پر جان دینے کا بُطلان۔ اس راہب کی تعلیم ہی سے کیا تھا تو اب عیسائی اپنے اُس بزرگ کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کرتے! (محمد سلیمان)

[1] زاد۔ مصنف علامہ ابن القیم (المتوفی ۲۳۔ رجب ۷۵۱ھ) صفحہ ۱۷

[2] یہ لوگ نبی کے آنے سے پیشتر کافروں پر فتح اس کے ذریعہ پانے کی آرزو میں رہا کرتے۔ جب۔ نبی ظاہر ہوا۔ اور انہوں نے پہچان بھی لیا تب اُس سے منکر ہو بیٹھے۔

تجارت کریں۔ آنحضرتؐ اُس کا مال لیکر تجارت کو گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔

اِس سفر میں خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ اُس نے آنحضرتؐ کی اُن تمام خوبیوں اور بزرگیوں کا ذکر خدیجہؓ کو سُنایا۔ جو سفر میں خود دیکھی تھیں۔ اِن اوصاف کو سُن کر خدیجہؓ نے درخواست کر کے آنحضرتؐ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ حالانکہ خدیجہؓ اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست نکاح کو رد کر چکی تھی۔

نکاح جب یہ نکاح ہوا۔ تو آنحضرتؐ کی عمر ۲۵ سال اور خدیجہ بی بی کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آنحضرتؐ کے نکاح میں وہ ۲۵ سال تک زندہ رہیں۔ آنحضرتؐ اُن کے مرجانے کے بعد بھی اکثر اُن کا محبت سے ذکر کیا کرتے۔ اور اُن کی سہیلیوں سے بھی عزت اور شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔

اِس شادی کے بعد آنحضرتؐ کا تمام وقت خدا کی عبادت۔ اور بنی آدم کی بہبودی وخیراندیشی میں پورا ہُوا کرتا تھا۔

قیام امن ونگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد انہی دنوں میں آنحضرتؐ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھدار لوگوں کو ملک کی بے امنی۔ راستوں کا خطرناک ہونا۔ مسافروں کا لٹنا۔ غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی۔ آخر ایک انجمن قائم ہوگئی۔ جس میں بنوہاشم۔ بنوالمطلب۔ بنواسد۔ بنوزہرہ۔ بنوتیم شامل تھے۔

اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد واقرار کیا کرتے تھے:۔

(۱) ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔

(۲) ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔

(۳) ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔

(۴) ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔

۱؎ انگلستان میں نائٹ ہڈ کا آرڈر جیسکے ممبر قریباً یہی اقرار کیا کرتے تھے۔ اس انجمن سے کئی صدیوں کے بعد قائم ہوا تھا۔

اِس تدبیر سے بنی آدم کے جان و مال کی بہت کچھ حفاظت ہوگئی تھی۔ آنحضرتؐ اپنے نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے۔ کہ اگر آج بھی کوئی اُس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لئے بُلائے۔ تو میں سب سے پہلے اُس کی امداد کو تیار پایا جاؤں گا؛

ملک کی طرف سے صادق و امین کا نام آنحضرتؐ کو ملنا

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے اُن دنوں میں لوگوں کے دلوں پر آنحضرتؐ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا۔ کہ وہ آنحضرتؐ کو نام لیکر نہیں بُلاتے تھے۔ بلکہ الصادق۔ یا الامین کہہ کر پکارا کرتے تھے؛

آنحضرتؐ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ جب قریش نے کعبہ کی عمارت[۱] کو (جسکی دیواریں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں) ازسرِنو تیار کیا؛

عمارت کے بنانے میں تو سب ہی شامل تھے۔ مگر جب حجرِ اسود[۲] کے قائم کرنیکا موقعہ آیا۔ تو سخت اختلاف ہُوا۔ کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا تھا۔ کہ یہ کام اُسی کے ہاتھ سے سرانجام پائے۔ چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے جو

---

[۱] کعبہ کی اول تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مع حضرت اسمٰعیلؑ کے کی تھی۔ پھر بنی جرہم۔ بنو عمالقہ قصی اور قریش نے اس کی تجدید کی تھی۔ تجدید عمارت کی ضرورت مرورِ زمانہ کے اثر یا صدمۂ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوجاتی تھی کسی غیر قوم کے قبضہ کرکے گرادینے۔ منہدم کرنے کا واقعہ اس عمارت کعبہ کے ساتھ پانچہزار سال سے کبھی نہیں ہُوا جیسا کہ ہیکل یروشلم کے ساتھ بارہا ایسے واقعات پیش آئے۔ اور متعدد بار ہوتے رہے۔ اور یہ ایسا شرف ہے کہ دنیا کے کسی عبادت خانہ کو حاصل نہیں؛

[۲] حضرت ابراہیمؑ اور انکی اولاد کا دستور تھا کہ میدان میں جس جگہ کو عبادت گاہ مقرر کرتے۔ وہاں ایک لمبا بن گھڑا پتھر ستون کی طرح کھڑا کر دیتے تھے۔ جیسے اب بھی مسلمان کھلی جگہ میں نماز پڑھتے ہوئے اپنی چھڑی وغیرہ گاڑ دیا کرتے ہیں۔ جسے سُترہ کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت کتاب پیدائش باب ۱۲ درس ۷ و ۸ باب ۱۳۔ درس ۱۸۔ وباب ۲۶ درس ۲۵۔ وباب ۲۸۔ درس ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۲ وکتاب خروج باب ۲۵ و باب ۲۴۔ درس ۴ سے بخوبی ملتا ہے؛

حجرِ اسود بھی اسی قسم کا پتھر ہے۔ اور یہ بھی ایک شہادت اس امر کی ہے۔ کہ کعبہ بنائے ابراہیمی ہے۔ جب کعبہ بن جانے کے بعد یہ اتنا کام دیتا ہے۔ کہ طواف کا شروع اور ختم اس جگہ سے کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں جو درجہ اس کا ہے وہ اس کے نام حجرِ اسود (کالا پتھر) سے ظاہر ہے۔ ایک دفعہ فاروق اعظمؓ نے لوگوں کے سُنانے کے لئے حجرِ اسود کو مخاطب کرکے کہا تھا۔ "تو ایک پتھر ہے۔ نہ کسی کو نفع نہ ضرر دے سکتا ہے" صحیح بخاری عن عابس بن ربیعہ۔ باب ما ذکر فی الحجر الاسود۔

آنحضرتؐ کا جملہ قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا

قریش میں سب سے بڑھ کر بڑی عمر کا تھا۔ یہ رائے دی کہ کسی کو حکم بنا کر اُس کے فیصلے پر عمل کریں۔ اس رائے کو مانا گیا۔ اور قرار دیا گیا۔ کہ جو کوئی اب سب سے پہلے حرم میں آئیگا۔ وہی سب کا حکم سمجھا جائیگا۔

اتفاقاً آنحضرتؐ تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ کو دیکھنا تھا۔ کہ ھٰذا الامین[1] رضینا کے نعرے لگ گئے۔ (امین آ گیا۔ ہم اس کے فیصلہ پر سب رضامند ہیں)۔

[1] ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے لوگ نبوت سے پہلے صادق و امین کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقعہ پر بھی انہوں نے الامین ہی حضور کو کہا ہے۔ اب پہلے نبیوں کے پاک نوشتے سے اس نام کی تصدیق ہوتی ہے۔ بائیبل کے سب سے آخر میں مکاشفات یوحنا کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے شروع میں یہ درج ہے "یسوع مسیح کا مکاشفہ۔ جو خدا نے اُسے دیا۔ تاکہ اپنے بندوں کو وہ باتیں جن کا جلد ہونا ضرور ہے دکھا دے۔" اور اس سے یہ ثابت ہے کہ مکاشفات میں اُن باتوں کا ذکر ہے۔ جو یوحنا کے بعد دنیا میں ہونیوالی تھیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ سینٹ یوحنا حضرت مسیح کا حواری ہے۔ جس نے یہ مکاشفہ حضرت مسیح کے دنیا پر سے جانیکے بعد دیکھا تھا۔ یوحنا کہتا ہے۔ "۱۱ پھر میں نے آسمان کو کھلا ہؤا دیکھا۔ اور دیکھو کہ (الف) ایک نقرئی گھوڑا۔ اور اُس کا سوار۔ (ب) امانتدار اور سچا کہلاتا ہے۔ (ج) اور وہ راستی سے عدالت کرتا۔ (د) اور لڑتا ہے ۱۲۔ (ہ) اور اسکی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند (و) اور اُسکے سر پر بہت سے تاج۔ (ز) اور اُس کا ایک نام لکھا ہؤا ہے جسے اُس کے سوا کسی نے نہ جانا ۱۳۔ (ح) اور خون میں ڈوبا ہؤا لباس وہ پہنے تھا۔ (ط) اور اُس کا نام کلام خدا ہے ۱۴۔ (ی) اور وے فوجیں جو آسمان میں ہیں صاف اور سفید اور کتانی لباس پہنے ہوئے نقرئی گھوڑوں پر سوار اُسکے پیچھے ہو لیں۔ ۱۵۔ (ک) اور اُس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے کہ وہ اُس سے قوموں کو مارے (ل) اور وہ لوہے کے عصا سے اُن پر حکمرانی کریگا۔ (م) اور وہ خود قادر مطلق خدا کے قہر و غضب کی مے کے کولھو میں روندتا ہے۔ ۱۶۔ (ن) اور اُس کے لباس اور اُس کی ران پر یہ نام لکھا ہے بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند" مکاشفہ ۱۹ باب۔

اب میں نہایت اختصار سے اس کی تشریح کر دینا چاہتا ہوں۔

(الف) نقرئی گھوڑے اور اُسکے سوار کا ذکر مکاشفہ ۶-۲ میں بھی ان الفاظ سے ہے۔ "دیکھو ایک نقرئی گھوڑا اور وہ جو اُس پر سوار تھا۔ کمان لئے ہے۔ اور ایک تاج اُسے دیا گیا۔ اور وہ فتح کرتا ہؤا اور فتحمند ہونے کو نکلا۔" مکاشفہ ۱۹-۱۱ میں نقرئی گھوڑے کے سوار کی نام کی اور مکاشفہ ۶-۲ میں اُسکے صاحب کمان اور صاحب فتح ہونے کی علامت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ علامات آنحضرتؐ ہی پر صادق آتی ہیں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں بھی نقرئی گھوڑا تھا۔ جس کا نام سجر تھا۔ دیکھو کتاب سفر السعادۃ

آنحضرتؐ نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی۔ کہ سب خوش ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے ایک چادر بچھائی۔ اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ پھر ہر ایک قبیلے کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۲۶) آنحضرتؐ عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے۔ بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ میں ہوتی۔ مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے۔ حدیث میں ہے۔ ارموا۔ فان اباکم کان رامیًا۔ تیر چلایا کرو۔ تمہارے باپ اسماعیلؑ تیر انداز تھے؛

(۳) آنحضرتؐ کے لئے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ جس کام کے لئے آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تھے۔ اُسے بدرجہ کمال پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ اپنی اُمت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح روح اللہ اپنی بہت سی باتیں بتلانے سے پہلے دنیا سے الگ ہو گئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتمام و کمال کا اعلان دیکر یہاں سے رخصت ہوئے۔ تو حضور کی فتح مبین میں اور فتحمند ہونے میں کچھ شک نہیں رہ جاتا؛

(ب) امانت دار اور سچا کہلاتا ہے۔ امانت دار (امین) سچا (صادق) کا ترجمہ ہے کہلاتا ہے کے معنی یہ ہیں۔ کہ لوگ اسی نام سے بُلایا کریں گے۔ اور یہی معاملہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہوتا رہا؛

(ج) وہ راستی سے عدالت کرتا۔ یسعیاہ ۱۱باب میں بھی ہے ۔ ہم وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کریگا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کیلئے انفصال کریگا۔ یوحنا نے اُسی کو دُہرا کر بتلا دیا۔ کہ اس کا تعلق زمانہ مابعد مسیحؑ سے ہے قرآن مجید میں ہے وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ

(د) اور لڑتا ہے۔ راستی کے ساتھ لڑنے کی صفت بھی بتلائی گئی۔ تاکہ کوئی پادری غلطی سے اس مکاشفہ کو کسی اور پر چسپاں نہ کرے۔ کیونکہ اُس سوار کے لئے مجاہد و غازی ہونا ضروری ہے؛

(ہ) اُس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حلیہ میں جو تمام پاک نوشتوں میں ہے۔ آنحضرتؐ کی آنکھوں میں سُرخی کا ہونا ضرور درج ہے۔ چنانچہ ایسا ہی تھا۔ کہ مردمک انور کے گرداگرد سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے؛

(و) اُس کے سر پر بہت سے تاج؛ انبیاء کے پاک گروہ کو دیکھو۔ کوئی واعظ ہے (سلیمانؑ) کوئی بشیر ہے (عیسیٰؑ) کوئی منذر ہے (نوحؑ) کوئی منجی ہے (موسیٰؑ)، کوئی مناظر ہے (ابراہیمؑ)، کوئی مجاہد ہے (داؤدؑ) لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جملہ صفات جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ اسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔ اے نبی ہم نے تم کو شاہد۔ بشیر۔ نذیر۔ داعی الی اللہ اور روشن کردینے والا سراج بنا کر بھیجا ہے۔ سر پر بہت سے تاج ہونے کے معنی یہی ہیں؛ کہ وہ جامع صفات انبیاء ہیں۔

(ز) اُس کا ایک نام لکھا ہے جسے اُسکے سوا کسی نے نہ جانا۔ آنحضرتؐ کا اسم پاک احمدؐ و محمدؐ وہ ہے جو پہلے کسی کا نام نہیں ہوا۔ مسیح اور یسوع تو حضرت عیسےٰؑ سے پہلے بیسیوں ہوئے؛

(ح) خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں مناوی کرنے کے

عمرو اہر کو کہا۔ کہ چادر کو پکڑ کر اُٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے۔ جہاں قائم کرنا تھا۔ آنحضرتؐ نے پھر اُسے اُٹھا کر کونے پر اور طواف کے سرے پر لگا دیا۔

آنحضرتؐ نے اِس مختصر تدبیر سے ایک خونخوار جنگ کا انسداد کر دیا۔ ورنہ اس وقت کے اہل عرب میں ریوڑ کے پانی پلانے۔ گھوڑوں کے دوڑانے۔ اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ بیسیوں برس تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وقت ایسا ہی گزرا۔ کہ تمام جسم مبارک پتھر کھاتے کھاتے لہولہان ہو گیا تھا۔ اور لباس خون میں جسم کا خون بہ کر ایسا جم گیا۔ کہ وضو کیلئے جوتہ اتارنا مشکل ہو گیا تھا۔ اور چونکہ اس سفر میں آنحضرتؐ تنہا تھے اسلئے یسعیاہ $\frac{63}{3\text{ و }2}$ بھی آنحضرت پہ ہی صادق آتا ہے۔

(ط) کلام خدا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ علامت حضرت موسیٰؑ نے اپنے سب سے آخری وعظ (کتاب ۵ باب $\frac{18}{21}$) اور حضرت عیسٰیؑ نے اپنی آخری وعظ یوحنا $\frac{14}{16}$ میں خصوصیت سے بیان کی تھی۔ اب یوحنا حواری نے بھی بیان کی جس سے معلوم ہوا۔ کہ یوحنا کے مکاشفہ تک کلام خداوالی علامت کا پورا ہونا باقی تھا۔ پس یہ قرآن ہی جس کی بابت خدا خود فرماتا ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ یہ تو وہ کلام خدا ہے جو اُس پر نازل کیا گیا ہے۔

(ی) فرشتوں کا اور ملکوتی طاقتوں کا آنحضرت کے ساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظہیر۔ یعنے فرشتے بھی اُس کے مددگار ہیں۔ فرشتوں کے صاف سفید کپڑے نبی صلعم کے اتباع میں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس ہی محبوب تھا۔ آپ کے نشان (علم) کا رنگ بھی سفید تھا۔ امتناع جنگ اور قیام صلح کے لئے بھی سفید پھریرا ہی اُڑایا کرتے ہیں۔

(ک) اُس کے مُنہ سے تیز تلوار نکلتی ہے۔ یہ جہاد ہے۔ اور جن لوگوں پر جہاد کیا گیا اُن کا ذکر بھی اسی مکاشفہ ۱۹ باب کے ۱۷ سے ۲۱ تک میں بیان کر دیا گیا ہے۔

(ل) لوہے کے عصا سے حکمرانی کریگا۔ زبور ۲۔ ۹ میں بھی اِس کا مذکور ہے۔ مکاشفہ میں زبور کے الفاظ دہرانے سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ ان الفاظ کا جو کوئی مصداق ہے۔ وہ یوحنا کے بعد آنیوالا ہے۔ پس وہ یقیناً محمدؐ رسول اللہ ہیں۔ کیونکہ پھر کوئی بھی حضور کے سوا وحی۔ نبوت اور سلطنت محکم کا جامع نہیں ہؤا۔

(م) وہ قادر مطلق کے قہر کے کولھو میں روندتا ہے۔ سرکش قبائل کا تباہ و خراب ہونا۔ قیصر و کسرےٰ کو نافرمانی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سزا ملنا خدا کے قہر ہی سے تھا۔

(ن) اس کے لباس اور ران پر بادشاہوں کا بادشاہ۔ خداوندوں کا خداوند لکھا ہوگا۔ آنحضرتؐ کے القاب عالیہ میں سے امام الانبیاء۔ سید المرسلین بھی ہیں۔ اور یہی مراد مکاشفہ کے الفاظ کی ہے۔ محمد سلیمان۔

"قربِ زمانۂ بعثت"

بعثت سے سات برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی[1]۔ اور آنحضرتؐ اس روشنی کے معلوم کرنے سے خوش ہوا کرتے تھے[2]۔ اس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہ ہوتی تھی۔ بعثت کا زمانہ جس قدر قریب ہوتا گیا۔ آنحضرت صلعم کے مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ آنحضرت اکثر پانی اور ستو لے کر شہر سے کئی کوس پرے سنسان جگہ کوہِ حرا[3] کی ایک غار میں جس کا طول ۴ گز عرض پونے دو گز تھا۔ جا بیٹھتے۔ عبادت کیا کرتے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا۔ اور قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی[4]۔ جبتک پانی اور ستو ختم نہ ہو جاتے شہر میں نہ آیا کرتے[5]۔

غار حرا میں عبادتیں کرنا

اب آنحضرتؐ کو خواب نظر آنے لگے۔ خواب ایسے سچے ہوتے تھے۔ کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے۔ دن میں ویسا ہی ظہور میں آ جاتا[6]۔

بعثت و نبوت

جب آنحضرتؐ کی عمر کے چالیس[7] سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا۔ تو ۹ ربیع الاول[8]

---

[1] صحیحین عن ابن عباس۔

[2] سفر السعادت مشرح مطبوعہ افضل المطابع کلکتہ چھاپ ۱۲۵۲ھ صفحہ ۴۱۔

[3] اب اسے جبل نور کہتے ہیں۔ مفصل حال ہمارے سفرنامہ حجاز میں ہے

[4] سفر السعادت جمعًا للاقوال۔ [5] صحیحین عن عائشہ [6] صحیحین عن عائشہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳۔

[7] صحیح بخاری عن ابن عباس باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت موسیٰ کو بھی ۴۰ سال پورا ہونے پر نبوت ملی تھی۔ دیکھو کتاب اعمال منقولہ انجیل۔

[8] زاد المعاد صفحہ ۱۸ میں ۸ ربیع لکھی ہے۔ دوشنبہ کے دن پر اتفاق ہے۔ چونکہ دوشنبہ کا دن ۹ کو پڑتا ہے اسلئے ۹ ہی صحیح ہے

سنہ ۴۱ میلادی۔ مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء کو بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم نبوت لیکر آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ اُس وقت آنحضرتؐ غار حرا میں تھے۔

روح نے کہا۔ محمدؐ۔ بشارت قبول فرمایئے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور میں جبریل ہوں[1]۔

اس واقعہ کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم فوراً گھر میں آئے۔ اور لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا۔ تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں۔ کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے[2]۔

خدیجۃ الکبریٰ کی شہادت آنحضرت صلعم کے اعلےٰ اخلاق پر

خدیجۃ الکبرےٰؓ نے کہا۔ نہیں۔ آپ کو ڈر کا ہے کا۔ میں دیکھتی ہوں۔ کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے۔ سچ بولتے۔ رانڈوں یتیموں۔ بیکسوں کی دستگیری کرتے۔ مہمان نوازی فرماتے۔ اصل مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ خدا آپ کو کبھی اندوہگین نہ فرمائے گا[3]۔

اب خدیجۃ الکبرےٰؓ کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کے اپنے رشتے کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئی۔

اس کتاب کے مقدمے میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہ نجاشی اور قیصر کی کوششوں سے عیسائیت عرب میں آ چکی تھی۔ اس لئے بعثت محمدیؐ کے قریب عرب میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو علمائے یہود و نصاریٰ سے بہت سی معلومات کا استفادہ کر چکے تھے۔ اور دین جاہلیت کو چھوڑ کر یہ خبریں دیا کرتے تھے۔ کہ عنقریب ایک رسول ظاہر ہونے والا ہے۔ جو ابلیس اور اس کے لشکر پر غالب ہوگا۔ ان اشخاص میں عثمان بن حریث

---

[1] سفر السعادت مشرح صفحہ ۳۵۔
[2] اس فقرے سے حضور کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا۔
[3] صحیحین عن عائشہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴۔

عبید، زیدبن عمرو اور ورقہ بن نوفل کے نام خصوصیت سے مشہور ہیں[۵۱]،

زیدبن عمرو جو عمر فاروقؓ کے چچا تھے۔ وہ بزرگوار ہیں۔ جنہوں نے رسول موعود کی تلاش میں دور دور کے سفر کئے تھے۔ اور آخر یہ معلوم کر کے کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ اسی مبارک انتظار میں رہ کر انتقال کر چکے تھے۔

عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرتؐ کی نبوت پر

الغرض حضرت خدیجہ کی درخواست پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریلؑ کے آنے، بات کرنے کا واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ جھٹ بول اُٹھا۔ یہی ہے۔ وہ ناموس جو موسیٰ علیہ السلام پر اُترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا۔ جب قوم آپ کو نکال دے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا قوم مجھے نکال دیگی؟ ورقہ بولا۔ ہاں۔ اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی۔ اُس سے (شروع میں) عداوت ہی ہوتی رہی کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں۔ اور حضور کی نمایاں خدمت کروں[۵۲]،

کچھ دنوں[۵۳] کے بعد پھر فرشتہ آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے آج تک لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا۔ خدا کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا۔ جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ روح الامین نے ان آیات کو پڑھا تھا۔

---

۵۱ خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو،

۵۲ صحیحین عن عائشہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴۔ ورقہ مرحوم اس واقعہ سے چند دنوں بعد ہی مر گیا تھا۔ وہ نہایت ضعیف اور نابینا و لبصر ہو گیا تھا۔ بزرگوار ورقہ نے ہجرت کا ذکر پیپاہ ۲۴ باب میں پڑھا ہوگا،

۵۳ علما کا اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول ہوئی۔ نیز اتفاق ہے کہ ابتداء وحی اکتالیسویں سال کے شروع میں ہوئی۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ ابتداء وحی بھی ماہ ربیع الاول ہوئی۔ مگر قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ابتدائے نزول قرآن ماہ رمضان ہے۔ کچھ دنوں سے مراد اس عرصہ کا درمیانی فاصلہ تقریباً چھ ماہ ہے جس میں وہ رویائے صادقہ آتے رہے۔ جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ (۲۳ سال عہد نبوت کا چھیالیسواں حصہ ۶ ماہ) ہے۔ امام طبری نے نزول قرآن کی تاریخ ۱۷ یا ۱۸ رمضان روایت کی ہے۔ چونکہ ۱۸ رمضان سنہ ۱ نبوت کو یوم جمعہ تھا (مطابق ۱۷ اگست ۶۱۰ء) اسلئے نزول قرآن مجید شب جمعہ ۱۸ رمضان کو تھا۔

قرآن مجید کا نزول اور سورۃ علق ع ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝	شروع ہو اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور نہایت رحم والا ہے
اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ	پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ جسنے
خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ اِقۡرَاۡ	انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا۔ ہاں، پڑھتا چلا جا تیرا
وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ الَّذِیۡ عَلَّمَ	پروردگار تو بہت کرم والا ہے جسنے قلم کے ذریعے تعلیم دی
بِالۡقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ	جسنے انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔[۱]

نماز کا آغاز اس کے بعد روح الامین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دامن کوہ میں لایا۔ نبی صلعم کے سامنے خود وضو کیا۔ اور آنحضرتؐ نے بھی وضو کیا۔ پھر دونوں نے ملکر نماز پڑھی روح الامین نے پڑھائی

تبلیغ کا آغاز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر پہنچ کر تبلیغ شروع کر دی۔ خدیجہ بیوی، علی بھائی عمر آٹھ سال، ابوبکر دوست، زید بن حارثہ مولےٰ، پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے[۲]

اُن اشخاص کا ایمان لانا جو آنحضرتؐ کی چالیس سالہ ذرا ذرا سی حرکات و سکنات تک سے واقف تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صداقت اور راستبازی کی قوی دلیل ہے۔

بلال، عمرو بن عنبسہ۔ وخالد بن سعد بن عاص بھی چند روز ہی کے بعد مسلمان ہو گئے۔

ابوبکر بڑے مالدار تھے۔ تجارت کرتے تھے۔ مکہ میں اُن کی دکان بزازی کی تھی۔ لوگوں سے انکا بہت میل ملاپ تھا۔ انکی تبلیغ سے عثمان غنی۔ زبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف طلحہ۔ سعد بن ابی وقاص مسلمان ہوئے۔ پھر ابوعبیدہ عامر بن عبد اللہ بن الجراح جن کا لقب بعد میں امین الامۃ ہوا۔ عبد الاسد بن ہلال۔ عثمان بن مظعون۔ عامر بن۔

سابقین الاولین کے مختصر نام

---

[۱] اس خوبی کو دیکھئے۔ کہ اللہ کا کلام جو انسان کی ہدایت کے لئے اترا۔ انسان کی ابتدائی حالت ہی سے شروع ہوتا ہے۔ اور سب سے پہلے انسان کے لئے تعلیم کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے۔ اور یہ بھی بتلاتا ہے۔ کہ نبی کو خود خالق نے تعلیم دی۔ ما لم یعلم سے آنحضرتؐ کا ان پڑھ ہونا ظاہر ہے۔ کتاب یسعیاہ ۲۹/۱۲ میں ہے کہ۔
"ان پڑھ کو کتاب دیگئی۔ کہ اسے پڑھیئے" قرآن مجید کے لفظاً ومعناً کلام الٰہی ہونے کیلئے دیکھو استثنا ۱۵ تا ۲۰ درس ۱۸ باب

[۲] علما میں اختلاف رہا ہے کہ علی مرتضیٰ پہلے اسلام لائے یا ابوبکر صدیق۔ میں نے اس بحث کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ یہ بحث ابوبکر صدیق یا علی مرتضیٰ کی سیرت میں ہونی چاہیئے۔

فہیرہ ازدی۔ ابوحذیفہ بن عتبہ۔ سائب بن عثمان مظعون اور ارقم مسلمان ہوئے؛

عورتوں میں خدیجہ اُمّ المومنین کے بعد ....

نبی صلعم کے چچا عباس کی بیوی ام الفضل۔ اسماء بنت عمیس۔ اسماء بنت ابوبکر۔ اور فاطمہ خواہر عمر فاروق نے اسلام قبول کیا؛

پہاڑی گھاٹی میں نماز

اُن دنوں مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کے ابتدائی تین سال تک لوگوں کو چپکے چپکے سمجھایا کرتے تھے۔ اور پتھروں۔ درختوں۔ چاند اور سورج کی پوجا سے ہٹا کر خدا کی بندگی سکھلایا کرتے تھے؛

اب خدا کا حکم پہنچا؛

علانیہ تبلیغ کا حکم

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ

اے درست کرنے والے (عالم کے) اٹھو (گندے اعمال والوں کو) ڈراؤ۔ اور اپنے پروردگار کی بزرگی کو پھیلاؤ۔ اور پاکدامنی اختیار کرو (مخلوق پرستی کی) نجاست سے علیحدگی اختیار کرو۔ احسان اس نیّت سے نہ کرو۔ کہ لوگوں سے اس کا فائدہ حاصل کیا جاوے۔ اپنے پروردگار کے لئے (رسالت کرتے ہوئے ہر ایک امتحان اور تکلیف میں) استقلال رکھو؛

اِن آیات سے ظاہر ہے۔ کہ نبی صلعم کی رسالت اور نبوت کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے :۔

(۱) نافرمانوں کو انکی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا۔ اور انجام سے ڈرانا؛

لہ ازدثر الطائر تدثیراً درست ساخت طائر آشیانہ خود را منتہی الارب باب د۔ ث۔ ر۔

علامہ ابوالسعود اپنی تفسیر جلد ہشتم صفحہ ۲۸۸ پر لکھتے ہیں۔ مدثر ا سے الذی دثر ہذا الامر العظیم وعصب بہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مقصد | (۲) اللہ کی ربوبیت اور کبریائی اور عظمت و جلال کا آشکار کرنا؛

(۳) لوگوں کو اعتقاد اور اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک رہنے کی تعلیم دینا؛

(۴) پاکیزگی۔ صفائی اور پاکدامنی سکھانا؛

(۵) الہٰی تعلیم مفت دینا۔ نہ اُن پر احسان جتانا۔ نہ ان سے اپنے کسی فائدہ کی توقع رکھنا

(۶) اس کام میں جس قدر بھی مصائب اور شدائد جھیلنی پڑیں۔ سب کی برداشت کرنا؛

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے حالات پر غور کریگا۔ اُسے معلوم ہو جائیگا کہ آنحضرتؐ نے کیسی خوبی سے ان سب مقاصد کو پورا کیا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا کام بمدارج ذیل آہستہ آہستہ وسعت پکڑتا رہا

تبلیغ کے پنجگانہ مراتب | اوّل۔ قریب کے رشتہ دار، اور خاص خاص احباب

دوم۔ قوم اور شہر کے سب لوگ؛

سوم۔ مکہ کے اطراف و جوانب کے قبیلے؛

چہارم۔ عرب کے جملہ حصص اور قبائل؛

پنجم۔ دنیا کی جملہ متمدنہ اقوام۔ اور جملہ مشہور مذاہب؛

حضورؐ نے اس تبلیغ کے لئے نہایت استحکام۔ کمال استقلال۔ اور کشادہ پیشانی و نزہت خاطر سے ہر قسم کی مصائب برداشت کرنے میں ثابت قدمی فرمائی تھی۔ اور اپنی تعلیم کو دلائل بیّن اور براہین محکم سے ثابت کر دکھایا تھا؛

ناظرین اس کتاب میں تبلیغ کی ان پنجگانہ مراتب کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مساعی کا ذکر معلوم کر سکیں گے؛

بعثت کے وقت عالم کی حالت | یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ عالم

کے لئے مبعوث ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی۔ وحشت و درندگی کا دنیا پر تسلط تھا۔ انسانیت۔ تہذیب اخلاق کے نام شاید اُن کتابوں میں نظر آسکتے تھے۔ جن کا دلوں پر کوئی اثر نہ رہا تھا؛

(الف) بنی اسرائیل تو مسیح سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے کے مستحق ٹھہر چکے تھے۔ اب مسیحؑ کی لعنت سے ظاہری شکل و صورت کے سوا اُن میں آدمیت کا ذرا بھی نشان باقی نہ رہا تھا۔ اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے اُن میں بُت پرستی قائم ہو چکی تھی؛

(ب) یورپ میں جہالت و وحشت کا دَور دورہ تھا؛

انگلستان میں برٹن اور سیکسن وحشی تومیں آباد تھیں؛

نارتھمبرلینڈ۔ ٹرینٹ۔ کون ٹیمبر۔ نارفوک۔ سوفوک۔ سا سیکس (اضلاع انگلستان) میں ورڈن بُت کی پرستش ہوتی تھی؛

فرانس۔ برن ہلڈ۔ سگ برٹ۔ فرے دی گوٹن دی۔ ل ہے رک۔ نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا۔ جبکہ پادریوں کے ایماء سے بہت سی بیہودگیاں روا رکھی جاتی تھیں؛

فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریائے الب پر معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ لڑائی ۷۸۲ء کے بعد تک جاری رہی۔ جبکہ ساڑھے چار ہزار سیکسن قیدی نہایت بیرحمی سے شہر ورڈون میں ہلاک کئے گئے۔ ہنگری ان دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا۔ جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا[۱]؛

(ج) ایران پر مزدکیہ کا زور تھا۔ جنھوں نے زن۔ زر۔ زمین کے وقف عام کر دینے

---

[۱] سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۱۲-۱ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ ایڈیٹوریل نوٹ؛

سے اخلاق اور انسانی ترقیات کو ملیامیٹ کر دیا تھا؛

(د) ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا[1]۔ اور بام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا۔ وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگانِ خدا کی رہبری کرتے تھے۔ مندروں میں زن و مرد کی برہنگی کی تمثالیں بنا کر رکھی جاتی تھیں۔ اور انہی کی پرستش کی جاتی تھی۔ عبادت خانوں کے در و دیوار پر ایسی سراپا فحش تصویریں کندہ کی جاتی تھیں جن کے تصوّر سے ایک مہذّب شخص کو نفرت آنی چاہیئے؛

(ہ) چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر خُدا سے مُنہ موڑ لیا تھا۔ ہر کام کے بُت جُدا جُدا مقرر تھے۔ کوئی بارش کا۔ کوئی اولاد کا کوئی جنگ کا۔ کوئی امن کا اور ہر ایک بُت کو سزا دینا بھی بادشاہ ہی کے اختیار میں تھا؛

کانفیوشش کو چین کا مصلح سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت تک اُس کا بھی ظہور نہ ہُوا تھا؛

(و) مصر میں عیسائیت زوروں پر تھی۔ مسیح علیہ السلام کی شخصیت اور ابنیت کی تعریف و تحدید، توحد و تفریق کے متعلق روز روز نئے نئے اعتقادات پیدا ہوتے۔ نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ ایک فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا۔ اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا؛

یہ مختصر حالت اُن ممالک کی ہے۔ جو زبردست حکومتوں اور شریعتوں کے زیر اثر تھے؛ اور جن میں سے ہر ایک کو بجائے خود علم و تہذیب کے بڑے بڑے دعوے تھے

(ز) عرب کا قیاس انہی ممالک پر کر لیجئے۔ اور قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ملحوظ رکھئے کہ یہ ایسا ملک تھا۔ جہاں صدیوں سے نہ کسی بادشاہ کا تسلّط ہوا تھا۔ نہ کوئی اثر قانون

[1] اردو، تہذیب قدیم ہندوستان، مسٹر آر۔ سی۔ دت۔ صفحہ ۳۷؛

نے ڈالا۔ نہ کوئی ہادی انکی ہدایت کیلئے پہنچا تھا۔ اس حیوانی[1] آزادی بے علمی۔ جہالت اور اقوام متمدنہ سے علیحدگی اور اجنبیت نے انکی حالت کو اور بھی زیادہ تباہ کر دیا تھا۔

اِس بدترین حالت ہی نے ان کو زیادہ تر واجب الرحم ٹھہرایا۔ اور ربّ العالمین نے اصلاح عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونا پسند فرمایا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ربانی کے موافق تبلیغ عام کا کام شروع فرما دیا؛

اپنے کنبہ میں تبلیغ قریبی رشتہ داروں کو سمجھانے کا حکم قرآنمجید میں خصوصیت سے نہا؛ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز سب کو کھانے پر جمع کیا۔ یہ سب بنی ہاشم ہی تھے۔ انکی تعداد چالیس یا ایک کم زیادہ تھی۔ اس روز ابولہب کی بکواس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اسلئے دوسری شب پھر انہی کی دعوت کی گئی۔ جب سب لوگ کھانا کھا کے۔ دودھ پی کے۔ فارغ ہو گئے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

اپنے گھرانے کے لوگوں میں آنحضرتؐ کی تقریر اے حاضرین! میں تم سب کے لئے دنیا اور آخرت کی بہبودی لیکر آیا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں۔ بتلاؤ۔ تم میں سے کون میرا ساتھ دیگا؛

یہ سُنکے سب کے سب چپ رہ گئے۔ حضرت علیؓ نے اُٹھ کر کہا۔ یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ تم اس کی بات مانا کرو۔ اور جو کہا کرے۔ سُنا کرو۔ یہ فقرہ سُن کر مجمع خوب کھل کھلا کر ہنسا۔ اور ابوطالب سے تمسخر کرنے لگا۔ دیکھو! محمدؐ نے تمہیں کہہ دیا ہے۔ کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو[2]؛

---

[1] انسانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کی پابندی کے تحت میں ہر شخص کو حاصل ہے اور حیوانی آزادی وہ ہے۔ جو قانون اور مذہب کے اثر کو باطل ٹھہرا کر حاصل ہوئی ہو؛

[2] ابوالفداء صفحہ ۱۱۷

پہاڑی کا وعظ اور اہل مکّہ کو عام تبلیغ

ایک روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کے لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔ جب سب جمع ہو گئے۔ تو نبیؐ نے فرمایا۔ تم مجھے بتلاؤ کہ تم مجھے سچّا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو؟

سب نے ایک آواز سے کہا۔ ہم نے کوئی بات غلط یا بیہودہ تیرے منہ سے نہیں سُنی۔ ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ تو صادق اور امین ہے۔"

نبیؐ نے فرمایا۔" دیکھو! میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں۔ اور تم اسکے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے اِدھر بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور اُدھر بھی نظر کر رہا ہوں۔ اچھا۔ اگر میں یہ کہوں کہ رہزنوں کا ایک مسلح گروہ دور سے آتا نظر آ رہا ہے۔ جو مکہ پر حملہ آور ہو گا۔ کیا تم اس کا یقین کر لو گے؟

لوگوں نے کہا۔" بیشک۔ کیونکہ ہمارے پاس تیرے جیسے راستباز آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ ایسے بلند مقام پر کھڑا ہے کہ دونوں طرف دیکھ رہا ہے!

نبیؐ نے فرمایا۔" یہ سب کچھ سمجھانے کے لئے ایک مثال تھی۔ اب یہ یقین کر لو۔ کہ موت تمہارے سر پر آ رہی ہے۔ اور تم نے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور میں عالم آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسا کہ دنیا پر تمہاری نظر ہے"[1]

اس دلنشین وعظ سے مطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ نبوت کیلئے ایک مثال پیش کریں کہ کس طرح ایک شخص عالم آخرت کو دیکھ سکتا ہے جبکہ ہزاروں اشخاص اُسے نہیں دیکھ سکتے!

تبلیغ میں آنحضرتؐ کی کوششیں

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو عام طور پر سمجھانا شروع کیا ہر ایک مجلس میں، ہر ایک میلے میں، ہر ایک گلی کوچے میں جا جا کر لوگوں کو توحید کی خوبی بتلاتے۔ بتوں۔ پتھروں۔ درختوں کی پوجا سے روکتے۔ بیٹیوں کے مار ڈالنے سے

[1] دیکھو مشکاۃ شریف ۱۱/۱۹ ۔

نبوت کے بعد کا ذکر

آپکے وعظ کی بڑی بڑی باتیں

ہٹاتے۔ زنا سے منع کرتے۔ جوا کھیلنے سے لوگوں کو روکتے
تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ لوگ اپنے جسم کو نجاست سے کپڑوں کو میل کچیل سے۔ زبانکو
گندی باتوں سے۔ دل کو جھوٹے اعتقادوں سے پاک وصاف رکھیں۔ وعدہ اور اقرار
کی سخت پابندی کریں۔ لین دین میں کسی سے دغا نہ کریں۔ خدا کی ذات کو نقص سے
عیب سے آلودگی سے پاک سمجھیں۔ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھیں۔ کہ زمین آسمان۔ چاند۔ سورج
چھوٹے بڑے سب کے سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سب اُسی کے محتاج ہیں۔ دعا کا
قبول کرنا۔ بیمار کو صحت تندرستی دینا۔ مرادیں پوری کرنا۔ اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کی مرضی
اور حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ کر نہیں سکتا۔ فرشتے اور نبی بھی اسکے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے؛

منڈیوں اور میلوں میں آنحضرتؐ کا تبلیغ فرمانا

عرب میں عکاظ اور ثعلبیہ۔ اور ذی المجاز کے میلے بہت مشہور تھے؛
دور دور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے۔ نبی صلعم ان مقامات پر جاتے؛
اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام۔ اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے؛

قریش کی مخالفت

مغرور قریش کو جو عرب میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے۔ جیسے شہد
میں ہل چل مچی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ پسند نہ آیا۔ اسکی چند وجوہات تھیں؛

(۱) وہ نبوت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے۔ اور بعید سمجھتے تھے۔ کہ خدا کے حکم سے
کوئی انسان۔ انسانوں کے سمجھانے کے لئے آئے؛

(۲) وہ جزا و سزائے اعمال کے قائل نہ تھے۔ اسلئے تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی
جواب دہی ہوگی۔ ان کے نزدیک بالکل قابل تمسخر تھی؛

(۳) وہ خاندان اور شرافت بزرگاں پر نہایت مغرور تھے۔ اور انہیں اسلامی
مساوات اور اسلامی اخوت کا قبول کرنا ایک قسم کی حقارت اور ذلت محسوس ہوتی تھی؛

(۴) اُن میں اکثر قبائل بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے۔ اور دشمن قبیلہ کے ایک
شخص کی تعلیم پر چلنا انہیں عار معلوم ہوتا تھا؛

(۵) وہ بُت پرستی پر بالکل قانع تھے۔ اور اس سے برتر کسی مذہب میں کسی خوبی کا امکان بھی ان کے تصوّر میں نہ آتا تھا؛

(۶) وہ زنا، جوا، رہزنی، قتل، عہد شکنی، آوارگی ہر ایک قانون وقاعدہ کی بندش وقیود سے آزاد رہنے۔ بیشمار عورتوں کو گھر میں ڈال رکھنے کے عادی تھے۔ اور اسلام کا قانون ان کو اپنی پیاری عادات کا دشمن معلوم ہوتا تھا؛

اسلئے اُنہوں نے آنحضرتؐ کی مخالفت پر کمر باندھی۔ اور اسلام کا نام ونشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا؛

اسلام کے خلاف تدبیریں

اوّل: تدبیر یہ اختیار کی گئی۔ کہ اسلام لانے والوں کو سخت اذیت دی جائے۔ تاکہ جو مسلمان ہو چکے ہیں وہ واپس آجائیں۔ اور نئے لوگ اسے اختیار نہ کریں؛

قریش نے اسلام لانے والوں پر جو مظالم کئے۔ انہیں جو تکالیف اور اذیتیں دیں۔ اُن کا مفصّل بیان دشوار ہے۔ مختصر طور پر اُن کے عذاب ہی کے طریقوں اور چند بزرگواروں کا حال مذکور ہوتا ہے؛

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور وستم

(۱) بلال رضی اللہ عنہ[1] حبشی تھے امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب اُمیّہ نے سُنا کہ بلالؓ مسلمان ہو گئے ہیں۔ گوناگون عذاب اُنکے لئے ایجاد کئے گئے؛ (۱) گردن میں رسّی ڈالکر لڑکوں کے ہاتھ میں دیجاتی۔ اور وہ مکّہ کی پہاڑیوں میں انہیں لئے پھرتے۔ رسّی کا نشان گردن پر نمایاں ہو جاتا؛ (۲) وادی مکّہ کے گرم ریت پر انہیں لٹا دیا جاتا۔ اور گرم گرم پتھر انکی چھاتی پر رکھ دیا جاتا؛ (۳) مُشکیں باندھکر لکڑیوں سے پیٹا جاتا؛ (۴) دھوپ میں بٹھلایا جاتا؛ (۵) بھوکا رکھا جاتا۔ حضرت بلالؓ ان سب حالتوں میں اَحَدٌ اَحَدٌ کے نعرے لگاتے رہتے۔ ابوبکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ کو خریدا۔ اور خدا کے لئے آزاد کر دیا؛

[1] دمشق میں ۲۰ھ کو بعمر ۶۳ سال وفات پائی

(۲) عمارؓ اور اُن کے والد یاسرؓ اُنکی والدہ سُمیہؓ مسلمان ہوگئے تھے۔ ابوجہل نے اُنھیں گوناگوں عذاب پہنچائے۔ ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں مارکھاتے عذاب سہتے دیکھا۔ فرمایا۔ اِصْبِرُوْا یَا اٰلِ یَاسِر فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃَ (یا سروالو صبر کرو۔ تمہارا مقام جنت ہے) کمبخت ابوجہل نے بی بی سُمیہ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا۔ اور اُسے جان سے مار ڈالا[۱]۔

(۳) ابوفکیہ جن کا نام افلح تھا کے پاؤں میں رسّی باندھ کر انہیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا[۲]۔

(۴) خبابؓ بن ارت کے سر کے بال کھینچے جاتے۔ گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے بارہا آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا[۳]۔

(۵) لبینہ۔ زنیرہ۔ نہدیہ اور اُم عبیس بیچاری لونڈیاں تھیں۔ اور ان کے سنگدل آقا ان کو ایسی ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے۔

قریش کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا۔ اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وہ ایسی ہی سنگدلی کا برتاؤ کیا کرتے[۴]۔

(۶) عثمان بن عفان کے اسلام لانے کی خبر اُن کے چچا کو ہوئی۔ تو وہ کمبخت حضرت عثمانؓ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا۔ اور نیچے سے دھواں دیا کرتا[۵]۔

(۷) مصعب بن عمیرؓ[۶] کو ان کی ماں نے گھر سے نکال دیا تھا۔ اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے۔

(۸) بعض صحابہ کو قریش گائے اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے۔

---

[۱] جنگ صفین میں بعمر ۹۱-۹۲ سال شہید ہوئے [۲] مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۰۔
[۳] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۳۔ [۴] مدینہ میں بعمر ۶۳ سال ۱۹ھ کو وفات پائی۔
[۵] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۳۔ [۶] جنگ احد میں شہید ہوئے۔

غرض ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے۔ کہ صرف اسلام کی صداقت ہی اُنکا مقابلہ کرسکتی تھی۔ پہلی اُمتوں نے تو کھوٹے بڑے پیکرانبیاء کو گرفتار اور قتل تک کرادیا تھا[1]

آنحضرتؐ کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں

بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے۔ تاکہ رات کی اندھیاری میں آپکے پاؤں زخمی ہوں۔ گھر کے دروازے پر عفونتیں پھینکی جاتیں۔ تاکہ صحت وجمعیت خاطر میں خلل پیدا ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر فرمادیا کرتے۔ کہ فرزندان عبد مناف احق ہمسائگی خوب ادا کرتے ہو!

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشمدید بیان ہے۔ کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا اُس نے اپنی چادر کو لپیٹ دیکر رسّی جیسا بنایا۔ اور جب نبی صلعم سجدہ میں گئے۔ تو چادر کو حضور کی گردن میں ڈالدیا۔ اور پیچ پر پیچ دینے شروع کئے۔ گردن مبارک بہت بھینچ گئی تھی۔ تاہم حضور صلعم اُسی اطمینان قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں ابوبکر صدیقؓ آئے۔ انہوں نے دھکے دیکر عقبہ کو ہٹایا۔ اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھ کر سنائی۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ[2] — کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو۔ اور صرف اِس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمہارے پاس اپنی روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے؟

چند شریر ابوبکرؓ صدیق کو لپٹ گئے اور اُن کو بہت زدوکوب کیا۔

ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلعم خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے۔ قریش بھی صحن کعبہ میں جا بیٹھے تھے۔ ابوجہل بولا۔ کہ آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے۔ اوجھڑ پڑی ہوئی ہے۔ کوئی جائے۔ اُٹھا لائے۔ اور اس (نبی صلعم) کے اوپر دھردے۔ شقی عقبہ

[1] زاد المعاد۔ جلد ا۔ صفحہ ۲۹ [2] تاریخ طبری [3] صحیح بخاری عن ابن عمرو بن العاص باب لقی النبی من المشرکین

اُٹھا۔ نجاست بھری اوجھڑی اُٹھا لایا۔ جب نبی صلعم سجدہ میں گئے۔ تو پُشت مبارک پر رکھدی آنحضرت تو ربّ العزّت کی جانب متوجّہ تھے۔ کچھ خبر بھی نہ ہوئی۔ کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے۔ اور ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے؛

ابن مسعود صحابی بھی موجود تھے۔ کافروں کا ہجوم دیکھ کر اُنکا تو حوصلہ نہ پڑا۔ مگر معصوم سیدہ فاطمہ زہرا آگئیں۔ انہوں نے باپ کی پُشت سے اوجھڑی کو پرے پھینک[۱] دیا۔ اور ان سنگدلوں کو سخت سُست بھی کہا؛

ایذا رسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں قریش مکّہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر جو جور و ستم ہو رہے تھے اُسے ہنوز ناکافی سمجھا۔ اسلئے بجائے متفرّق کوششوں کے اب باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں۔

مستہزئین کی جماعت ایک کمیٹی قائم ہوئی جس کا میر مجلس ابولہب تھا۔ اور مکّہ کے ۲۵ سردار اس کے ممبر تھے؛

اس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا۔ کہ جو لوگ دور دراز سے مکّہ میں آتے ہیں اُنہیں محمدؐ کی نسبت کیا کہا جائے تاکہ وہ لوگ اسکی باتوں میں نہ پھنسیں۔ اور اسکی عظمت کے قائل نہ ہوں

ایک نے کہا۔ ہم بتلایا کرینگے۔ کہ وہ کاہن ہے؛

ولید بن مغیرہ (جو ایک خرانٹ بڈھا تھا) بولا۔ بیٹے بھتیرے کاہن دیکھے ہیں۔ لیکن کہاں تو کاہنوں کی تُک بندیاں۔ اور کجا محمدؐ کا کلام۔ ہمکو ایسی بات نہ کہنی چاہئے۔ جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں۔ کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں؛

ایک نے کہا۔ ہم اُسے دیوانہ بتایا کریں گے؛

ولید بولا۔ محمدؐ کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے؟

ایک بولا۔ اچھا ہم کہیں گے۔ وہ شاعر ہے؛

ولید نے کہا۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ اصنافِ سخن ہمکو بخوبی معلوم ہیں۔

---

[۱] صحیح بخاری عن ابن مسعود۔ کتاب الجہاد والسیر صحیح مسلم؛

محمدؐ کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں !

ایک۔ بولا۔ ہم بتایا کریں گے۔ کہ وہ جادوگر ہے !

ولید نے کہا جس طہارت و لطافت و نفاست سے محمدؐ رہتا ہے۔ وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے۔ جادوگروں کی منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں۔

دشمنوں کا عجز آنحضرتؐ کے توصیف سے

اب سب نے عاجز ہو کر کہا۔ اچھا تم ہی بتلاؤ۔ کہ پھر کیا کہا جائے۔

ولید نے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ محمدؐ کے کلام میں عجب شیرینی ہے۔ اسکی گفتگو نورس حلاوت ہے کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے۔ جس سے باپ بیٹے۔ بھائی بھائی۔ شوہر و زن میں جدائی ہو جاتی ہے[1]۔ اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

آخر اِس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پر اتفاق کیا۔

دشمنوں کے ریزولیوشن آنحضرتؐ کے خلاف

محمدؐ کو ہر طرح سے دق کیا جائے۔ بات بات میں اسکی ہنسی اُڑائی جائے۔ تمسخر اور ایذا سے اسے سخت تکلیف دی جائے۔ محمدؐ کے سچا سمجھنے والوں کو انتہا درجہ کی تکالیف کا شکار کیا جائے !

ہجرت حبش

جب کفار نے مسلمانوں کو بیحد ستانا شروع کیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اجازت دیدی کہ جو کوئی چاہے۔ وہ اپنی جان و ایمان کے بچاؤ کے لئے حبش کو چلا جائے !

اِس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۲ مرد۔ ۴ عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا۔ اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کو روانہ ہو گیا[2]!

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ا صفحہ ۹ و شفاء قاضی عیاض صفحہ ۱۲۹ ! [2] زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۲۴۔

حضرت عثمان کی فضیلت

اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمانؓ بن عفان تھے۔ سیدہ رقیہ (بنت النبی صلعم) اُن کے ساتھ تھیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوط وابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی ہے (رواہ حاکم)

قریش نے مسلمانوں کا حبش تک تعاقب کیا

اُن سے پیچھے اور بھی مسلمان (۸۳ مرد - ۱۸ عورتیں) مکہ سے نکلے۔ اور حبش کو روانہ ہوئے۔ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی جعفر طیارؓ بھی تھے۔ قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا۔ مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ مکّہ کے کافر بھی اُس کے پاس تحفے تحائف لیکر گئے۔ اور جاکر کہا۔ کہ ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں۔ ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ مسلمان دربار میں بُلائے گئے۔ تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ نے دربار میں یہ تقریر کی:۔

دربار حبش حضرت جعفرؓ کی تقریر اسلام پر

اے پادشاہ۔ ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بیہودہ بکا کرتے تھے۔ ہم میں انسانیت اور سچی مہمانداری کا نشان نہ تھا۔ ہمسایہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ وقانون نہ تھا ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب نسب۔ سچائی دیانتداری۔ تقوی پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اُس نے ہم کو توحید کی دعوت دی۔ اور سمجھایا۔ کہ اُس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اُس نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا۔ اُس نے فرمایا۔ کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں۔ رحم کریں۔ گناہوں سے دور رہیں۔ بُرائیوں سے بچیں۔ اُس نے حکم دیا۔ کہ ہم نماز پڑھا کریں۔ صدقہ دیا کریں۔ اور روزے رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے۔ قوم سے جہاں تک ہو سکا ہم کو ستایا۔ تاکہ ہم وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں۔ اور لکڑی اور پتھر کی مورتوں کی پوجا کرنے لگ جاویں۔ ہمنے انکے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔ اور جب مجبور

ہو گئے۔ تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں"[1]

بادشاہ نے یہ تقریر سُنکر کہا۔ مجھے قرآن سُناؤ۔ جعفر طیارؓ نے اسے سورہ مریم سُنائی بادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی۔ کہ وہ رونے لگ گیا۔ اور اس نے کہا کہ "محمدؐ تو وہی رسول ہیں جن کی خبر یسوع مسیحؑ نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول کا زمانہ ملا" پھر بادشاہ نے مکّہ کے کافروں کو دربار سے نکلوا دیا۔

جب مکّہ کے کافروں نے دیکھا۔ کہ حبش تک جانے کا بھی کچھ فائدہ نہ نکلا۔ تو انہوں نے کہا۔ آؤ۔ محمدؐ کو پہلے تو لالچ دیں۔ پھر دھمکی دیں۔ کسی طرح تو مان ہی جائیگا۔ یہ مشورہ کرکے مکّہ کا مشہور مالدار سردار جس کا نام عتبہ تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اُس نے یوں تقریر کی۔

میرے بھتیجے محمدؐ! اگر تم اس کارروائی سے مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو۔ تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں۔ کہ تو مالامال ہو جائے۔ اگر تم عزّت کے بھوکے ہو۔ تو اچھا۔ ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں۔ جو چاہو۔ سو کرنے کو حاضر ہیں مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو۔ اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آ گیا ہے۔ تو بتلا دو۔ کہ ہم تمہارا علاج کرائیں"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو کچھ تم نے میری بابت کہا۔ وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مجھے مال۔ عزّت۔ دولت۔ حکومت کچھ درکار نہیں۔ اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں۔ میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہو گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	"یہ فرمان خدا کی حضور سے آیا ہے۔ وہ بڑی
حٰمٓ ۔ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے۔ یہ برابر پڑھی
کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا	جانیوالی کتاب ہے۔ عربی زبان میں سمجھدار لوگوں

[1] سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۸۱۔

لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ٥ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ٥ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ ١ ؎

کے لئے اس میں سب باتیں کھلی کھلی درج ہیں جو لوگ خدا کا حکم مانتے ہیں۔ اُنکے واسطے اس فرمان میں بشارت ہے۔ اور جو انکار کرتے ہیں اُن کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے منہ موڑ لیا ہے۔ وہ اسے سنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اسکا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں۔ اور ہمارے کان اسکے شنوا نہیں۔ اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے۔ تم اپنی تدبیر کرو۔ ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں۔ اے نبیؐ ان لوگوں سے کہدیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مگر مجھ پر وحی آتی ہے۔ اور خدا کے فرشتے نے یہ بتلا دیا ہے کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اسی کی طرف متوجہ ہونا۔ اور اُسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ اُن لوگوں پر افسوس ہے۔ جو شرک کرتے ہیں۔ اور صدقہ نہیں دیتے۔ اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک کام کئے اُن کیلئے آخرت میں بڑا اجر ہے۔"

کلام پاک کے سننے سے عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہوگیا۔ وہ ہاتھوں پر سہارا دئے گردن پُشت پر ڈالے ہوئے سنتا رہا۔ اور بالآخر چُپ چاپ اُٹھ کر چلا گیا۔ قریش جو نتیجہ ملاقات معلوم کرنے کے مشتاق بیٹھے تھے۔ سردار عتبہ کے پاس جمع ہو گئے پوچھا۔ کیا دیکھا۔ کیا کہا۔ کیا سُنا؟

عتبہ بولا معشر قریش۔ میں ایسا کلام سُنکر آیا ہوں۔ جو نہ کہانت ہے۔ نہ شعر ہے نہ جادو ہے۔ نہ منتر ہے۔ تم میرا کہا مانو۔ میری رائے پر چلو۔ محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ رائے سُنکر کہا۔ لو عتبہ پر بھی محمدؐ کی زبان کا جادو چل گیا۔

جب لالچ کی تدبیر نہ چلی۔ تب سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوئے۔ اور نبی صلعم

---

١ ؎ ابن ہشام جلد ١۔ صفحہ ١٠٠ ؎

کے چچا ابو طالب کے پاس آکر یوں تقریر کی :-

"ہم نے آپ کا بہت ادب کیا۔ آپکا بھتیجا ہمارے ٹھاکروں اور بتوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے اتنا سخت سُست کہنے لگا ہے۔ کہ اب ہم صبر نہیں کر سکتے۔ آپ اسے سمجھا کر چُپ رہنے کی ہدایت کر دیں۔ ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے"!

سارے ملک کی عداوت کو دیکھ کر چچا کا دل درد اور محبّت سے بھر گیا۔ اُسنے نبی صلعم کو بُلایا اور سمجھایا کہ بُت پرستی کا رد نہ کیا کرو، ورنہ میں بھی تمہاری کچھ حمایت نہیں کر سکونگا"!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چچا، اگر یہ لوگ سورج کو میرے دہنے ہاتھ پر لا رکھیں۔ اور چاند کو بائیں ہاتھ پر۔ تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا۔ اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کرونگا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے"[1]!

اس ناکامی کے بعد قریش مکّہ نے مشورت کی۔ کہ محمدؐ کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیئے۔ اس مشورت کے بعد انہوں نے نبی صلعم کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ سرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ اور کعبہ کے اندر جمع ہیں "۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش خوش وہاں گئے۔ کیونکہ حضورؐ کو اُنکے ایمان لے آنے کی بڑی ہی آرزو تھی۔ جب آنحضرتؐ وہاں جا بیٹھے۔ تو انہوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا۔

اے محمدؐ ہمنے تجھے یہاں بات کرنیکے لئے بُلایا ہے۔ بخدا ہم نہیں جانتے۔ کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی مشکلات لایا ہو۔ جس قدر تو نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہیں۔ کوئی خرابی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہمپر نہ آچکی ہو۔ اب تم یہ بتلاؤ۔ کہ اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو۔ تو ہم تیرے لئے مال جمع کر دیں۔ اتنا کہ ہم میں سے کسی کے پاس اتنا روپیہ نہ نکلے۔ اور اگر شرف و عزّت کے خواستگار ہو تو ہم تجھے اپنا سردار بنا لیں "۔

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۸۹۔ جلد اول "

اور اگر تم سلطنت کے طالب ہو تو تجھے اپنا بادشاہ مقرر کرلیں۔ اور اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ جو چیز تمہیں دکھائی دیتی ہے۔ وہ کوئی جنّ ہے جو غالب آگیا ہے۔ تو ہم ٹونے ٹوٹکوں کیلئے مال صرف کریں۔ تاکہ تم تندرست ہو جاؤ۔ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ۔"

رسول اللہ نے فرمایا۔ تمنے جو کچھ کہا۔ میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں۔ جو تعلیم میں لیکر آیا ہوں وہ نہ طلب اموال کے لئے ہے۔ نہ جلب شرف یا حصول سلطنت کے واسطے ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ خدا نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مجھ پر کتاب اُتاری ہے۔ مجھے اپنا بشیر و نذیر بنایا ہے۔ مینے اپنے رب کے پیغام تم کو پہنچا دیئے ہیں۔ اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اگر تم میری تعلیمات کو قبول کروگے تو یہ تمہارے لئے دُنیا و آخرت کا سرمایہ ہے۔ اور اگر ردّ کروگے تب میں اللہ کے حکم کا انتظار کرونگا کہ وہ میرے لئے اور تمہارے لئے کیا حکم بھیجتا ہے۔"

قریش نے کہا۔ "اچھا۔ محمدؐ! اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے۔ تو ایک اور بات سنو۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ ہم کس قدر سختی و تنگی سے دن کاٹ رہے ہیں۔ پانی ہمارے پاس سب سے کم ہے۔ اور گزران ہماری سب سے زیادہ تنگ ہے۔ اب تم خدا سے یہ سوال کرو۔ کہ ان پہاڑوں[1] کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے۔ تاکہ ہمارے شہر کا میدان کھل جائے۔ نیز ہمارے لئے ایسی نہریں جاری کردے۔ جیسی شام و عراق میں جاری ہیں۔ نیز ہمارے باپ دادوں کو زندہ کردے۔ ان زندہ ہونے والوں میں قصیٰ[2] بن کلاب ضرور ہو۔ کیونکہ وہ ہمارا سردار تھا۔ اور سچ بولا کرتا تھا۔ ہم اس سے تیری بابت بھی پوچھ لیں گے۔ اگر اُس نے تیری باتوں کو سچ مان لیا۔ اور تو نے ہمارے دوسرے سوالوں کو بھی پورا کردیا۔

---

[1] منکرانِ مکہ تو صرف مکہ کے پہاڑوں کو پیچھے ہٹا کر اپنا صحن کھلوانا چاہتے تھے۔ لیکن ایمان والوں کے لئے جبرالطر سے لیکر کوہ قاف تک کوئی پہاڑ بھی روک نہ بن سکا اور تمام روئے زمین گھر کا صحن بن گیا۔

[2] آنحضرتؐ کے دادا عبد مناف کے والد کا نام ہے جس نے بنو جرہم کو مکہ سے نکالا اور قریش کے قبیلوں کو پھر اکٹھا کر کے مکہ میں آباد کیا۔ اور رفادہ۔ دیت۔ سقایہ۔ لوا۔ سفارت۔ حجابہ۔ ازلام کی خدمات کو تقسیم کردیا تھا۔ دیکھو رحمۃ للعالمین

تب ہم بھی تجھے سچّا جان لینگے۔ اور مان لینگے۔ کہ ہاں خدا کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہے اور اُس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ تو کہہ رہا ہے"

رسُول اللہؐ نے فرمایا "میں ان کاموں کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو اس تعلیم کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور میں نے خدا کے پیغامات تمہیں سنا دیئے ہیں اگر تم اس تعلیم کو قبول کر لوگے۔ تو یہ تمہاری دنیا و آخرت کیلئے سرمایہ ہے۔ اور اگر رد کر دو گے تو میں حکم خدا کا انتظار کرونگا۔ جو کچھ اُس نے میرا اور تمہارا فیصلہ کرنا ہوگا۔ فرمائے گا"

قریش نے کہا "اچھا۔ اگر تم ہمارے لئے کچھ نہیں کرتے۔ تو خود اپنے ہی لئے خدا سے سوال کرو۔ (۱) کہ وہ ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کر دے۔ جو یہ کہتا رہا کرے۔ کہ یہ شخص سچّا ہے۔ اور ہم کو تیری مخالفت سے منع بھی کر دے"

(۲) ہاں تم اپنے لئے یہ بھی سوال کرو۔ کہ باغ لگ جائیں۔ بڑے بڑے محل بن جائیں خزانہ میں سونا۔ چاندی جمع ہو جائے۔ جس کی تجھے ضرورت بھی ہے۔ ابتک تو خود ہی بازار میں جاتا اور اپنی معاش تلاش کیا کرتا ہے۔ ایسا ہو جانے کے بعد بھی ہم تیری فضیلت اور شرف کی پہچان حاصل کر سکیں گے اور تجھے خدا کا رسول سمجھ سکیں گے"

رسُول اللہؐ نے فرمایا "میں ایسا نہ کرونگا۔ اور خدا سے بھی ایسا سوال نہ کرونگا۔ اور ان باتوں کے لئے میں مبعوث بھی نہیں ہوا۔ مجھے تو اللہ نے بشیر و نذیر بنایا ہے۔ تم مان لو تو تمہارے لئے ذخیرہ دارین ہے۔ ورنہ میں صبر کرونگا۔ اور خدا کے فیصلہ کا منتظر رہونگا"

قریش نے کہا "اچھا تم آسمان ہی کا ٹکڑا توڑ کر ہم پر گرا دو۔ کیونکہ تمہارا زعم یہ ہے کہ اگر خدا چاہے۔ تو ایسا کر سکتا ہے پس جب تک تم ایسا نہ کروگے۔ ہم ایمان نہیں

لہ دنیوی ثروت و امارت۔ محل و بستان سرا وغیرہ جن کو اہل مکّہ نے صداقت کا نشان ٹھہرایا تھا۔ وہ نشان ایمان والوں کے ساتھ خدا نے پورے کئے اور معلوم ہو گیا۔ کہ آنحضرتؐ کی تعلیم فی الحقیقت دنیا کی بہتری کیلئے بھی سرمایہ ہے جیسا کہ آخرت کیلئے وہ بالضرور ذخیرہ ہے ؛

نہیں لانے[۱] کے"

رسول اللہ نے فرمایا "یہ خدا کے اختیار میں ہے، وہ اگر چاہے۔ تو ایسا کرے"

قریش نے کہا "محمدؐ! یہ تو بتاؤ۔ کہ تیرے خدا نے تجھے پہلے سے یہ نہ بتلایا۔ کہ ہم تجھے بلائینگے۔ ایسے ایسے سوال کرینگے۔ یہ یہ چیزیں طلب کرینگے۔ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے۔ اور خدا کا منشاء ایسا ایسا کرنے کا ہے"؟

چونکہ تیرے خدا نے ایسا نہیں کیا۔ اسلئے ہم سمجھتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہم نے سُنا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے۔ اس کا نام رحمٰن ہے۔ وہی تجھے ایسی باتیں سکھلاتا ہے۔ ہم تو رحمٰن[۲] پر کبھی ایمان نہیں لانے کے۔ محمدؐ! دیکھو! آج ہم نے اپنے سب عذرات سُنا دیئے ہیں۔ اب ہم تجھ سے قسمیہ یہ بھی کہے دیتے ہیں۔ کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دینگے حتّیٰ کہ ہم مرجائیں۔ یا تو مر جائے"

یہاں تک بات چیت ہوئی تھی۔ کہ ایک اُن میں سے بولا۔ کہ "ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں" دوسرا بولا "محمدؐ! ہم تیری بات کا یقین نہیں کرینگے جبتک کہ خدا اور فرشتے ہمارے سامنے نہ آجائیں"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری بات سُن کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نبیؐ کے ساتھ عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہ آپ کا پھوپھی زاد بھائی یعنی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ اس نے کہا "محمدؐ! دیکھو! تمہاری قوم نے اپنے لئے کچھ چیزوں کا تم سے سوال کیا وہ بھی تو نے نہ مانا۔ پھر انہوں نے یہ چاہا۔ کہ تو خود اپنے ہی لئے ایسی علامات کا اظہار کرے

---

[۱] جس عذاب کی درخواست ان لوگوں نے کی تھی۔ جنگ بدر کے دن وہ انپر اُترا۔ اور انکار کرنے والوں اور تمسخر کرنے والوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ بچا*

[۲] خدا کے جو اسماء حسنیٰ اسلام نے بتلائے ہیں۔ اُن میں رحمٰن ایسا نام ہے جس سے عرب ہرگز واقف نہ تھے اسلئے وہ خدا کے نام رحمٰن سے بہت چڑا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ یہ کسی گمنام شخص کا نام ہوگا۔ رحمٰن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی کمال رحمت والا ہے*

جس سے تیری قدرو منزلت کا ثبوت ہو سکتا ہو۔ اُسے بھی تُو نے قبول نہ کیا۔ پھر اُنہوں نے اپنے لئے تھوڑا سا وہ عذاب بھی چاہا۔ جس کا خوف تو دلایا کرتا ہے۔ تو نے اس کا بھی اقرار نہ کیا۔ بس۔ اب میں تجھ پر کبھی ایمان نہیں لانے کا۔ ہاں۔ اگر تو میرے سامنے آسمان کو زینہ لگا کر اوپر چڑھ جائے۔ اور میرے سامنے اس زینے سے اُترے۔ اور تیرے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں۔ اور وہ تیری شہادت بھی دیں۔ تب ایمان لا سکتا ہُوں اور اگر ایسا بھی ہو گیا۔ میں تو تب بھی تجھ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔[۵۱]"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ردوانکار پر بھی برابر قریش کو اسلام کی ہدایت کیا کرتے۔ اور فرمایا کرتے۔ کہ میری تعلیم ہی میں سب کچھ تمہارے لئے موجود ہے۔ جن دانشمندوں نے ایمان قبول کیا۔ اور تعلیم نبوی پر کاربند ہوئے۔ اُنہیں اُس سے بھی زیادہ معارف و فوائد حاصل ہو گئے۔ جس کا سوال کفار نے کیا تھا۔

ہم کو اس موقعہ پر انجیل کا وہ مقام یاد آتا ہے جسمیں مسیح کی آزمائش کے لئے شیطان نے کئی سوال کئے۔ اور مسیح نے اُن سب کا جواب انکار میں دیا[۵۲]۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے برگزیدہ رسولؑ اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی تعلیم کو پیش کیا کرتے ہیں۔ معجزہ یا خرق عادت کو پیش نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ پھر صفت ایمان بالغیب کی خوبی باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ دیگر اوقات میں کسی ضرورت کیلئے اُن سے معجزات کا صدور بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے۔

نبوت کے چھٹے برس کا ذکر ہے کہ ایک روز ہمارے نبیؐ کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔

---

[۵۱] سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۱۰۱۔ ناظرین نے دیکھا کہ اسلام کی عداوت میں عبداللہ کتنا سخت ہے۔ لیکن چند سال نہ گذرنے پائے تھے۔ کہ فتح مکہ سے پیشتر یہی عبداللہ بجذبہ توفیق ربانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور اسلام لایا۔ اہل دانش جان سکتے ہیں کہ ایسے شخص کا گرویدۂ اسلام ہو جانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ ہے جو آسمان پر زینہ لگا کے چڑھ جانے۔ نوشتہ لانے۔ فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھکر ہے۔ کیونکہ یہ تو وہ باتیں ہیں۔ جن کے دیکھ لینے کے بعد بھی عبداللہ ایمان نہیں لانا چاہتا تھا۔

[۵۲] انجیل متی ۴۔ باب ا تا ۱۱ درس ۔

ابوجہل وہاں پہنچ گیا۔ اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے تو گالیاں دیں۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم گالیاں سُن کے چُپ رہے۔ تو اُس نے ایک پتھر حضورؐ کے سر پہ پھینک مارا۔ جس سے خون چلنے لگا۔ نبی صلعم کے چچا حمزہؓ کو خبر ہوئی۔ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے قرابت کے جوش میں ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اور اسکے سر پر اس زور سے کمان کھینچ ماری۔ کہ وہ زخمی ہوگیا۔ حمزہؓ پھر نبی صلعم کے پاس گئے۔ اور کہا "بھتیجے۔ تم یہ سنکر خوش ہوگے۔ کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں تم مسلمان ہو جاؤ۔ تو مجھے بڑی خوشی ہو" حمزہؓ اُسی وقت مسلمان ہوگئے:

فاروق اعظمؓ کا اسلام

امیر حمزہؓ سے تین دن پیچھے عمرؓ بن خطاب مسلمان ہوئے یہ بڑے دلیر اور بہادر تھے قریش کی طرف سے بیرونی ممالک کی سفارت کا کام انسے متعلق تھا۔ ایک دن عمرؓ اپنی بہادری کے بھروسے پر نبیؐ کے قتل کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے۔ بدن پر سب ہتھیار سجا رکھے تھے۔ رستے میں اُن کو پتہ لگا۔ کہ بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ سُنکر بہن کے گھر گئے۔ اور ان دونوں کو خوب مارا۔ اُنکی بہن فاطمہ[1] نے کہا "عمر! تم پہلے وہ کتاب سُن لو جسکے ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اگر وہ تم کو اچھی نہ لگے۔ تو ہمکو مار ڈالنا" عمرؓ نے کہا "اچھا" اُس وقت اُنکے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی بھی تھا۔ جو عمر کے آجانے سے چھپ گیا تھا۔ اس نے قرآنمجید (طٰہٰ کا پہلا رکوع) سُنایا۔ عمر قرآن سُن رہا تھا۔ اور بے اختیار رو رہا تھا۔ غرض عمر اسی وقت نبیؐ پر اور قرآن پر ایمان لے آیا۔ جو گھر سے قاتل بن کر نکلا تھا وہ جان نثار بن گیا۔ آگے چل کر ان کا لقب "فاروق" ہُوا:

اِس وقت تک مسلمان نماز اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر پڑھا کرتے تھے: اب کعبہ میں جا کر پڑھنے لگے۔ کافر یہ دیکھ کر اور بھی زیادہ جلے۔ اور مسلمانوں کو بیحد تکلیف

---

[1] فاطمہ بنت الخطاب خواہر عمر فاروق اور زوجہ سعید بن زید ہیں سعید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ نیز آپ سابقین الاولین میں سے ہیں۔ سعید کے والد زید وہ ہیں جنہوں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں شام و فلسطین کا سفر کیا تھا یہود و نصاریٰ سے یہ بشارت پا کر کہ نبی آخر الزمان مکہ میں ہونگے مکہ میں آگئے تھے۔

دینے لگے۔ اور نبی صلعم کے ساتھ بھی گستاخی سے پیش آتے تھے؛

> نبی اپنے قبیلہ سمیت تین سال تک پہاڑ کی گھاٹی کے اندر محصور رہے

> نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھاٹی میں محصور رہنا

جب کفار نے دیکھا۔ کہ ایسی اذیتوں اور تکلیفوں پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیم پر قائم ہے۔ اور بے نظیر جرأت اور انتھک محنت سے اپنا کام کئے جاتا ہے۔ تو ماہ محرم ۷ نبوت انہوں نے کہا کہ "بنو ہاشم جو نبی کا قبیلہ ہے۔ اگرچہ مسلمان نہیں ہوا۔ پھر بھی نبی کا ساتھ نہیں چھوڑتا آؤ۔ ان سے ناطہ رشتہ کرنا چھوڑ دو۔ انہیں گلی بازار میں پھرنے نہ دو۔ ان کو کوئی چیز مول بھی نہ دو"[1]

اس بات کا معاہدہ لکھا گیا۔ اور کعبہ پر لٹکایا گیا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انکا قبیلہ مجبور ہو گئے۔ گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی گھاٹی میں محبوس و محصور ہو کے رہنے لگے؛ قریش نے اجناس خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے۔ کہ انکی آواز گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی[2]؛

تین برس تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے خاندان نے اسی طرح کاٹے۔ اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے گھروں میں قیدی بن کے رہنے لگے۔ حج کے دنوں میں جب کافر بھی دشمن سے لڑنا حرام جانتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی سے باہر نکلا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کا وعظ سنایا کرتے تھے۔ کم بخت ابولہب۔ صبح سے شام تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا اور کہا کرتا۔ لوگو یہ دیوانہ ہے۔ اس کی بات نہ سنو۔ جو کوئی اسکی بات سنے گا اور مانے گا۔ وہ تباہ ہو جائے گا؛

تین برس تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سختی کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ جب ان کافروں نے گھاٹی پر سے پہرے اٹھا لئے۔ اور دیمک نے ان کے معاہدے کے کاغذ کو کھا لیا؛ جو کعبہ پر لٹکایا گیا تھا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے۔ اور پھر وعظ کا

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۲۹۹۔ جلد اول

[2] زاد المعاد صفحہ ۲۹۹۔ جلد اول

سلسلہ شروع کر دیا!

ایک روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ وہاں مشرک سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور تمسخر سے کہا "عبد مناف والو! دیکھو تمہارا نبی آگیا!"

عقبہ بن ربیعہ بولا "ہمیں کیا انکار ہے۔ ہم میں سے کوئی نبی بن بیٹھے۔ کوئی فرشتہ کہلائے!" نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ باتیں سن کے لوٹے اور انکے پاس آئے!

پہلے عقبہ سے فرمایا "عقبہ! تو نے خدا و رسول کی حمایت کبھی بھی نہ کی۔ تو اپنی ہی بات کی پیچ پر اڑا رہا!"

پھر ابوجہل سے فرمایا "تیرے لئے وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے۔ دور نہیں رہا ہے۔ کہ تو تھوڑا ہنسے گا۔ اور بہت روئیگا!"

پھر قریش سے فرمایا "تمہارے لئے وہ ساعت نزدیک آ رہی ہے۔ کہ جس دین کا تم انکار کرتے ہو۔ آخر ش اُسی میں داخل ہو جاؤ گے!"

ناظرین اسی کتاب میں دیکھیں گے کہ یہ پیشگوئی کیونکر پوری ہوئی!

ابوطالب کا انتقال ۱۰ نبوت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا جو علی مرتضیٰ کے والد تھے انتقال ہو گیا۔ ابوطالب نے لڑکپن سے نبی کی تربیت کی تھی۔ اور جب آنحضرت نے نبوت کی دعوت اور منادی شروع کی تھی۔ وہ برابر مددگار رہا تھا۔ اسلئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے مرنے کا صدمہ ہوا!

ان سے تین دن پیچھے نبی کی پیاری بیوی طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے

خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال انتقال فرمایا۔ اس بیوی نے اپنا سارا مال و زر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان اور راہ خدا میں صرف کر دیا تھا۔ سب سے پہلے اسلام لائی تھی۔ جبریل نے اس بیوی کو خدا کا سلام پہنچایا تھا۔ اس بیوی کے گذر جانے کا رنج نبی صلے اللہ

ف طبری صفحہ ۱۲۳۱

علیہ وسلم کو بہت ہوا۔

اب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ ترستانا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ ایک شریر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کیچڑ پھینک دی۔ آنحضرت اسیطرح گھر میں داخل ہوئے۔ نبی کی بیٹی اٹھی۔ وہ سر دھلاتی جاتی تھی اور روتی جاتی تھی۔ نبی نے فرمایا پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو۔ تیرے باپ کی حفاظت خدا خود فرمائے گا۔[۱]

نبی صلعم کا تبلیغ کے لئے مختلف قبائل کی جانب سفر فرمانا

اگرچہ ابو طالب کا سہارا جاتا رہا۔ اگرچہ خدیجہؓ جیسی بیوی جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں نہایت غمگسار تھی۔ جدا ہو گئی مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب زیادہ جوش سے وعظ کا کام شروع کر دیا۔

چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد نبی اللہ مکہ سے نکلے۔ اور بیرونجات کے وعظ کو تشریف لیگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں زید بن حارثہ تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے۔ سب کو وعظ سُنائے۔ توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ پا طائف پہنچے۔ طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔ سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے اُن کے غرور کی کوئی حد نہ تھی۔ عبدیالیل۔ مسعود۔ حبیب تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ان ہی سے ملے۔ اور انہیں اسلام کی دعوت فرمائی۔ ان میں سے ایک بولا۔ میں کعبہ کے سامنے داڑھی منڈوادوں۔ اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو۔ دوسرا بولا۔ کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا جسے چڑھنے کو سواری بھی میسر نہیں۔ اس نے رسولؐ بنانا تھا۔ تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔ تیسرا بولا۔ میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کرنے کا۔ کیونکہ اگر تو خدا کا رسول ہے جیسا تو کہتا ہے۔ تب تو یہ بہت خطرناک بات ہے۔ کہ میں تیرے کلام کو رد کروں۔ اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔ تو مجھے شایاں نہیں۔ کہ تجھ سے بات کروں۔

---

[۱] تاریخ طبری صفحہ ۲۲۶۔

نبیؐ اللہ نے فرمایا۔ اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانیکا سبب بنیں۔ نبیؐ اللہ نے وعظ کہنا شروع فرمایا۔ ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھلا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضور لہو میں تربتر ہو جاتے۔ خون بہ کر جوتے میں جم جاتا۔ اور وضو کیلئے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہو جاتا؛

ایک دفعہ بدمعاشوں اوباشوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر گالیاں دیں؛ تالیاں بجائیں، چیخیں لگائیں۔ کہ خدا کے نبی صلعم ایک مکان کے احاطے میں جانے پر مجبور ہوئے؛ یہ جگہ عتبہ و شیبہ فرزندان ربیعہ کی تھی؛ انہوں نے دور سے اس حالت کو دیکھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ترس کھا کے اپنے غلام عداس کو کہا۔ کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور زبان سے فرمایا "بسم اللہ" اور پھر انگور کھانے شروع کئے؛

عداس نے حیرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ اور پھر کہا "یہ ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے"؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم کہاں کے ہو۔ اور تمہارا مذہب کیا ہے؟"

عداس نے جواب دیا "میں عیسائی ہوں۔ اور نینوی کا باشندہ ہوں"؛

نبیؐ نے فرمایا "کیا تم مرد صالح یونس بن متی کے شہر کے باشندے ہو"؛

عداس نے کہا "آپ کو کیا خبر ہے۔ کہ یونس بن متی کون تھا اور کیسا تھا؟"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ میرا بھائی ہے وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں"؛

عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور اس نے نبیؐ کا سر، ہاتھ۔ قدم چوم لئے؛

عقبہ و شیبہ نے دور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ لو غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا۔ جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا۔ تو انھوں نے کہا کمبخت تجھے کیا ہو گیا تھا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں سر چومنے لگ گیا تھا۔"

عداس نے کہا۔ حضور عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں۔ اس نے مجھے ایسی بات بتلائی جو صرف نبی ہی بتلا سکتا ہے۔"

انھوں نے عداس کو ڈانٹ دیا کہ خبردار! کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا۔ تیرا دین تو اُس کے دین سے بہتر ہے[2]۔"

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے خدا کے رسول کے اتنی چوٹیں لگیں۔ کہ حضور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ زید نے اُن کو اپنی پیٹھ پر اُٹھایا۔ آبادی سے باہر لے گئے پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔"

اس سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد اور ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دل خدا کی عظمت اور محبت سے بھرپور تھا اس وقت جو دعا حضور نے مانگی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاس یا ارحم الراحمین۔ انت ربّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وانت ربّی الی من تکلنی الی بعید[1] یَتَجَھَّمُنِیْ او الی عدو ملکتہ امری۔ ان لم یکن

الٰہی اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے۔ اور میرا مالک بھی تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بیگانہ ترشرو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے لیکن جب

[1] طبری ۱۱۸۰ طبری نے لفظ بعید روایت کیا ہے جس کا ترجمہ بیگانہ کیا گیا ہے۔ ابن ہشام و ابن اثیر نے لفظ عمد روایت کیا ہے۔ جس کے معنے دوست کے ہو سکتے ہیں۔"

علی غضب فلا اُبالی و لکن عافیتك هی اوسع لی اعوذ بنور وجهك الذی اشرقت له الظُلمٰت و صلح علیه امر الدنیا والاٰخرة۔ من ان ینزل بی غضبك او یحل علیّ سخطك لك العتبی حتی ترضی ولاحول ولا قوة الّا بك؛

مجھ پر تیرا غضب نہیں، تو مجھے اس کی کچھ پروا نہیں کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔ اور دُنیا ودین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ کہ تیرا غضب مجھ پر اُترے۔ یا تیری نارضامندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی۔ اور خوشنودی درکار ہے۔ اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس ہوتے ہوئے یہ بھی فرمایا۔ میں ان لوگوں کی تباہی کے لئے کیوں دعا کروں۔ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ تو کیا ہُوا۔ امید ہے کہ انکی آیندہ نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانے والی ہونگی[1]

مختلف مقامات پر نبی صلعم کا تبلیغ کے لئے جانا:

مکہ میں واپس آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب ایسا کرنا شروع کیا۔ کہ مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں میں تشریف لیجاتے یا مکہ سے باہر چلے جاتے۔ اور جو کوئی مسافر آتا جاتا مل جاتا۔ اُسے ایمان اور خدا پرستی کا وعظ فرماتے انہی ایام میں قبیلہ بنو کندہ میں تشریف لیگئے۔ سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا۔ نیز قبیلہ بنو عبد اللہ کے ہاں بھی پہنچے۔ اُنہیں فرمایا۔ کہ تمہارے باپ کا نام عبد اللہ تھا۔ تم بھی اسم با مسمّے ہو جاؤ۔ قبیلہ بنو حنیفہ کے گھروں میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے سارے عرب بھر میں سب سے بدتر طریق پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے سردار قبیلہ کا نام بحیرہ بن فراس تھا۔ اس نے دعوت اسلام سُن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

[1] صحیح مسلم عن عائشہ رضہ ام المومنین ۔

بھلا اگر ہم تیری بات مان لیں؟ اور تو مخالفین پر غالب آجائے تو کیا تو یہ وعدہ کرتا ہے کہ تیرے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہوگا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تو خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہیگا میرے بعد اُسے مقرر کریگا۔ بیحرہ بولا۔ خوب اس وقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم بنیں۔ اور جب تمہارا کام بن جائے تو مزے کوئی اور اوڑائے۔ جاؤ ہم کو تیرے کام سے کچھ سروکار نہیں۔ قبائل کے سفر میں حضور کے رفیق طریق ابوبکر صدیق تھے۔

سوید بن صامت کا ایمان لانا

انہی ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سوید بن صامت ملا۔ اس کا لقب اپنی قوم میں کامل تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعوت اسلام فرمائی۔ وہ بولا "شاید آپکے پاس وہی کچھ ہے جو میرے پاس بھی ہے"۔ نبی صلعم نے پوچھا "تمہارے پاس کیا ہے"۔ وہ بولا "حکمت لقمان"۔ نبی نے فرمایا "بیان کرو"۔ اس نے کچھ عمدہ اشعار اپنے سنائے۔ نبیؐ نے فرمایا۔ یہ اچھا کلام ہے لیکن میرے پاس قرآن ہے۔ جو اس سے افضل تر ہے اور ہدایت و نور ہے۔ اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قرآن سنایا۔ اور وہ بے تامل اسلام لے آیا۔ جب یثرب لوٹ کر گیا تو قوم خزرج نے اسے قتل کر ڈالا۔[1]

سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا
ایاس بن معاذ کا راہ یاب ہونا

انہی ایام میں ابو الحیثر انس بن رافع مکہ آیا۔ اس کے ساتھ بنی عبد الاشہل کے بھی چند نوجوان تھے۔ جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا۔ یہ لوگ قریش کے ساتھ اپنی قوم خزرج کی طرف سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور جا کر فرمایا۔

"میرے پاس ایسی چیز ہے جس میں تم سب کی بہبودی ہے۔ کیا تمہیں کچھ رغبت ہے"؟

وہ بولے "ایسی کیا چیز ہے"؟ فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں۔ مخلوق کی طرف مبعوث ہوں بندگان خدا کو دعوت دیتا ہوں کہ خدا ہی کی عبادت کریں اور شرک نہ کریں۔ مجھ پر خدا نے کتاب نازل کی ہے"۔ پھر انکے سامنے اسلام کے اصول بیان فرمائے۔ اور قرآن مجید بھی پڑھکر سنایا۔ ایاس بن معاذ جو ابھی نوجوان تھا سنتے ہی بولا "اے میری قوم۔ بخدا یہ تمہارے

[1] طبری صفحہ ۲۳۲۔

لئے اس مقصد سے بہتر ہے جس کے لئے تم یہاں آئے ہو"

انس بن رافع نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اٹھائی۔ اور ایاس کے منہ پر پھینک ماری اور کہا۔ بس چپ رہ۔ ہم اس کام کے لئے تو نہیں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بعاث سے جو اوس و خزرج میں ہوئی۔ پہلے کا ہے۔ ایاس واپس جا کر چند روز کے بعد مر گیا۔ مرتے وقت اس کی زبان پر تسبیح و تحمید۔ تہلیل و تکبیر جاری تھی۔ مرحوم کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی وعظ سے اسلام کا بیج بویا گیا تھا[1]۔ جو مرتے وقت پھل پھول لے آیا تھا۔

ضماد کا حال

انہی ایام میں ضماد ازدی مکہ میں آیا۔ یہ یمن کا باشندہ۔ اور عرب کا مشہور افسوں گر تھا۔ جب اس نے سنا۔ کہ محمد پر جنات کا اثر ہے۔ تو اس نے قریش سے کہا۔ کہ میں محمد کا علاج اپنے منتر سے کر سکتا ہوں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا "محمد! آؤ تمہیں منتر سناؤں"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے مجھ سے سن لو پھر آنحضرت نے اسے سنایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ	سب تعریف اللہ کے واسطے ہے ہم اسکی نعمتوں کا
من یھدہ اللہ فلا مُضِلّ لہ	شکر کرتے ہیں۔ اور ہر کام میں اسی کی اعانت چاہتے
وَمَنْ یُّضْلِلہ فلا ھادی لہ	ہیں۔ جسے خدا راہ دکھاتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں
واشھد ان لا الٰہ الا اللہ	کر سکتا۔ اور جسے خدا ہی رستہ نہ دکھلائے اسکی
وحدہٗ لا شریک لہ واشھد	کوئی رہبری نہیں کر سکتا میری شہادت یہ ہے
ان محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ	کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا
امّا بعد	ہے اس کا کوئی شریک نہیں میں یہ بھی ظاہر

کرتا ہوں کہ محمد خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ اس کے بعد مدعا یہ ہے"

ضماد نے اسی قدر سنا تھا۔ بول اٹھا۔ کہ انہی کلمات کو پھر سنا دیجئے۔ دو تین دفعہ اس نے انہی کلمات کو سنا۔ اور پھر بے اختیار بول اٹھا۔ میں نے بہتیرے کاہن دیکھے

[1] طبری صفحہ ۱۲۳۴

وساحر دیکھے۔ شاعر سُنے۔ لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے بھی نہ سُنا۔ یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں؛ محمدؐ! خدارا اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ کہ میں اسلام کی بیعت کر لوں[۵]؛

معراج

۲۷۔ رجب سنہ ۱۲ نبوت کو معراج ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملکوت السموات والارض کی سیر کرائی؛

اوّل مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لیگئے۔ وہاں امام بن کر جماعت انبیاؑ کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں کی سیر کرتے۔ اور انبیاء سے اُن کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرۃ المنتہےٰ اور بیت معمور تک پہنچے۔ اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہوا اور گوناگوں وحی سے مشرف ہوئے[۱]؛

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں[۲]؛

واسری به الی المسجد الاقصی ثمّ الی سدرۃ المنتہی والی ماشاء اللہ وکلّ ذلک بجسدہٖ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصےٰ تک پھر سدرۃ المنتہےٰ تک اور جہاں تک کہ خدا نے چاہا سیر کرائی گئی۔ یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا

---

[۱] علامہ ابن القیم لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ و معاویہ و امام حسن بصری سے مروی ہے کہ اسریٰ روح مبارک کو ہُوا تھا۔ اور جسم مبارک اپنی جگہ سے نہیں مفقود ہُوا تھا۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ اسراء روحی میں اور خواب میں بہت تفاوت ہے۔ اسراء روحی سے مراد تو یہ ہے کہ روح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی۔ اور خواب میں یہ بات نہیں ہوتی۔ یہ رتبہ اتم واکمل اشرف و اعلیٰ ہے۔ علمائے جمہور کا قول ہے کہ اسراء بدن و روح کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد صفحہ ۳۰۱۔ واضح ہو کہ عروج جسدی کا انکار آجکل کے فلسفہ خشک کی بنیاد پر فضول ہے۔ کیونکہ جس قادر مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھر کم اجسام کو خلا میں تھام رکھا ہے۔ وہ جسم انسانی کے صغیر جرم کو خلا میں لیجانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ آج کل ہیٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور جہازوں کے اندر آدمی اُڑ رہے ہیں۔ اسلئے خداوند کریم کا اپنے نبی کریم کو بسواری براق (جو برق سے مشتق اور الکٹرسٹی کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کن ہے) ملکوت السموات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہیں میرا اعتقاد یہی ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھی۔ محمد سلیمانؒ [۲] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۰۳۔ [۵] صحیح مسلم

صلّی اللہ علیہ وسلم فی الیقظته
ولکن ذلك فی موطن هو برزخ
بین المثال والشّهادة جامع
لاحکامهما. فظهر علی الجسد
احکام الرّوح وتمثل الروح والمعانی
الروحیة اجساداً ولذلك بان لکل
واقعة من تلك الوقائع تعبیر؛

امّا شق الصدر وملاؤه ایماناً
فحقیقته غلبة انوار الملکیة و
انطفاء لهب الطبیعة وخضوعها
لما یفیض علیها من حظیرة القدس

واما رکوبه علی البراق فحقیقته
استواء نفسه النطقیة علی نسمته
التی هی الکمال الحیوانی. فاستوٰی
راکباً علی البراق کما غلبت احکام
نفسه النطقیة علی البهیمیة
وتسلط علیها؛

واما سرائه الی المسجد الاقصی
فلانه محل ظهور شعائر الله
ومتعلق همم الملأ الاعلیٰ
ومطمح انظار الانبیاء علیهم السلام

لیکن یہ ایک مقام ہے جو مثال اور شہادت کے
درمیان برزخ ہے۔ اور ہر دو عالم مذکورہ کے
احکام کا جامع ہوتا ہے۔ پس جسم پر روح کے
احکام ظاہر ہوئے۔ اور روح اور معانی نے
جسم قبول کر کے تمثل اختیار کیا۔ اسی لئے
ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت
ہے۔

(۱) صدر کا چاک کرنا۔ اُسے ایمان سے بھر دیا جانا۔
اس کی حقیقت ہے انوار ملکیہ کا غلبہ ہو جانا۔ اور
شعلہ طبیعت کا بجھ جانا۔ اور جو کچھ خطیرۃ القدس سے
طبیعت کو فیضان ہوتا ہے۔ اس کیلئے مطیع بن جانا۔

(۲) براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے۔ کہ
نفس ناطقہ نسمہ پر جو کمال حیوانی ہے۔ غالب
آجائے۔ پس آنحضرتؐ براق پر ایسی ہی خوبی
سے سوار ہوئے۔ جیسا کہ حضور کے نفس
انسانی کے احکام قوت بہیمیہ پر غالب اور
متسلط تھے۔

(۳) مسجد اقصیٰ تک سیر اسلئے ہے۔ کہ وہ شعائر
الہیہ کے ظہور کا محل ہے۔ ملاءِ اعلےٰ کی ہمتیں
اس سے متعلق ہیں۔ اور وہ انبیاء علیہم السلام
کے نگاہوں کی نظرگاہ ہے۔ گویا وہ ملکوت کی

فکانه کوّة الی الملکوت۔

واما ملاقاته مع الانبیاء صلوات الله علیهم ومفاخرته معهم فحقیقتها اجتماعهم من حیث ارتباطهم بحظیرة القدس وظهور ما اختص به من بینهم من وجوه الکمال

واما رقیه الی السموت سماءً بعد سماءٍ فحقیقته الانسلاخ الی مستوی الرحمن منزلة بعد منزلة۔ ومعرفته حال الملٰٓئکة الموکلة بها ومن لحق بهم من افاضل البشر والتدبیر الذی اوحاهُ الله فیها والاختصام الذی یحصل فی ملاءها

واما بکاء موسی فلیس بحسد ولکن مثال لفقده عموم الدعوة وبقاء کمال لم یحصله مما هو فی وجهه

واما السدرة المنتهی فشجرة الکون وترتیب بعضها علی بعض

جانب ایک روزن ہے؛

(۴) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے۔

کہ حظیرۃ القدس سے اُن کو اجتماعی ربط وضبط حاصل ہوا اور پھر ان اجتماعی امور کی خصوصیات کا نہایت کاملیّت اور خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور ہوا ہے!

(۵) آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستوی رحمٰن کی طرف جانا ہے۔ نیز احوال ملائکہ کی معرفت جو اس مقام سے خصوصیت رکھتے ہیں نیز ملائکہ اور نسل انسانی کے اُن بزرگوں کے احوال کی شناخت جو ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں نیز اُس تدبیر کلیہ کی معرفت جو مقام مذکور میں وحی ربانی سے بتائی گئی۔ نیز اُن امور کی شناخت جن پر ملائکہ سابقت کیا کرتے ہیں

(۶) واضح ہو۔ کہ گریہ موسےٰ سے حسد کا اظہار مراد نہیں۔ بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ اُنکی رسالت تمام دُنیا کیلئے عام نہ تھی، اور اسطرح ایک کمال باقی تھا جو حضرت موسیٰ کو حاصل نہ تھا؛

(۷) سدرۃ المنتہےٰ درخت عالم ہے کہ ایک وجود دوسرے وجود پر مترتب ہے اور

وانجماعها في تدبير واحد كانجماع
الشجر في الغاذية والنامية ونحوها
ولم تتمثل حيوانا لأن التدبير
الجملي الاجمالي الشبيهة للسياسة
الكلي فراده وانما اشبه الاشياء به
الشجرة دون الحيوان فان للحيوان
فيه قوى تفصيلية والارادة فيه
اصرح من سنن الطبيعة

پھر سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں،
جیسا کہ درخت کا بھی غذا و نمو میں یہی حال ہے
واضح رہے کہ کسی حیوان سے اسکی تمثیل نہیں دیگئی
کیونکہ وہ تدبیر کلیہ اجمالیہ جو سیاست کلیہ سے بہت مشابہت
رکھتی ہے وہ بھی مفرد ہے اور اسی لئے بہترین
مشابہت اسکی درخت میں پائی جاتی ہے کہ ایک
ہی تنہ پر مختلف شاخیں، ڈالیاں، ٹہنیاں،
اور پتے ہوتے ہیں اور غذا و نمو میں برابر سب
مستفیض ہیں، اور حیوان میں یہ مشابہت پائی نہیں جاتی، کیونکہ حیوان میں قوائے تفصیلیہ
بھی ہیں اور قوۃ ارادہ بھی ہے اور یہ سنن طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں۔

واما الانهار في اصلها رحمة
فائضة في الملكوت حذو الشهادة
وحيوة ونماء فلذلك تعاين هنالك
بعض الامور النافعة في الشهادة
كالنيل والفرات،

(۸) دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائضہ ہے جو
عالم شہادت کے محاذی عالم ملکوت میں موجود ہے
نیز حیات اور نمو بھی اسی اصل میں شامل ہیں۔
اسی لئے ظاہراً چند اسباب نافعہ مثل نیل، فرات وغیرہ
کا تعین کیا گیا ہے؛

واما الانوار التي غشيتها
فتدليات الهية وتدبيرات
رحمانية تلمعت في الشهادة
حيثما استعدت لها،

(۹) رہے وہ انوار جنہوں نے اُسے ڈھانپ لیا
تھا، یہ وہ تدلیات رحمانی اور تدبیرات الٰہیہ ہیں
جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نور بیز ہیں جہاں تک
اس عالم میں انکی استعداد پائی جاتی ہے؛

واما البيت المعمور فحقيقته
التجلي الالهي الذي يتوجه اليه

(۱۰) بیت المعمور کی حقیقت وہ الٰہی تجلی ہے جس
کی طرف بندگان خدا کی دعاؤں اور سجدوں کا

سجدات البشر وتضرعا تحقيقا يمثل بيتًا على حذو ما عند هم من الكعبة وبيت المقدس ۔

ثم اتی باناء من لبن واناء من خمر فاختار اللبن ۔ فقال جبريل هديت للفطرة ولو اخذت الخمر لغوت امتك ۔

فكان هو صلى الله عليه وسلم جامع امته ومنشاء ظهورهم وكان اللبن اختيارهم الفطرة والخمر اختيارهم لذات الدنيا ۔

وامر بخمس صلوات بلسان التجوز لانها خمسون باعتبار الثواب ثم اوضح الله مراده تدريجًا ليعلم ان الحرج مدفوع وان النعمة كاملة وتمثل هذا الحمل

رُخ ہوتا ہے۔ اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے مجسم ہیں جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کا تمثل لئے ہوئے ہے ۔

(۱۱) شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن دودھ کا۔ ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا اور آنحضرتؐ نے دودھ کو پسند فرمایا۔ اور جبریلؑ نے بتلا دیا کہ آپ نے فطرۃ اصلیہ کو پسند فرمایا۔ اگر شراب کا برتن آپ لے لیتے۔ تو آپ کی امت بھٹک جاتی۔ دیکھو نبی صلعم اپنی امت کو فطرت پر جمع کرنیوالے تھے۔ اور دودھ سے مراد یہی ہے کہ امت فطرۃ کو پسند کرے اور خمر سے یہ مراد تھی کہ لذات دنیا کو پسند کرے ۔

(۱۲) پانچ نمازوں کا اقرار بھی زبان تجوز ہی سے ہوا یہ پانچ ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ گویا رب کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو (۵۰ کے برابر کا) کامل ہے۔ اور حرج اور مرنج اٹھا دیا گیا ہے۔ یہ مطلب حضرت موسٰی

۱؎ اکثر مصنفین نے معراج کا ذکر بعد از واپسی طائف کیا ہے مگر امام طبری نے اپنی کتاب تاریخ الملل والامم میں ابتدائے نبوت سے دوسرے دن ہی معراج کا ہونا تحریر کیا ہے۔ انکی تائید اس دلیل سے بخوبی ہوتی ہے کہ جب فرضیت نماز کا حکم شب معراج میں ہوا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمانان اس وقت سے ہی برابر نماز پڑھتے تھے۔ تو نماز کی فرضیت کا حکم گیارہ سال تک کیونکر متاخر رہ سکتا ہے۔ لیکن حسب بیان شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ (مندرجہ شرح سفر سعادت صفحہ ۳۲۶) کہ پہلے صرف دو نمازیں فجر و عصر کی فرض ہوئی تھیں۔ اور شب معراج کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ کوئی اشکال نہیں رہ جاتی ۔

مستنداً الی موسٰی علیہ السّلام فانہ اکثر الانبیاء معالجۃ للامۃ ومعرفتہ بسیا ستہا؛

علیہ السلام کی سند سے متمثل کیا گیا ہی۔ کیونکہ جناب ممدوح امت کی اصلاح ودرستی اور اصول سیاست امّت کی شناخت میں اکثر انبیا سے بڑھے ہوئے ہیں ؂

طفیل بن عمر دوسی کا ایمان لانا

اِنہی دِنوں طفیل بن عمرو مکّہ میں آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا۔ اور نواحِ یمن میں انکے خاندان میں رئیسانہ حکومت تھی۔ طفیل بذات خود شاعر ودانشمند شخص تھا۔ اہل مکّہ نے آبادی سے باہر جاکر اس کا استقبال کیا۔ اور اعلےٰ پیمانے پر اسکی خدمت اور تواضع کی طفیل کا اپنا بیان ہے کہ ”مجھے اہل مکّہ نے یہ بھی تبلایا۔ کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے۔ اس سے ذرا بچنا۔ اسے جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے۔ شوہر وزن۔ بھائی بھائی میں جُدائی ڈال دیتا ہے۔ ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام ابتر کردئے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے۔ کہ تمہاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے۔ اسلئے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ نہ اس کے پاس جانا۔ نہ اس کی بات سُننا۔ اور نہ خود بات چیت کرنا۔“

”یہ باتیں انہوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کردیں۔ کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا۔ تو کانوں کو روئی پنبہ سے بند کرلیتا۔ تاکہ محمدؐ کی آواز کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ چونکہ خدا کی مشیّت یہی تھی۔ کہ اُن کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے۔ اس لئے میں نے سُنا کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں۔ باعلم ہوں۔ اچھے بُرے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے؟

اور کونسی روک ہے۔ کہ میں اسکی بات نہ سُنوں۔ اچھی بات ہوگی۔ تو مانوں گا۔ ورنہ نہیں مانوں گا؛ میں یہ ارادہ کرکے ٹھہر گیا۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم واپس گھر کو چلے۔ تو میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اور جب مکان پر حاضر ہُوا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا واقعہ مکہ میں آنے۔ لوگوں کے بہکانے پنبہ در گوش رہنے اور آج حضور کی زبان سے کچھ سُن پانے کا کہہ سُنایا۔ اور عرض کیا؛ کہ مجھے اپنی بات سُنائیے: نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھا۔ بخدا! میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سُنا ہی نہ تھا؛ جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو؛

الغرض طفیل اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ جسے قریش بات بات میں مخدوم و مطاع کہتے تھے۔ وہ بات کی بات میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دل و جان سے خادم اور مطیع بنگیا قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق اور ناگوار گزرا؛[1]

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

ابو ذر رضی اللہ عنہ اپنے شہر یثرب ہی میں تھے۔ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ اُڑتی سی خبر سُنی۔ انہوں نے اپنے بھائی سے کہا۔ تم جاؤ۔ مکہ میں اس شخص سے مل کر آؤ۔ اور پھر مجھے بتلاؤ؛

اُنیس برادر ابو ذر ایک مشہور فصیح شاعر زبان آور تھا۔ وہ مکہ میں آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ پھر بھائی کو جا بتلایا۔ کہ میں نے محمد کو ایک ایسا شخص پایا۔ جو نیکیوں کے کرنے کا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے؛

ابو ذر بولے۔ اتنی بات سے تو کچھ تسلّی نہیں ہوتی۔ آخر خود پیدل چل کر مکہ پہنچے حضرت ابو ذر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت نہ تھی اور کسی سے دریافت کرنا بھی وہ پسند کرتے

[1] ماخوذ از زاد المعاد صفحہ ۳۹۶ و ۳۹۴ جلد اول

تھے۔ زمزم کا پانی پی کر کعبہ ہی میں لیٹ رہے۔ علی مرتضےٰ ؓ آئے۔ انہوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا۔ کہ یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ابوذر بولے ہاں علی مرتضیٰ ؓ نے کہا۔ اچھا میرے ہاں چلو۔ یہ رات کو وہیں رہے۔ نہ علی مرتضےٰ ؓ نے کچھ پوچھا۔ نہ ابوذر ؓ نے کچھ کہا۔ صبح ہوئی ابوذر پھر کعبہ میں آ گئے۔ دل میں آنحضرتؐ کی تلاش تھی۔ مگر کسی سے دریافت نہ کرتے تھے۔ علی مرتضےٰ ؓ پھر آ پہنچے۔ انہوں نے فرمایا۔ شاید تمہیں اپنا ٹھکانہ نہ ملا۔ ابوذر بولے۔ ہاں علی ؓ مرتضیٰ پھر ساتھ لے گئے۔ اب انہوں نے پوچھا تم کون ہو۔ اور کیوں یہاں آئے ہو۔ ابوذر نے کہا۔ راز رکھو۔ تو میں بتلا دیتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا۔

ابوذر نے کہا میں نے سنا تھا کہ اس شہر میں ایک شخص ہے۔ جو آپ اپنے کو نبی اللہ بتلاتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا۔ وہ یہاں سے کچھ تسلی بخش بات لے کر نہ گیا۔ اس لئے خود آیا ہوں۔

علی ؓ مرتضےٰ نے کہا۔ تم خوب آئے۔ اور خوب ہوا۔ کہ مجھ سے ملے۔ دیکھو۔ میں اُنہی کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں پہلے اندر جا کر دیکھ لوں گا۔ اگر اس وقت ملنا مناسب نہ ہوگا۔ تو میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ گویا جوتا کو درست کر رہا ہوں۔

الغرض ابوذر علی ؓ مرتضیٰ کے ساتھ خدمت نبویؐ میں پہنچے۔ اور عرض کیا۔ کہ مجھے بتلایا جائے کہ اسلام کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بابت بیان فرمایا۔ اور ابوذر اُسی وقت مسلمان ہو گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوذر تم ابھی اس بات کو چھپائے رکھو۔ اور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے ظہور کی خبر مل جائے۔ تب آ جانا۔ ابوذر بولے۔ بخدا۔ میں تو اِن دشمنوں میں اعلان کر کے جاؤں گا۔ اب ابوذر کعبہ کی طرف آئے۔ قریش جمع تھے۔

اُنہوں نے سب کو سُنا کر آوازِ بلند کلمۂ شہادت پڑھا۔ قریش نے کہا۔ اس بے دین کو مارو۔ لوگوں نے مار ڈالنے کیلئے مجھے مارنا شروع کیا۔ عباسؓ آگئے۔ اُنہوں نے مجھے جُھک کر دیکھا۔ کہا۔ کمبختو۔ یہ تو قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔ جہاں تم تجارت کو جاتے۔ اور کھجوریں لاتے ہو۔ لوگ ہٹ گئے۔ اگلے دن انہوں نے پھر سب کو سُنا کر کلمہ پڑھا پھر لوگوں نے مارا اور عباسؓ نے ان کو چُھڑا دیا۔ اور یہ اپنے وطن کو چلے آئے[1]۔

اسبابِ ہجرت

سلہ نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے چند میل پرے مقام عقبہ[2] پر کچھ لوگوں کو باتیں کرتے سُنا۔ اس آواز پر خدا کا نبیؐ اُن لوگوں کے پاس پہنچا۔ یہ چھ آدمی[3] تھے؛ اور یثرب سے آئے تھے۔ ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی عظمت و جلال کا بیان شروع کیا۔ انکی محبت کو خدا کے ساتھ گرمایا۔ بتوں سے ان کو نفرت دلائی۔ نیکی و پاکیزگی کی تعلیم دیکر گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت فرما کر ان کے دلوں کو روشن فرمایا۔ یہ لوگ اگرچہ بت پرست تھے لیکن اُنہوں نے اپنے شہر کے یہودیوں کو بارہا یہ ذکر کرتے سُنا تھا۔ کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے[4]۔ اس تعلیم سے وہ اُسی وقت ایمان لے آئے۔ اور جب اپنے وطن کو لوٹ کر گئے۔ تو دینِ حق کے سچے منادی بن گئے۔

---

[1] صحیح بخاری عن ابن عباس۔ کتاب المناقب۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ قریبًا ایک ماہ تک آب زمزم ہی پر رہے؛ اس پانی نے پانی اور غذا کا کام کیا۔ ان کی توند نکل آئی۔

[2] یہ مقام الحرا۔ اور منٰی کے درمیان واقع ہے۔

[3] ابو امامہ اسعد بن زرارہ۔ عوف بن الحارث۔ رافع بن مالک۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔ عقبہ بن عامر بن نابی۔ سعد بن ربیع الاستیعاب

[4] زاد المعاد۔ صفحہ ۳۰۳۔ جلد ۱۔

وہ نبی! وہ ہر ایک کو یہ خوشخبری سُناتے تھے۔ کہ وہ نبی[1] جس کا تمام عالم کو انتظار تھا آ گیا ہمارے کانوں نے اُس کا کلام سُنا۔ ہماری آنکھوں نے اُس کا دیدار دیکھا۔ اور اُسنے ہم کو اُس زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا ہے۔ کہ دنیا کی زندگی و موت اب ہمارے سامنے ہیچ ہے!

بیعت عقبہ اولے

اِن لوگوں کی بشارت لیجانے کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرتؐ کا ذکر ہونے لگا۔ اور اگلے سال ۱۲ نبوت کو یثرب کے ۱۲[2] باشندے مکہ میں حاضر ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے دولت ایمان حاصل کی!

اِن لوگوں نے جن باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ وہ یہ ہیں:-

بیعت کی شرطیں (۱) ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کرینگے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائینگے!

(۲) ہم چوری اور زناکاری کبھی نہیں کرینگے!

(۳) ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کرینگے۔

(۴) ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے۔ اور نہ کسی کی چغلی کیا کرینگے!

---

[1] ناظرین۔ لفظ "وہ نبی" کا مطلب سمجھنے کے لئے انجیل یوحنا باب اول کو ۱۹ سے ۲۵ ورس تک پڑھیں۔ یوحنا یحییٰ نے اقرار کیا۔ کہ میں مسیح نہیں ہوں (۲)۔ انہوں نے پوچھا کیا تو الیاس ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس کیا تو "وہ نبی" ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔ اس سے مطلب نکلا۔ کہ علمائے یہود اُس زمانہ میں تین انبیاء کی آمد و ظہور کے منتظر تھے (۱) الیاس (۲) مسیح۔ (۳) وہ نبی! انجیل سے ثابت ہے کہ یوحنا نے یسوع کو مسیح بتلایا۔ اور مسیح نے یوحنا کو الیاس کہا۔ اب تیسرے کا ظہور باقی تھا۔ جو کتب سابقہ میں وہ نبی اور مسلمانوں کی زبان پر "آنحضرتؐ" کے خطاب سے یاد کئے گئے ہیں۔ اگر آنحضرتؐ "وہ نبی" نہیں۔ تو پادری بتلائیں۔ کہ مسیح کے بعد "وہ نبی" کہلانے والا کون ہوا؟

[2] ابوالہیثم عوف بن الحارث۔ رافعؓ بن مالک۔ قطبہؓ بن عامر۔ عقبہؓ بن عامر۔ معاذ بن حرثؓ۔ ذکوانؓ بن عبد قیس۔ خالدؓ بن مخلد۔ عبادہؓ بن صامت۔ عباسؓ بن عبادہ۔ ابوالہیثمؓ۔ عویمؓ بن ساعدہ!

(۵) ہم نبی کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کرینگے!

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آنحضرت صلعم نے انکی تعلیم کے لئے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

کو ساتھ کر دیا۔ مصعب بن عمیر امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے۔ تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ بدن پر دو سو روپیہ سے کم کی پوشاک کبھی نہ پہنتے۔ مگر جب اُن کو اسلام کے طفیل روحانی عیش حاصل ہوا۔ تب ان جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو اُنہوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جن دنوں یہ مدینہ میں دین حق کی منادی کرتے اور اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اُن دنوں اُن کے تن پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑہ ہوتا تھا جسے اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے۔

بیعت عقبہ ثانیہ

مصعبؓ مدینے میں اسعد بن زرارہ کے گھر جا کر اُترے تھے۔ اور انکو مدینے والے اَلمُقرِئ (پڑھانے والا اُستاد) کہا کرتے تھے۔ ایک دن مصعبؓ و اسعدؓ اور چند مسلمان بیئر مرق پر جمع ہوئے۔ یہ غور کرنے کے لئے کہ بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر میں کیونکر اسلام کی منادی کی جائے۔

سعد بن معاذ۔ اور اُسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے! اور ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انہیں بھی خبر ہوئی۔ سعد بن معاذ نے اُسید بن حضیر سے کہا

"تم اس غفلت میں پڑے ہو۔ دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آ کر ہمارے بیوقوفوں کو بہکانے لگے ہیں۔ تم جاؤ۔ اُنہیں جھڑک دو۔ اور کہدو۔ کہ ہمارے محلوں میں پھر کبھی نہ آئیں میں خود ایسا کرتا۔ مگر اس لئے خاموش ہوں۔ کہ اسعد میری خالہ کا بیٹا ہے!"

سلہ طبری صفحہ ۱۲۳۵۔

اُسید بن حضیر اپنا ہتھیار لیکر روانہ ہؤا۔ اسعد نے مصعبؓ کو کہا۔ دیکھو یہ قبیلے کا سردار آرہا ہے۔ خدا کرے۔ کہ وہ تیری بات مان جائے۔ مصعبؓ نے کہا۔ کہ اگر وہ آکر بیٹھ گیا۔ تو میں اس سے ضرور کلام کرونگا۔ اتنے میں اُسید آپہنچا۔ اور کھڑا کھڑا گالیاں دیتا رہا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ تم ہمارے احمق نادان لوگوں کو پھسلانے آئے ہو۔

مصعبؓ کے وعظ پر اُسید کا ایمان لانا

مصعبؓ نے کہا۔ کاش۔ آپ بیٹھ کر کچھ سُن لیں۔ اگر پسند آئے قبول فرمائیں۔ ناپسند ہو تو اسے چھوڑ جائیں۔ اُسید نے کہا۔ خیر کیا مضائقہ ہے۔ مصعبؓ نے سمجھایا۔ کہ اسلام کیا ہے۔ اور پھر اُسے قرآن مجید بھی پڑھ کر سُنایا۔ اُسید نے سب کچھ چُپ چاپ سُنا؛ بالآخر کہا۔ ہاں یہ تو بتلاؤ۔ کہ جب کوئی تمہارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے تو تم کیا کرتے ہو۔

اُنہوں نے کہا۔ نہلا کر۔ پاک کپڑے پہنا کر۔ کلمہ شہادت پڑھا دیتے۔ اور دو رکعت نفل پڑھوا دیتے ہیں۔ اُسید اُٹھا۔ کپڑے دھوئے۔ کلمہ شہادت پڑھا۔ اور نفل ادا کئے۔ پھر کہا۔ میرے پیچھے ایک اور شخص ہے۔ اگر وہ تمہارا پیرو ہوگیا۔ تو پھر کوئی تمہارا مخالف نہ رہیگا۔ اور میں جا کر ابھی تمہارے پاس اُسے بھیج دیتا ہوں۔ اُسید یہ کہکر چلا گیا۔ اُدھر سعد بن معاذ اس کے انتظار میں تھا۔ دور سے چہرہ دیکھتے ہی بولا۔ دیکھو۔ اُسید کا وہ چہرہ نہیں جو جاتے وقت تھا۔ جب اُسید آبیٹھا۔ تو سعد نے پوچھا۔ کہ کیا ہوئی۔ اُسید بولا۔ میں نے انہیں سمجھا دیا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہاری منشاء کے خلاف کچھ نہ کرینگے مگر وہاں تو ایک اور حادثہ پیش آیا۔ بنو حارثہ وہاں آگئے تھے۔ اور وہ اسعد بن زرارہ کو اسلئے قتل کرنے پر آمادہ ہیں۔ کہ وہ تیرا بھائی ہے۔ یہ سُنکر سعد بن معاذ غصہ میں بھر گیا۔ اور

مصعبؓ کے وعظ پر سعد بن معاذ کا ایمان قبول کرنا

اپنا حربہ سنبھال کے کھڑا ہوگیا۔ اُسے ڈر تھا۔ کہ بنو حارثہ اسکے بھائی کو مار نہ ڈالیں۔ اس نے چلتے وقت یہ بھی کہا۔ کہ اُسید! تم تو کچھ بھی کام نہ بنا کر آئے۔ سعد وہاں پہنچا۔ دیکھا۔ کہ مصعب و اسعد دونوں باطمینان بیٹھے

ہوئے ہیں۔ سعد سمجھا کہ اسیدؓ نے مجھے ان کی باتیں سُننے کے لئے بھیجا ہے۔ یہ خیال آتے ہی اُنہیں گالیاں دینے لگا۔ اور اسعد کو یہ بھی کہا۔ کہ اگر میرے تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی۔ تو تمہاری کیا مجال تھی۔ کہ ہمارے محلے میں چلے آتے۔ اسعد نے مصعبؓ سے کہا دیکھو۔ یہ بڑے سردار ہیں۔ اور اگر ان کو سمجھا دو تو پھر کوئی دو آدمی بھی تمہارے مخالف نہ رہ جائینگے۔ مصعبؓ نے سعد سے کہا۔ آئیے۔ بیٹھ جائیے۔ کوئی بات کریں۔ ہماری بات پسند آئے۔ تو قبول فرمائیے۔ ورنہ انکار کیجئے۔ سعد حربہ رکھ کر بیٹھ گیا۔ مصعبؓ نے اس کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی۔ اور قرآن مجید بھی سُنایا۔ آخر سعد نے بھی وہی سوال کیا۔ جو اُسیدؓ نے کیا تھا۔ الغرض سعد اٹھا۔ نہایا۔ کپڑے دھوئے۔ کلمہ پڑھا نفل ادا کئے۔ اور ہتھیار لے کر اپنی مجلس میں واپس آیا۔ آتے ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا :

اے بنی عبد الاشہل تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے ؟

سب نے کہا۔ تم ہمارے سردار ہو۔ تمہاری رائے۔ تمہاری تلاش بہتر اور اعلےٰ ہوتی ہے

سعد بولا۔ سُنو۔ خواہ کوئی مرد ہے یا عورت۔ میں اُس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں جب تک کہ وہ خدا اور رسول پر ایمان نہ لائے۔

تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوا

اس کہنے کا اثر یہ ہوا۔ کہ بنی عبد الاشہل میں شام تک کوئی عورت۔ کوئی مرد اسلام سے خالی نہ رہا۔ اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا :

مصعبؓ کی تعلیم سے اسلام کا چرچا اسی طرح انصار کے تمام قبیلوں میں پھیل گیا۔ اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اگلے سال ۱۳ نبوت کو ۷۳ مرد۔ ۲ عورتیں یثرب کے قافلے میں مل کر مکہ آئے اُن کو یثرب کے اہل ایمان نے اس لئے بھی بھیجا تھا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں۔ اور نبیؐ سے منظوری حاصل کریں :

یہ راستبازوں کا گروہ اُسی متبرک مقام پر۔ جہاں دو سال سے اس شہر یثرب کے

مشتاق حاضر ہوُا کرتے تھے۔ رات کی تاریکی میں پہنچ گیا۔ اور خدا کا برگزیدہ رسُولؐ بھی اپنے چچا عباس کو ساتھ لئے ہوئے وہاں جا پہنچا؛

حضرت عباس نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) اس وقت ایک بات کام کی کہی۔ انہوں نے کہا۔ لوگو تمہیں معلوم ہے کہ قریش مکہ محمدؐ کے جانی دشمن ہیں۔ اگر تم ان سے کوئی عہد و اقرار کرنے لگے ہو۔ تو پہلے سمجھ لینا۔ کہ یہ ایک نازک اور مشکل کام ہے۔ محمدؐ سے عہد و پیمان کرنا۔ سرخ و سیاہ لڑائیوں[2] کو دعوت دینا ہے۔ جو کچھ کرو۔ سوچ سمجھ کر کرو۔ ورنہ بہتر ہے۔ کہ کچھ بھی نہ کرو؛

ان راستبازوں نے عباس کو کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ حضور کچھ ارشاد فرمائیں؛

عقبۂ ثانیہ پر آنحضرت کا وعظ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خدا کا کلام جو خدا کا پیغام انسان کی طرف ہے پڑھکر سُنایا؛ جسکے سُننے سے وہ ایمان و ایقان کے نور سے بھرپور ہو گئے؛

اب سب لوگوں نے عرض کی۔ کہ خدا کا نبی ہمارے شہر میں چل کر بسے تاکہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہو سکے؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے ؟؛

(۲) اور جب میں تمہارے شہر میں جا بسوں۔ کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی مانند کرو گے؛

ایمان والوں نے پوچھا۔ ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملیگا[3] ؟

---

[1] طبری صفحہ ۱۲۲۴؛

[2] سُرخ لڑائی سے مراد سخت خونریز لڑائی اور سیاہ لڑائی سے تاریک انجام والی لڑائی مراد ہوتی ہے؛

[3] دیکھو پطرس کا سوال انجیل متی ۱۹۔۲۷؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت (جو نجات اور خدا کی خوشنودی کا محل ہے)۔
ایمان والوں نے عرض کیا۔ اے خدا کے رسولؐ۔ یہ تو ہماری تسلّی فرما دیجئے۔ کہ حضور، ہم کو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں۔ میرا جینا، میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔
اِس آخری فقرے کا سُننا تھا۔ کہ عاشقانِ صداقت عجب سرور و نشاط کے ساتھ جان نثاری کی بیعتِ اسلام کرنے لگے۔[۱] براء بن معرور وہ پہلے بزرگ ہیں۔ جنہوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی۔
ایک شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھا۔ اور چیخ کر اہل مکہ کو پکار کر کہا۔ لوگو۔ آؤ۔ دیکھو۔ کہ محمدؐ اور اس کے فرقے کے لوگ تم سے لڑائی کے مشورے کر رہے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اس آواز کی پرواہ نہ کرو۔ عباس بن عبادہ نے کہا۔ اگر حضور کی اجازت ہو۔ تو ہم کل ہی مکہ والوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیں۔
رسول اللہؐ نے فرمایا۔ نہیں مجھے جنگ کی اجازت نہیں۔[۲]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۲ نقیب

اِس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ۱۲ شخصوں کا انتخاب کیا۔ اور اُن کا نام نقیب رکھا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ جس طرح عیسیٰؑ بن مریم نے اپنے لئے ۱۲ شخصوں کو چُن لیا تھا۔ اسی طرح میں تمہیں انتخاب کرتا ہوں۔ تاکہ تم اہل یثرب میں جا کر دین کی اشاعت کرو۔ مکہ والوں میں میں خود یہ کام کروں گا۔
ان کے نام یہ ہیں:۔
قبیلہ خزرج سے ۹۔ اسعد بن زرارہ۔ رافع بن مالک۔ عبادہ بن صامت (یہ تینوں عقبہ اولیٰ میں بھی تھے) سعد بن ربیع۔ منذر بن عمرو۔ عبداللہ بن رواحہ۔ براء بن معرور۔

---

[۱] وہ نوشتہ پورا ہوا کہ نور تاریکی میں چمکتا ہے۔ انجیل یوحنا، باب ۱۔

[۲] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۰۴۔

عبداللہ بن عمرو بن حرام۔ سعد بن عبادہ[1]

قبیلہ اوس کے تین۔ اُسید بن حضیر۔ سعد بن خثیمہ۔ ابوالہیثم بن تیہان[1]

قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھنک سی معلوم ہوئی۔ وہ اہل یثرب کی تلاش میں نکلے

قریش نے یثرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا

لیکن انکا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔ قریش نے سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو وہاں پایا۔ منذر تو بھاگ گیا۔ اور ان کے ہاتھ نہ آیا مگر سعد بن عبادہ کو انہوں نے پکڑ لیا۔ اسکی سواری کے اونٹ کا تنگ کھول کر اس کی مشکیں باندھ دیں۔ مکہ میں لا کر اسے مارتے۔ اور اسکے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے تھے یہ سعد بن عبادہ وہی ہیں۔ جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن ۱۲ اشخاص میں سے ایک نقیب ٹھہرایا تھا۔ انکا اپنا بیان ہے۔ کہ جب قریش انہیں زدوکوب کر رہے تھے۔ تو ایک سرخ و سفید شیریں شمائل شخص انہیں اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس قوم میں کسی شخص سے مجھے بھلائی ہوسکتی ہے۔ تو وہ یہی ہوگا۔ جب وہ میرے پاس آگیا تو اُس نے نہایت زور سے منہ پر طپانچہ لگایا۔ اس وقت مجھے یقین آگیا کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے امید خیر کی جاسکے۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا۔ اُس نے میرے حال پر ترس کھایا۔ اور کہا۔ کیا قریش کے کسی بھی شخص کے ساتھ تجھے حق ہمسائگیت حاصل نہیں اور کسی سے بھی تیرا عہد و پیمان نہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ جو عبد مناف کے پوتے ہیں۔ وہ تجارت کیلئے ہمارے ہاں جایا کرتے ہیں۔ اور میں نے بارہا انکی حفاظت کی ہے۔ اس نے کہا۔ کہ پھر انہی دونوں کے نام کی دُہائی تجھے دینی اور اپنے تعلقات کا اعلان کرنا چاہیئے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہی شخص ان دونوں کے پاس پہنچا۔ اور انہیں بتلایا کہ خزرج کا ایک آدمی پٹ رہا ہے۔ اور وہ تمہارا نام لے لے کر تمہیں پکار رہا ہے۔ ان دونوں نے پوچھا وہ کون ہے۔ اس نے بتلایا۔ سعد بن عبادہ۔ وہ کہنے

[1] الاستیعاب ۱۲

ہاں۔ اس کا ہم پر احسان بھی ہے۔ اُنہوں نے آکر سعد بن عبادہ کو چھڑا دیا۔ اور یہ ثابت قدم بزرگ یثرب کو سدھار گیا[1]۔

مسلمانوں کو ترک وطن کرنے کی اجازت ملگئی

عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کو جو بھی مکہ سے باہر نہ گئے تھے۔ لیکن جن پر اب اتنے ظلم وستم ہونے لگے تھے۔ کہ پیارا وطن ان کے لئے آگ کا پہاڑ بن گیا۔ یثرب چلے جانے کی اجازت فرمادی۔ ان ایمان والوں کو گھر بار۔ خویش و اقارب۔ باپ بھائی۔ زن و فرزند کے چھوڑنے کا ذرا غم نہ تھا۔ بلکہ خوشی یہ تھی کہ یثرب جاکر خدا لئے وحدہٗ لاشریک کی عبادت پوری آزادی سے کرسکیں گے۔

ہجرت کرنے والوں۔ اور گھر چھوڑ کر جانے والوں کو قریش مکہ کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

ہجرت میں دشواریاں

(۱) صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کرکے جانے لگے۔ تو کفار نے انہیں آگھیرا کہا۔ صہیب۔ جب تو مکہ میں آیا تھا۔ تو مفلس و قلاش تھا۔ یہاں ٹھہر کر تو نے ہزاروں کمائے۔ آج یہاں سے جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب مال و زر لیکر چلا جائے۔ یہ تو کبھی نہیں ہونے کا۔

صہیبؓ نے کہا۔ اچھا۔ اگر میں اپنا سارا مال و متاع تمہیں دیدوں۔ تب مجھے تم جانے دوگے؟

قریش بولے۔ ہاں

حضرت صہیبؓ نے سارا مال اُنہیں دیدیا۔ اور یثرب کو روانہ ہوگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] سعد بن عبادہ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ کیا سبق ملتا ہے؟ کہ اسلام کے ساتھ ہی خدا کی طرف سے آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔ بھوک پیاس کی آزمائش۔ قوم و ملک کی عداوت کی آزمائش۔ ضرر جسمانی و نقصان مالی کی آزمائش وغیرہ وغیرہ۔ اور جب کوئی شخص ان آزمائشوں میں پورا اُترتا ہے۔ تب وہ خدا کے اُس ابدی وعدہ کا مستحق ٹھہر جاتا ہے جو قرآن و انجیل و توراۃ میں مومنین سے کیا گیا ہے۔ کہ اس کی دنیا بھی عمدہ ہوگی۔ کیا کوئی شخص ان بزرگوں کی نسبت جو ایسی آزمائشوں کے بعد اسلام کے شیریں ثمر ثابت ہوئے ہیں کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ بزور شمشیر مسلمان کئے گئے تھے۔ یا یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے بزرگ کسی دوسرے کو بزور شمشیر مسلمان کیا کرتے تھے؟

یہ قصہ سُنکر فرمایا کہ اس سودے میں صہیبؓ نے نفع کمایا[1]!

(۲) حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں! میرے شوہر ابو سلمہ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ مجھے اونٹ پر چڑھایا، میری گود میں میرا بچہ سلمہ تھا۔ جب ہم چل پڑے۔ تو بنو مغیرہ نے آکر ابو سلمہ کو گھیر لیا کہا تو جا سکتا ہے، مگر ہماری لڑکی کو نہیں لے جا سکتا۔ اب بنو عبدالاسد بھی آگئے۔ انہوں نے ابو سلمہ سے کہا۔ کہ تو جا سکتا ہے مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ کا بچہ ہے۔ تو نہیں لے جا سکتا! غرض اُنہوں نے ابو سلمہ سے اونٹ کی مہار لیکر اونٹ بٹھا دیا! بنو عبدالاسد لوگوں کے بچّہ کو ماں سے چھین کر لے گئے! اور بنو مغیرہ ام سلمہ کو لے آئے۔ ابو سلمہ پودین کے لئے ہجرت کرنا فرض سمجھتا تھا۔ زن و بچہ کے بغیر روانہ ہو گیا!

اُم سلمہ روز شام کو اُسی جگہ جہاں بچّہ اور شوہر سے وہ الگ کی گئی تھی! پہنچ جاتی گھنٹوں رو دھو کر واپس آجاتی۔ ایک سال اسی طرح روتے چلّاتے گزر گیا۔ آخر اُن کے ایک چچیرے بھائی کو رحم آیا، اور ہر دو قبائل سے کہہ سُنکر ام سلمہ کو اجازت دلادی۔ کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بچہ بھی ان کو واپس دیدیا گیا۔ ام سلمہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کو تن تنہا چل دیں[2]!

ایسی ہی مشکلات کا سامنا تقریبًا ہر ایک صحابی کو کرنا پڑا تھا!

(۳) حضرت عمر فاروقؓ کا بیان ہے۔ کہ عیاش اور ہشام صحابی بھی ان کے ساتھ مدینہ چلنے کو تیار ہوئے تھے۔ عیاش بن ابی ربیعہ تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہنچ گئے! مگر ہشام بن عاصی کی بابت کفار کو خبر لگ گئی۔ اُن کو قریش نے قید کر دیا!

عیاش مدینہ جا پہنچے تھے۔ کہ ابوجہل مع اپنے برادر حرث کے مدینہ پہنچا۔ عیاش اُن کے چچیرے بھائی تھے! اور تینوں کی ایک ماں تھی!

ابوجہل و حرث نے کہا۔ کہ تمہاری والدہ کی بُری حالت ہو رہی ہے۔ اُس نے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۹۸، صہیبؓ نے شوال ۳۸ھ میں بعمر ۷۳ سال مدینہ میں وفات پائی۔ [2] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۶۵

قسم کھائی ہے کہ عیاش کا منہ دیکھنے تک نہ سر میں کنگھی کرونگی، نہ سایہ میں بیٹھوں گی، اس لئے بھائی تم چلو اور ماں کو تسکین دیکر آجانا!

عمر فاروق رضؓ نے کہا عیاش مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری ماں کے سر پر کوئی جُوں پڑ گئی تو وہ خود ہی کنگھی کر لیگی، اور مکہ کی دھوپ نے ذرا جھر لی، تو وہ خود ہی سایہ میں جا بیٹھے گی۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم کو جانا نہیں چاہیئے۔

عیاش بولے نہیں میں والدہ کی قسم پوری کر کے واپس آجاؤنگا!

عمر فاروق رضؓ۔ اچھا۔ اگر یہی رائے ہے تو سواری کے لئے میری ناقہ لے جاؤ۔ یہ بہت تیز رفتار ہے۔ اگر راستہ میں تمہیں ذرا بھی ان سے شبہ گزرے۔ تو تم اس ناقہ پر بآسانی ان کی گرفت سے بچ کر آسکو گے!

عیاش نے ناقہ لے لی۔ یہ تینوں چل پڑے۔ ایک روز راہ میں (مکہ کے قریب) ابو جہل نے کہا بھائی ہمارا اونٹ تو ناقہ کے ساتھ چلتا چلتا رہ گیا، بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کر الو۔ عیاش بولا بہتر۔ جب عیاش نے ناقہ بٹھلائی۔ تو دونوں بھائیوں نے اُسے پکڑ لیا مشکیں کس لیں، اور مکہ میں اسی طرح لیکر داخل ہوئے!

یہ دونوں بڑے فخر سے کہتے تھے۔ کہ دیکھو! بیوقوفو۔ احمقوں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ اب عیاش کو بھی ہشام بن عاصی کے ساتھ قید کر دیا گیا!

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تب حضور کی تمنا پوری کرنے کے لئے ولید بن مغیرہ رضؓ مکہ میں آئے۔ زندان خانے سے دونوں کو شباشب نکال کر لے گئے!

ان ہر سہ حکایات سے ناظرین یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہجرت کے وقت بھی مسلمانوں کو کیسی سخت مصیبتوں پر غالب آنا پڑتا تھا۔ گھر چھوڑنا بھی بلا خاص جد وجہد اور ابتلا و امتحان کے آسان نہ تھا!

---

۵ سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۶۷۔ جلد اول!

ہجرت

جب مسلمان مکہ میں گنتی کے رہ گئے۔ اور مشہور صحابہ میں سے صرف ابو بکرؓ و علیؓ ہی باقی رہے، تو قریش مکہ نے کہا۔ کہ اب محمدؐ کے قتل کر دینے کا اچھا موقعہ ہے۔

آنحضرتؐ کو قتل کرنے کیلئے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس ہوا

تدبیر قتل پر غور کرنے کے لئے دار الندوہ میں خفیہ اجلاس ہوا۔ دار الندوہ کو قصیٔ بن کلابؓ نے قائم کیا تھا۔ یہ گویا قریش کا ایوانِ پارلیمنٹ تھا، اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آکر شامل ہوا تھا، اور قریش کے مشہور مشہور قبائل میں سے مندرجہ ذیل مشہور مشہور سردار موجود تھے!

(۱) بنو عبد شمس میں سے۔ شیبہ و عقبہ۔ فرزندانِ ربیعہ، اور ابو سفیان بن حرب!

(۲) بنو نوفل میں سے۔ طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ حارث بن عامر!

(۳) بنو عبد الدار میں سے۔ نضر بن حارث بن کلدہ!

(۴) بنو اسد بن عبد العزیٰ میں سے۔ ابو البختری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود۔ حکیم بن حزام!

(۵) بنو مخزوم میں سے۔ ابو جہل بن ہشام!

(۶) بنو سہم میں سے۔ نبیہ و منبہ فرزندان حجاج!

(۷) بنو جمح میں سے۔ امیہ بن خلف![۱]

حل طلب سوال یہ تھا۔ کہ محمدؐ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے!

ایک بولا۔ اسے پکڑ کر گلے میں طوق و زنجیر ڈال کر ایک مکان میں قید کر دو، اور مکان کا دروازہ بند کر دو۔ تاکہ یہ بھی زہیر و نابغہ شاعروں کی موت کا مزا چکھتا ہوا مر جائے!

بوڑھا نجدی بولا۔ نہیں، یہ ٹھیک نہیں، محمدؐ کے قید ہونے کی خبر باہر نکلے بغیر نہ رہیگی!

۱۔ قرآن مجید میں ہے یکیدون کیداً واکید کیداً۔ فمہل الکافرین امہلہم رویداً۔ وہ تدبیریں کرتے ہیں۔ اور خدا بھی تدبیر کرتا ہے۔ اے نبی آپ ان کو نرمی و آہستگی سے چھوڑ دیجئے۔ اس آیت کے ساتھ ان ۱۴ سرداروں کا انجام آپ دیکھئے۔ کہ گیارہ سردار ایک دن میں (جنگ بدر) قتل ہوئے تھے۔ اور تین ابو سفیان بن حرب، جبیر بن مطعم و حکیم بن حزام جو قتل سے بچے۔ وہ بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔

مسلمان لیسے بھی چھڑالے جائینگے۔ اور طاقت پاکر تہیں بھی فنا کردیں گے؛

دوسرا بولا۔ ایک سرکش اونٹ پر بٹھلا کر ہم اسے یہاں سے نکال دیں۔ ہماری طرف سے کہیں جائے۔ کہیں رہے۔ جئے خواہ مرے؛

بوڑھا نجدی بولا نہیں یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ کیا تم محمدؐ کی دلاویز باتوں کو بھول گئے ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ جس سے بات کرتا ہے اُسی کو اپنا بنا لیتا ہے۔ وہ دلوں پر کیسی آسانی سے قابو پالیتا ہے۔ جہاں جائیگا وہیں کے باشندے اُس کے ساتھ لگ جائینگے۔ اور وہ بالآخر تم سے اپنے بنی کا بدلہ لے کے چھوڑیں گے۔

نبی کے قتل کی تدبیر قاتلان کے انتخاب کا طریق

آخر ابوجہل نے ایسی تدبیر بتلائی۔ جسے تمام جلسے نے بالاتفاق منظور کر لیا۔ تجویز اور تدبیر یہ تھی؛ ۔

(۱) عرب کے ہر ایک مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوانمرد کا انتخاب کیا جائے؛

(۲) یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں محمدؐ کے گھر کو گھیرلیں؛

(۳) جب محمدؐ صبح کی نماز کے لئے باہر نکلے؛ اُس وقت یہ سب بہادر اپنی اپنی تلوا سے اُس پر وار کریں۔ اور اس کی بوٹی بوٹی کر دیں؛

اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا گیا۔ کہ جس قتل میں تمام قبیلے شامل ہونگے۔ اس کا بدلہ نہ تو محمدؐ کا قبیلہ لے سکیگا۔ اور نہ محمدؐ کو سچا ماننے والے کچھ شر و فساد اٹھا سکیں گے؛

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر

انسانی تدبیر کے مقابلے میں اب الٰہی طاقت اور ربانی حمایت کو دیکھئے۔ کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آگھیرا۔ اُس وقت خدا کے نبیؐ نے پیارے بھائی علیؓ سے فرمایا۔ تم میرے بستر پر میری چادر لے کر سو رہو۔ ذرا فکر نہ کرنا کوئی شخص تیرا بال بیکا نہ کر سکے گا؛ حضرت علیؓ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بے فکری سے مزے کی نیند سو رہے اور خدا کا رسولؐ خدا کی حفاظت میں باہر نکلا؛ اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورہ یٰسین پڑھتا ہوا صاف

نکل گیا، کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے نہ دیکھا[۱]، یہ واقعہ ۲۷ صفر ۱۳ نبوت روز پنجشنبہ (۱۲ ستمبر ۶۲۲ء) کا ہے؛

خدا کا نبیؐ پیارے دوست ابوبکرؓ کے گھر پہنچا۔ اُنہوں نے جلدی سے سفر کا ضروری سامان درست کیا، ابوبکرؓ کی بیٹی اسماءؓ نے اپنا کمربند کاٹ کر ستوؤں کے تھیلے کا مُنہ باندھا، اُسی شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے۔ مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر کوہ ثور ہے۔ اسکی چڑھائی سر توڑ ہے۔ راستہ سنگلاخ تھا، نکیلے پتھر نبی صلعم کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے، اور ٹھوکر لگنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔ ابوبکرؓ نے نبی صلعم کو اپنے کندھے پر اُٹھا لیا۔ آخر ایک غار تک پہنچے، ابوبکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر ٹھہرایا خود اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے روزن بند کئے۔ اور پھر عرض کیا کہ حضور بھی تشریف لے آئیں؛

صبح ہوئی حضرت علیؓ حسب معمول خواب سے بیدار ہوئے۔ قریش نے قریب جا کر انہیں پہچانا، پوچھا محمدؐ کہاں ہے علیؓ نے جواب دیا، مجھے کیا خبر۔ کیا میرا پہرہ تھا۔ تم لوگوں نے انہیں نکل جانے دیا۔ اور وہ نکل گئے۔ قریش غصہ اور ندامت سے علیؓ پر پل پڑے اُنکو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے، اور تھوڑی دیر تک حبس بیجا میں رکھا۔ آخر چھوڑ دیا[۲]؛

اب وہ ابوبکرؓ کے گھر آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا، اسماءؓ بنت ابوبکرؓ باہر نکلی۔ ابوجہل نے پوچھا۔ لڑکی تیرا باپ کدھر ہے۔ وہ بولی۔ بخدا مجھے معلوم نہیں؛

بدزبان و درشت خو۔ ابوجہل نے ایسا تپانچہ کھینچکر مارا کہ اسماءؓ کے کان کی بالی نیچے گر گئی[۳]؛

---

[۱] خدا کے برگزیدہ داؤدؑ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت۔ داؤدؑ کھڑکی سے بھاگ کے بچ رہا، میکل نے ایک پتلا پلنگ پر لٹا رکھا، اور بکریوں کی کھال تکیہ کی جگہ، اور اوپر سے چادر اوڑھا دی۔ اور جب ساؤل نے ہرکارے داؤد کے پکڑنے کو بھیجے تو یہ بولی۔ کہ وہ بیمار ہے الخ کتاب اسموایل ۱۲–۱۳–۱۴ درس ۱ / ۱۹ باب؛

[۲] طبری صفحہ ۱۲۴۵؛ [۳] طبری صفحہ ۱۲۴۷؛

یہ چاند اور سورج دونوں تین[1] روز تک اُسی غار میں رہے۔ رات کی تاریکی میں اسماءؓ بنت ابو بکرؓ گھر سے روٹی دے جاتی۔ عبداللہ بن ابو بکرؓ اہل مکہ کی باتیں سُنا جاتا[2]؛ عامرؓ بن

غار کا قیام

فہیرہ جو حضرت عائشہؓ کے بھائی کا غلام تھا۔ اور جس کے پاس ابو بکرؓ کا ریوڑ تھا۔ وہاں بکریاں لے آتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دودھ بقدر ضرورت لے لیتے۔ اور وہ پھر ریوڑ سے آنے والوں کے نقش قدم کو تمام راستے سے مٹا دیتا[3]؛

خدا نے ابو بکرؓ کے اس صدق و خلوص کا یہ اجر دیا۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرما کر جس معیتِ الٰہی میں نبیؐ واصل تھے؛ اسی میں ابو بکرؓ کو بھی شامل کر دیا

غار سے روانگی

چوتھی شب ابو بکرؓ کے گھر سے دو اونٹنیاں آ گئیں۔ جن کو اسی سفر کے لئے خوب فربہ اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ۔ دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط (جسے رستہ بتانے پر نوکر رکھ لیا گیا تھا) سوار ہوئے۔ اور مدینہ کی جانب یکم ربیع الاول روز دوشنبہ (۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) کو روانہ ہوئے؛

ہجرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سابقین کی سنت کو پورا کیا۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل الرحمن اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤد علیہم السلام کی ہجرت کے واقعات بائیبل میں موجود ہیں۔ نبی کریمؐ کے ساتھ ہجرت کے بعد نصرت الٰہی کی معیت کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا تھا؛

ایک لڑکی کی ایمانی قوت

ہجرت کے متعلق ایک چھوٹی سی بات قابل ذکر ہے۔ اسماءؓ بنت ابو بکر صدیقؓ کہتی ہیں کہ میرے والد جاتے ہوئے گھر سے نقد روپیہ سب اٹھا لے گئے تھے۔ یہ پانچ یا چھ ہزار روپے تھے۔ والد کے چلے جانے کے بعد میرے دادا ابو قحافہ[4] نے کہا۔ بیٹی۔ میں سمجھتا ہوں

---

[1] یوحنا نبی نے داؤد کو کہا۔ جب تیری غیر حاضری پر تین دن گزر جائیں تو تو وہاں ... بائیبل سموئیل نبی ۲۰ درس ۱۹؛

[2] ابن ہشام جلد ا صفحہ ۱۷۰؛ [3] بخاری عن عائشہ۔ کتاب المغازی صفحہ ۱۶۔ و باب ہجرت؛

[4] ابو قحافہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے دن یہ مسلمان ہوئے تھے۔ ابو بکر صدیق کے خاندان کو جملہ صحابہ میں یہ خاص خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں؛

کہ ابوبکرؓ نے تم کو دوہری تکلیف میں ڈال دیا ہے۔ وہ خود بھی چلا گیا۔ اور نقد و مال بھی ساتھ لے گیا؛

اسماء بولی۔ نہیں دادا جان۔ وہ ہمارے لئے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں؛

اسماء نے ایک پتھر لیا۔ اس پر کپڑا لپیٹا۔ اور جس گڑھے میں روپیہ ہوا کرتا تھا۔ وہاں رکھ دیا؛ اور پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی۔ ابو قحافہ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ کہا دادا جان ہاتھ لگا کر دیکھو۔ کہ مال موجود ہے۔ بوڑھے نے اُسے ٹٹولا۔ اور پھر کہا

خیر۔ جب تمہارے پاس سرمایہ کافی ہے۔ تو اب ابوبکرؓ کے جانے کا چنداں غم نہیں؛ یہ ابوبکرؓ نے اچھا کیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے لئے کافی انتظام کر گیا ہے؛

اسماء کہتی ہیں کہ یہ تدبیریں نے بوڑھے دادا صاحب کے اطمینانِ قلب کیلئے کی تھی۔ ورنہ والد بزرگوار تو سب کچھ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے) ساتھ لے گئے تھے[۱]

غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلے کا گزر خیمہ ام معبد پر ہوا؛ یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی۔ مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لئے مشہور تھی۔ سرِ راہ پانی پلایا کرتی تھی۔ اور مسافر وہاں ٹھہر کر سستایا کرتے تھے؛

یہاں پہنچکر بوڑھیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولی نہیں اگر کوئی شے موجود ہوتی۔ تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کر دیتی؛

خیمہ ام معبد پر آنحضرتؐ کا آرام لینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی۔ پوچھا۔ یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ ام معبد نے کہا۔ کمزور ہے۔ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اجازت ہے۔ کہ ہم اسے دوہ لیں؛

ام معبد نے کہا۔ اگر حضور کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو دوہ لیجئے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہکر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ برتن مانگا۔ وہ

---

[۱] ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۷۳؛

ایسا بھر گیا کہ دودھ اچھل کر زمین پر بھی گر گیا۔ یہ دودھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمراہیوں نے پی لیا؛ دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا۔ برتن بھر گیا۔ یہ بھی ہمراہیوں نے پیا تیسری دفعہ پھر برتن بھرا گیا اور وہ ام معبد کے لئے چھوڑ دیا؛ اور آگے کو روانہ ہو گئے؛

کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا؛ خیمہ میں دودھ کا بھرا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا تھا۔ اور یہ دودھ اُس کے قدم کا نتیجہ ہے؛ وہ بولا کہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے۔ جس کی مجھے تلاش تھی اچھا تم ذرا اسکی توصیف تو کرو۔

ام معبد بولی۔

حلیہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ام معبد کا آنحضرت کا حلیہ بیان کرنا

ظاهر الوضاءة۔ ابلج الوجه حسن الخلق۔ لم تعبه ثجلة ولم تزر به صعلة وسيم قسيم في عينيه دعج۔ وفي اشعاره وطف وفي صوته صحل۔ وفي عنقه سطع احور۔ اكحل۔ ازج۔ اقرن۔ شديد سواد الشعار۔ اذا صمت علاه الوقار وان تكلم علاه البهاء۔ اجمل الناس وابهاهم من بعيد۔ واحسنه واحلاه من قريب حلو المنطق۔ فصل۔ لا نزر۔ ولا هذر۔ كان منطقه

پاکیزہ رو؛ کشادہ چہرہ؛ پسندیدہ خو؛ نہ توند نکلی ہوئی۔ نہ چندیا کے بال گرے ہوئے؛ زیبا صاحب جمال؛ آنکھیں سیاہ و فراخ؛ بال لمبے اور گھنے؛

آواز میں بھاراپن؛ بلند گردن؛ روشن مردمک سرگلیں چشم؛ باریک پیوستہ ابرو؛ سیاہ گھنگریالے بال؛ خاموش وقار کے ساتھ؛

گویا دل بستگی لئے ہوئے؛ دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب؛ قریب سے نہایت شیریں؛ وکمال حسین۔ شیریں کلام۔ واضح الفاظ کلام کمی بیشی الفاظ سے معرا۔ تمام گفتگو موتیوں کی

خرزات نظم یتحدرن ربعة لا یقحمہ عین من قصر ولا یشنأ من طول غصن بین غصنین فھو انضر الثلثۃ منظرا واحسنھم قدرا لہ رفقاء یحفون بہ اذا قال سمعوا لقولہ واذا امر تبادروا الی امرہ محفود محشود لا عابس ولا مفند

لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اُس سے نفرت کرتی، زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر والا قدر رفیق ایسے کہ ہر وقت اسکے گرد و پیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم مطاع۔ نہ کوتہ سخن۔ نہ فضول گو۔

یہ صفت سنکر وہ بولا کہ یہ تو ضرور صاحب قریش ہے۔ اور میں اُسے ضرور جاکر ملونگا[1]

نبوّت کے تیرہ[سنہ ۱۳] سال مکّہ میں

سابقین واولین کی شان جس طرح گزرے۔ اُن کا مختصر حال یہ تھا۔ جو لکھا گیا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اس عرصہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد چند سینکڑوں سے زیادہ نہیں بڑھی تھی لیکن یہ بھی عجیب کامیابی تھی۔ کہ ان ایمان لانے والوں میں:

(۱) علیؓ۔ ابوبکرؓ۔ عثمانؓ۔ عمرؓ کی شان کے بزرگوار تھے۔ جنکی علمی فضیلت۔ عملی کشش و طاقت۔ روشنضمیری اور بہترین قابلیت کے اوصاف نے چار دانگ عالم کی رہنمائی کی۔

(۲) یا مصعبؓ بن عمیر۔ جعفر طیارؓ۔ اور ابوعبیدہؓ بن الجراح۔ کی سی اعلی استعداد کے تھے جنہوں نے یثرب و حبش و نجران کو وعظ کے ذریعے سے مسلمان کرلیا۔

(۳) یا عبداللہ بن مسعودؓ و عبدالرحمن بن عوف کے منصب کے تھے۔ جن کی علمی روایا سینکڑوں علمی نکات کی مخزن ہیں۔

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۰۷۔ جلد اول۔ مکہ سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل نے آنحضرتؐ کو لوگ صاحب قریش کہتے تھے۔

(۴) یا زبیر و طلحہ و عمار یاسر کے درجے کے۔ جن کی جان نثاری و حق پسندی کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے؛

(۵) یا بلال۔ سمیہ۔ یاسر اور کعب۔ خباب کے نمونے کے جنہوں نے اپنے استقلال و استقامت سے فرعون طبیعت ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا تھا

(۶) یا سکران۔ شموس۔ ام حبیبہ۔ و غنیس کے حوصلے کے۔ جنہوں نے دین حقہ کے لئے خویش واقارب۔ وطن و مولد۔ کو چھوڑ کر حبش میں جا اقامت کی تھی؛

(۷) یا لبید۔ اور سوید بن صامت الملقب کامل۔ و انیس برادر ابوذر جیسے فصیح و بلیغ جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو حاصل کر لیتے تھے اور جو دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو حقائق دان۔ معانی رس اور انسانی طبیعت کا رمز شناس نہ جانتے تھے؛

انہی ایام میں اسلام مکہ سے باہر بھی پھیل گیا تھا؛

جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں؛

(۱) طفیل بن عمرو دوسی جو ملک یمن کے ایک حصہ کا فرمانروا تھا۔ مکہ میں مسلمان ہوا تھا اور اس طفیل کے طفیل اُس کے ملک میں بھی اسلام پھیل گیا تھا؛

(۲) ابوذر غفاری؛ اُن کا بھائی انیس۔ اُن کی ماں؛ اور نصف قبیلہ غفار؛

(۳) عیسائیان نجران میں سے ۲۰ کس؛

(۴) ضماد الازدی؛ یمن کا مشہور کاہن۔

(۵) قبیلہ بنی الاشہل

(۶) نعیم و نعیم۔ اور کچھ باشندگان ملک شام؛

(۷) حبش کے بہت لوگ؛

وغیرہ وغیرہ

اثناء راہ میں بریدہ اور ۷۰ شخصوں کا مسلمان ہونا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یثرب کو جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں بریدہ اسلمی ملا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ قریش نے آنحضرتؐ کی گرفتاری پر ایک سو اونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا۔ اور بریدہ اُسی انعام کے لالچ سے آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا، اور حضورؐ سے ہمکلام ہونیکا موقعہ بھی ملا۔ تو بریدہ ستّر آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ اپنی پگڑی اُتار کر نیزہ پر باندھ لی، جسکا سفید پھریرہ ہوا میں لہراتا اور بشارت سُناتا تھا۔ کہ امن کا بادشاہ صلح کا حامی، دنیا کو عدالت اور انصاف سے بھرپور کرنیوالا تشریف لا رہا ہے۔

راستہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زبیر بن العوامؓ ملے۔ یہ شام سے آ رہے تھے اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی ان کے ساتھ تھا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے لئے سفید پارچات پیش کیے۔[۱]

قبا میں پہنچنا

۸ ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوت روز دوشنبہ (۲۳ ستمبر سنہ ۶۲۲ء) مطابق ۱۰ تشری سنہ ۳۸۳ یہود[۲] تھی کہ خدا کا نبیؐ قبا پہنچ گیا، اہل یثرب نے جب سے سُنا تھا کہ آنحضرتؐ نے مکہ چھوڑ دیا ہے، روز صبح ہی سر راہ ہمہ چشم بنکر بیٹھ جاتے اور جبتک ٹھیک دوپہر نہ ہو جاتی بیٹھے رہتے، یہ بزرگوار ابھی واپس ہی گئے تھے کہ حضورؐ پہنچ گئے، اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہو گئے، اور خیر مقدم، اللہ اکبر کے ترانے لگاتے ہوئے، آفتاب رسالت کی گرداگرد نور خیز شعاعوں کی طرح جمع ہو گئے۔ اکثر مسلمان ایسے تھے جنہوں نے ہنوز دیدار پر انوار سے چشم ظاہر بین کو روشن نہ کیا تھا، انہیں نبی اللہ اور حضور کے رفیق ابوبکر صدیقؓ کی شناخت میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ حضرت صدیقؓ اس ضرورت کو تاڑ گئے اور سر مبارک پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔[۳]

---

[۱] بخاری عن عروہ ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [۲] سرور المحزون شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی سنہ ۱۱۷۴ھ۔ [۳] صحیح بخاری، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

خدا کا رسول پنجشنبہ تک یہاں ٹھہرا، اور اس سہ روزہ قیام[1] ہی میں سب سے پہلا کام یہاں یہ کیا، کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لئے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔

اسی جگہ شیر خدا علی مرتضیٰؓ بھی مکہ سے پیادہ پا سفر کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ چند روز تک مکہ میں حسب الارشاد نبوی صلعم اسلئے ٹھہر گئے تھے کہ جن لوگوں کی امانتیں آنحضرتؐ کے گھر میں موجود تھیں، وہ مالکوں کو واپس کر دیجاویں۔

۱۲- ربیع الاول سنہ ۱ ہجرت[2] کو جمعہ کا دن تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

خطبہ

خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اول جمعة جمعها بالمدینة فی بنی سالم بن عوف۔

الحمد للہ احمدہٗ واستعینہٗ واستغفرہٗ واستھدیہ واؤمن بہ ولا اکفرہٗ۔ واعادی من یکفرہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ وان محمدا عبدہٗ ورسولہٗ۔ ارسلہٗ بالھدیٰ والنور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ جو مدینہ پہنچ کر کے بنی سالم بن عوف میں حضور نے پڑھا تھا۔

حمد و ستائش خدا کیلئے ہے، میں اسکی حمد کرتا ہوں مدد بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں، میرا ایمان اسی پر ہے میں اسکی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور نافرمانی کرنیوالوں سے عداوت رکھتا ہوں، میری شہادت ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ محمدؐ اسکا بندہ اور رسول ہے۔ اسی نے محمدؐ کو ہدایت۔ نور اور نصیحت کیساتھ

[1] تفسیر علامہ ابی السعود صفحہ ۱۵۲ جلد ۸، مگر صحیح بخاری میں بضع عشر لیلۃ لکھا ہے۔

[2] مطابق ۲۷۔ ستمبر سنہ ۶۲۲ء۔ زاد المعاد صفحہ ۲۵ میں ۱۲۔ ربیع کو دوشنبہ لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔

والموعظة على فترة من الرسل و
قلة من العلم وضلالة من الناس
وانقطاع من الزمان ودنوٍّ من
الساعة وقرب من الاجل۔
من يطع الله ورسوله فقد
رشد ومن يعصهما فقد غوىٰ و
فرط وضلّ ضلالاً بعيداً۔ و
اوصيكم بتقوى الله فانّه خير ما اوصى
به المسلم المسلم ان يحضّه على
الاخرة وان يامره بتقوى الله۔
فاحذروا ما حذّركم الله من
نفسه ولا افضل من ذلك
نصيحة ولا افضل من ذلك ذكرا۔
وانّ تقوى الله لمن عمل على وجل
ومخافة من ربّه عون صدق على
ما تبغون من امر الاخرة ومن
يصلح الذي بينه وبين الله من امره
في السرّ والعلانية۔ لا ينوي بذلك
الّا وجه الله يكن له ذكرا في عاجل
امره وذخرا فيما بعد الموت حين

ایسے زمانے میں بھیجا ہے جبکہ مدتوں سے کوئی
رسول دنیا پر نہ آیا تھا۔ علم گھٹ گیا اور گمراہی
بڑھ گئی تھی۔ اُسے آخری زمانے میں قیامت کے
قرب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا ہے
جو کوئی خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے، وہی
راہ یاب ہے۔ اور جس نے انکا حکم نہ مانا، وہ بھٹک
گیا، درجہ سے گر گیا، اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے
مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیّت کرتا
ہوں۔ بہترین وصیّت جو مسلمان مسلمان کو کرسکتا ہے
یہ ہے کہ اُسے آخرت کیلئے آمادہ کرے۔ اور اللہ سے تقوے
کیلئے کہے۔ لوگو! جن باتوں سے خدا نے تمہیں پرہیز کرنے
کو کہا ہے اُن سے بچتے رہو۔ اس سے بڑھکر نہ کوئی نصیحت
ہے، اور نہ اس سے بڑھکر کوئی ذکر ہے۔
یاد رکھو کہ اُمور آخرت کے بارے میں اس شخص کیلئے
جو خدا سے ڈر کر کام کر رہا ہے تقویٰ[1] بہترین
مددثابت ہوگا۔ اور جب کوئی شخص اپنے اور
خدا کے درمیان کا معاملہ خفیہ و ظاہر میں درست
کرلیگا، اور ایسا کرنے میں اُسکی نیت خالص ہوگی
تو ایسا کرنا اُسکے لئے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد
(جبکہ انسان کو اعمال کی ضرورت وقدر معلوم ہوگی)

[1] تقویٰ۔ اس انسانی ملکہ کا نام ہے، جو انسان کو منہیات و منکرات سے روک دیتا ہے۔ از محیط المحیط۔

يفتقر المرء الى ما قدّم۔
وما كان سوى ذلك۔ يودّ لو
انّ بينه وبينها امدًا بعيدًا۔ ويحذّر
كم الله نفسه والله رءوف بالعباد۔
والّذى صدق قوله وانجز
وعده لا خلف لذلك فانّه
يقول عزّ وجلّ۔ ما يبدّل القول
لدىّ وما انا بظلّام للعبيد
فاتقوا الله فى عاجل امركم واجله
فى السرّ والعلانية فانّه من يتّق الله
يكفّر عنه سيّاته ويعظم له اجرًا
ومن يتّق الله فقد فاز فوزًا عظيمًا
وان تقوى الله يوقّى مقته ويوقّى
عقوبته ويوقّى سخطه۔
وان تقوى الله تبيض الوجوه
ويرضى الربّ ويرفع الدّرجة
خذوا بحظكم ولا تفرطوا فى
جنب الله۔ قد علّمكم الله كتابه
ونهج لكم سبيله ليعلم الّذين
صدقوا ويعلم الكاذبين فاحسنوا
كما احسن الله اليكم وعادوا اعداء الله

ذخیرہ بچ جائے گا۔
لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اسکا ذکر اس آیت میں ہے)
"انسان پسند کریگا کہ اسکے اعمال اس سے دور ہی رکھے جاویں
خدا تمکو اپنی طرف سے ڈراتا ہے اور خدا تو اپنے بندوں پر نہایت
مہربان ہے" اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا
اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اسکی بابت یہ ارشاد
الٰہی موجود ہے "ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی
اور ہم اپنے ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے"۔
مسلمانو اپنے موجودہ اور آئندہ ظاہر و خفیہ
کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو کیونکہ
تقویٰ والوں کی بدیاں چھوڑ دیجاتی ہیں اور اجر
بڑھا دیا جاتا ہے۔ تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت
بڑی مراد کو پہنچ جاوینگے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو
اللہ کی بیزاری، عذاب اور غصّہ کو دور کر دیتا ہے
یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں۔ پروردگا
کو خوشنود اور درجہ کو بلند کرتا ہے۔
مسلمانو! حظ اٹھاؤ۔ مگر حقوق الٰہی میں فروگذاشت نہ
کرو۔ خدا نے ہی تمکو اپنی کتاب سکھلائی اور اپنا
رستہ دکھلایا تاکہ راستبازوں اور کاذبوں کو الگ الگ
کر دیا جائے۔ لوگو! خدا نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے تم
بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو خدا کے دشمن

وجاهدوا في الله حقّ جهادهٖ هو اجتباكم وسمّاكم المسلمين۔ ليهلك من هلك عن بيّنةٍ ويحيي من حيّ عن بيّنةٍ ولا قوة الّا بالله فاكثروا ذكر الله واعملوا لما بعد اليوم فانّه من يصلح ما بينه و بين الله يكفه الله ما بينه و بين النّاس ذلك بانّ الله يقضي على النّاس ولا يقضون عليه ويملك من النّاس ولا يملكون منه۔ الله اكبر ولا قوّة الّا بالله العظيم۔[5]

ہیں انہیں دشمن سمجھو اور اللہ کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اسی نے تمکو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ تاکہ ہلاک ہونیوالا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو اور زندگی پانیوالا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے۔ اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں لوگو اللہ کا ذکر کرو، اور آئندہ زندگی کیلئے عمل کرو کیونکہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ درست کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکے اور لوگوں کے درمیان کے معاملے کو درست کر دیتا ہے۔ ہاں خدا بندوں پر حکم چلاتا ہے، اور اسپر کسی کا حکم نہیں چلتا، خدا بندوں کا مالک ہے، اور بندوں کو اسپر کچھ اختیار نہیں، خدا سب سے بڑا ہے، اور ہم کو (نیکی کرنے کی) طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔

مدینہ کا داخلہ

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم یثرب کے جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے۔ اور آج ہی سے شہر کا نام مدینۃ النبی ہو گیا، جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے۔

داخلہ عجیب شاندار تھا۔ گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے مرد۔ عورت۔ بچے۔ بوڑھے نورِ خدا کا جلوہ دیکھنے کیلئے سراپا چشم بن گئے تھے تشریف آوری کے اس شکوہ و احتشام کو دیکھ کر اہل کتاب کے عالم سمجھ گئے کہ حبقوق نبی کی کتاب باب ۳ درس ۳ کا مطلب آج کھلا۔

[5] تاریخ الملوک والامم طبری رح ۔

"اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران[۱] سے آیا!
اُسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا - اور زمین اُس کی حمد سے
معمور ہوئی"

انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجہ اور پاک زبانوں سے اُس وقت یہ چند اشعار گا رہی[۲] تھیں :-

اشرق البدر علینا	اُن پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
من ثنیات[۳] الوداع	چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
وجب الشکر علینا	کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
ما دعی للہ داع	شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
ایھا المبعوث فینا	ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی
جئت بالامر المطاع	بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

[۱] مجموعہ بائبل میں جن قدر کتابیں پہلے انبیاء کی ہیں - اُن میں مکہ کا نام فاران ہے - کیونکہ اس جگہ پر فاران بن عوف بن حمیر نے اپنا قبضہ کیا تھا - توراۃ کی کتاب پیدائش ۲۱ باب ۲۱ درس میں ہے "اسمٰعیل فاران کے بیابان میں رہا" قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ابراہیم و اسمٰعیل نے اس بیابان میں یہ مسجد تعمیر کی جو اب کعبہ کے نام سے مشہور ہے - پس توراۃ و قرآن ایکدوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں "کہ فاران مکہ کا نام ہے" فاران کا ذکر توراۃ کی کتاب اعداد ۱۰ باب ۱۲ درس اور کتاب استثناء ۳۳ باب ۲ درس میں بھی آیا ہے - اور ان سب حوالجات سے بصراحت ثابت ہے "کہ فاران مکہ کا نام ہے"

[۲] کتاب یسعیاہ ۴۲ باب - ۱۱ درس میں ہے - کہ سلع کے باشندے ایک گیت گائینگے - مدینہ کا نام انبیاء سابق کی کتابوں میں سلع ہے - مورخ طبری کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی وہاں ایک ٹیلہ کوہ کا ہے جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر سلع ہے ۔

[۳] ثنیات جمع ہے ثنیہ کی - ثنیہ ٹیلے کو کہتے ہیں - سفر ہجرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثنیۃ المرۃ ثنیۃ الجابر - ثنیہ مروان سے عبور فرمایا تھا - ثنیۃ الوداع مدینہ کے قریب ایک ٹیلہ ہے - اہل مدینہ دوست کو یہاں تک چھوڑنے آیا کرتے تھے - اس لئے اس نام سے مشہور ہوا - ان ثنیات کا ذکر یسعیاہ - ۴۲ - ۱۱ میں ہے "سلع کے باشندے ایک گیت گائیں گے - پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے" ۔

یہ انصار جن کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنجی کی ہے، وہی ہیں جنہوں نے ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ سنہ نبوت میں مکہ معظمہ پہنچکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یا وہ ہیں جو مصعب بن عمیر یا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی ہدایت سے اور تعلیم سے یثرب ہی میں مسلمان ہوگئے تھے۔

یہ لوگ انصار[۱] کچھ بڑے مالدار یا صاحب ثروت یا کسی بڑی جاگیر و املاک کے مالک نہ تھے مگر دل کے ایسے غنی۔ اسلام کے ایسے فدائی۔ مسلمان بھائیوں پر ایسے قربان تھے کہ جب کوئی مسلمان مہاجر[۲] ننگی تلواروں کھچی ہوئی کمانوں سے جان بچا کر بھوکا پیاسا مدینہ

---

۱ انصار کے معنی مددگار ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مدینہ کا ہے۔ مہاجر کے معنی ہجرت کرنے والے کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مکہ کا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے تھے +

۲ یسعیاہ کی کتاب ۲۱ باب میں ہجرت کا ذکر ہے۔ اول ہم اس کتاب کے درس نقل کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعض الفاظ کی صراحت کریں گے:۔

"۱۳۔ عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے دوانیوں کے قافلو"

"۱۴۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو"

"۱۵۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان سے۔ اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں"

"۱۶۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو فرمایا ہنوز ایک برس۔ ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی"

"۱۷۔ اور تیر اندازوں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا"

مندرجہ بالا آیات میں آیت ۱۵ میں مہاجرین کا ذکر ہے جو ظالم قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچا کر بھاگے تھے۔ اور مدینہ گئے تھے۔ آیت ۱۳ میں دوانیوں اور ۱۴ میں تیما والوں کو حکم ہے کہ انکا استقبال کریں اور روٹی پانی سے انکی تواضع کریں۔ واضح ہو کہ دوان نام ہے حضرت ابراہیم کے پوتے۔ یقسان کے بیٹے۔ سبا کے بھائی کا۔ سبا اور دوان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔ سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انہیں میں سے ہیں۔ مورخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ یہ پیشگوئی ہے کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی۔ ایسے ہی یہ پیشگوئی ہے کہ ان کو انصار نسل دوان سے ہونگے جیسا کہ ہوا۔ تیما نام ہے حضرت اسمعیل کے آٹھویں فرزند کا جنکی اولاد مدینہ کے عقب آباد ہوئی۔ اہل مدینہ و حوالی مدینہ کو نصرت و تائید کا حکم دینے کے بعد آیت ۱۶ و ۱۷ میں ان ظالموں کا انجام بتلایا ہے یعنی قریش کا انجام۔ اس جگہ قریش کو قیدار والے بتلایا ہے۔ قیدار حضرت اسمعیل کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انہی کی نسل میں سے ہیں۔ بتلایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایکسال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے اور انکی شوکت کم ہو جائیگی چنانچہ ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد جنگ بدر کا وقوع ہوا جسمیں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے اور ان کے رعب داب۔ حشمت و عزت کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ جملہ آیات میں صاف صاف نام بتا کر پیشگوئی کی گئی ہے +

میں جا پہنچا تھا تو ہر ایک انصاری یہ چاہتا تھا کہ وہ مہاجر اسی کے پاس ٹھہرے۔ آخر قرعہ اندازی ہوتی تھی۔ اور جسکے نام پر قرعہ نکل آتا۔ وہ مہاجر بھائی کو اپنے گھر لیجاتا۔ مکان۔ اسباب۔ روپیہ۔ زمین مویشی۔ غرض جو کچھ اسکی ملک میں ہوتا اسکا آدھا حصہ اُسی دن تقسیم کر کے دیدیتا۔ اور پھر رات دن اُس کی خدمت کے لئے مستعد رہتا۔ اپنی خوش قسمتی پر شکر کرتا کہ خدا نے دینی ایک بھائی کو اُس کا حصہ دار بنایا۔

= مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ =

مکہ میں صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی۔ اور سب کا مذہب بھی (زیادہ تر) بت پرستی تھا، مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا، وہاں بت پرست بھی تھے اور یہودی بھی۔ اور کم تعداد میں عیسائی بھی۔ یہودیوں کے کئی زبردست قبیلے بنو نضیر بنو قینقاع، بنو قریظہ تھے۔ جو اپنے جُداگانہ قلعوں میں رہا کرتے۔ تجارت اور سود خواری کی وجہ سے بہت مالدار تھے۔

جب سے خدا کی برگزیدہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں یہود کو یہ بشارت سُنائی تھی[1]

---

[1] کتاب استثنا ۱۸ باب کا ۱۵ درس یہ ہے "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے۔ تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا" اسی باب کے ۱۸ و ۱۹ میں زیادہ صاف ہیں۔ وہ یہ ہیں "۱۸۔ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اُسکے مُنہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا۔ وہ سب اُن سے کہے گا" ۱۹ "اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہے گا۔ نہ سُنے گا۔ تو میں اُسکا حساب اُس سے لونگا" ان آیات کے تمسک سے مسلمانوں کا استدلال یہ ہے:۔

(الف) کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل ہیں۔ (دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۶-۱۲ و باب ۲۵-۱۸)۔

(ب) بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں ہوا (دیکھو کتاب استثنا باب ۳۴-۱۰)۔

اسلئے یہ پیشگوئی ہمارے نبی صلعم کے لئے صاف ہے۔ آنحضرت کا پتہ یہ دیا گیا ہے کہ "اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالونگا" یہ پتہ آنحضرت کا ہی خاص ہے کیونکہ قرآن مجید کے سوا۔ باقی کوئی کتاب (توراۃ۔ انجیل) ایسی نہیں جسمیں کلام الٰہی کے الفاظ محفوظ رہے ہوں یا جسکی وحی لفظاً و معناً یہی ہو۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اقرار ہے اور انکار نہیں کہ موسیٰ کے دس احکام کے سوا اور کوئی عبارت توراۃ کی خدا کے لفظوں میں محفوظ نہیں۔ اور موسیٰ کے سوا دوسرے انبیاء کے صحیفوں میں خصوصاً انجیل میں آسمانی وحی سے آئے ہوئے خدا کے الفاظ نہیں۔ اس اقرار کے بعد جملہ انبیاء میں صرف حضرت موسیٰ ہی رہ جاتے ہیں جنکو کلام کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت ہے۔ ہمارے نبی اور حضرت موسیٰ میں باہمی مماثلت و مشابہت بہت امور میں ہے۔ مثلاً دونوں کا صاحب ہجرت صاحب

یہود مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے

کہ خدا موسیٰؑ کے بھائیوں میں سے موسیٰ جیسا نبی پیدا کریگا اس وقت سے یہود امید کئے ہوئے اور اسی امید پر مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ بنی اسماعیلؑ میں پیدا ہونے والا نبی۔ یہود کے ادبار قومی کو دور کرنے والا۔ انکی گزشتہ شان و شوکت۔ حکومت و سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہوگا۔ اور جب یہود کو شام سے نکال دیا گیا اور ذلت و غلامی کے گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا۔ اس وقت سے نبی موعود کے ظہور پر اُن کی آنکھیں اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھیں؛

اب اسمٰعیلی نبی کا مدینہ میں تشریف لانا سنکر یہودی بالخصوص بہت خوش ہو رہے تھے لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ یہ تو مسیح کو راستباز ٹھہراتا۔ اسکی تعلیم کو سچا بتلاتا مسیح پر ایمان لانے کو اسلام کا ضروری و لاینفک جزو قرار دیتا۔ اور اسکی بزرگی کرکے یہودیوں کو انصاف سے ملزم ٹھہراتا ہے تو اس وقت سب یہودی ہمارے نبی کے دشمن ہو گئے۔ جب سے خدا کے برگزیدہ بندہ عیسٰی مسیح نے سب سے آخری عذاب سے تسلی دینے والے

عیسائیان مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے

کے آنے کی خبر دی تھی جو دنیا کے ساتھ ہمیشہ رہیگا۔ اور جو دنیا کو سب چیزیں سکھلائے گا۔ اور عیسائیوں کو اسکے حکم پر چلنے کی تاکید کی تھی؛[۱]

شریعت۔ صاحب جہاد ہونا۔ دونوں کو اکٹھا بیس سال کے شروع میں نبوت ملنا۔ اور یہ اُمور وہ ہیں جو حضرت موسیٰ کے بعد مجموعی طور پر بنی اسرائیل کے کسی نبی میں نہیں پائے جاتے۔ مگر ہمارے نبی میں پائے جاتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن اس جگہ صرف اُسی مماثلت پر غور و تدبر کرنا چاہیئے۔ جسے کتاب استثناء نے خود بیان کیا ہے۔ قرآن مجید اسکی تصدیق یوں کرتا ہے۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ محمد اپنی خواہش سے نہیں بول رہا ہے۔ یہ تو وہ کلام ہے جو خدا نے اُس کے پاس بھیجا اور اُس کی ناطقہ پر جاری ہوا؛

آپ جدید و قدیم عہدنامہ کی تمام کتابوں کو دیکھ جائیں۔ قرآن مجید کے سوا اس پیشگوئی کا کسی نے بھی حوالہ نہیں دیا اور دلیل نہیں پکڑی۔ بیشک یہ صفت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے بہت ہی خاص ہے ۱۲۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ درس ۱۵ میں لفظ "تیرے ہی درمیان سے" الحاقی ہیں۔ اس کیلئے تین روشن دلائل ہیں (۱) یونانی توراۃ میں یہ لفظ موجود نہیں" (۲) اسی باب کے درس ۱۸ و ۱۹ میں کل پیشگوئی کو دہرایا گیا ہے اس میں یہ لفظ موجود نہیں ہے (۳) لوقا نے اسی آیت کو اعمال ۳ باب ۲۲ و ۲۳ میں درج کیا ہے اور اُس میں "تیرے ہی درمیان" کے الفاظ نہیں لکھے"

[۱] وہ دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا۔ وہ میری بزرگی کریگا۔ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتلا دیگا۔ ۱۳ و ۱۴۔ باب ۱۶۔ انجیل یوحنا؛

سب عیسائی بھی اس نبی کا انتظار کر رہے تھے، جو یہود سے اُنکے ظلموں کا بدلہ لینے والا عیسائیوں کو جلال بخشنے والا، مسیح کی صداقت ظاہر کرنے والا ہو۔ لیکن جب اُنھوں نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے خودساختہ مسائل[1]۔ ابنیت، تثلیث، کفارہ، رہبانیت اور پوپ کے الٰہی اقتدارات کا رد کیا، تب وہ بھی ہمارے نبیؐ کے دشمن ہوگئے!

مدینے کی حالت کا اندازہ کرنے کے لئے ناظرین کو عبداللہ بن ابی بن سلول کے حال پر بھی ایک مختصر نظر ڈال لینا ضروری ہے، یہودیوں کے سوا مدینہ کا ممتاز ذی اثر شخص یہی تھا، اَوس و خزرج کے قبیلوں پر اس کا پورا رعب تھا، اور اس کو توقع تھی۔ کہ ان طاقتور قبیلوں کی مدد سے مدینے کی سب سے اعلےٰ طاقت میں ہی بن جاؤں گا۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ اَوس و خزرج مسلمان ہو رہے ہیں تو خود بھی (بعد از جنگ بدر) بظاہر حال مسلمانوں سے مل گیا۔ لیکن جب

---

[1] ڈاکٹر ڈریپر نے اپنی کتاب "معرکہ مذہب و سائنس" میں لکھا ہے۔ کہ عیسائی مذہب اپنی ابتدا میں سالہا سال تک تین اصولوں کی تلقین کرتا رہا، حق اللہ۔ یعنی انسان کو چاہیئے۔ کہ خدائے بزرگ و برتر کی تعظیم کرے، حق الذات۔ یعنی انسان کو چاہیئے۔ کہ ذاتی طور پر نیک رہے، حق العباد، لازم ہے کہ ابنائے جنس کے ساتھ بھلائی کرے۔ اسکے بعد ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے۔ کہ ان ترمیمات و اصلاحات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے جو مذہب عیسوی میں بیرونی عناصر کی آمیزش سے پیدا ہوئے اور آجتک قائم ہیں۔ اوّل ٹرٹیلین کی تحریر مرقومہ ۲۰۱ء دیکھنی چاہیئے۔ جو اس نے قیصر سیویرس کے زمانہ میں جبکہ عیسائیوں پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے تھے۔ بمقام روما قلمبند کی تھی، اس تحریر میں تثلیث کا ذکر نہیں ہے، اور کفارہ کا تو رد پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں "خدا نے انسان کے اعمال حسنہ و سیئہ کے لحاظ سے جزا و سزا مقرر کی ہے، جو نیک ہونگے، انہیں لذت جاودانی عطا فرمائیگا۔ اور جو بد ہونگے۔ انہیں ابدی شعلوں میں جھونک دیگا"۔ ڈاکٹر مذکور نے پھر لکھا ہے "کہ قیصر قسطنطین کے عہد میں عیسائیت میں بُت پرستی شامل ہوئی، اور پادریوں کی پہلی کونسل اسی کی صدارت سے ۳۲۵ء میں قائم ہوئی، پھر کونسلوں کے انعقاد کی رسم پڑ گئی۔ ہر ایک کونسل مذہب اور اعتقاد میں نئی نئی ترمیمات و اصلاحات عمل میں لانے لگی"۔ اسلئے ہم نے جو متن میں لفظ "عیسائیوں کے خودساختہ مسائل" درج کیا ہے بالکل صحیح ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے جن مسائل کی اصلاح فرمائی تھی، آہستہ آہستہ اور جزءاً جزءاً مختلف طور پر عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے بھی ان اصلاحات کو قبول کر لیا ہے۔ اور اپنے مذہب کا جزو بنا لیا ہے۔ اگرچہ وہ اب تک اپنے اس سچے محسن محمد رسول اللہ کے شکر گزار نہیں ہے مثلاً یونیٹیرین کو دیکھئے۔ گروہ مسیح کو ابن اللہ تسلیم نہیں کرتے، پروٹسٹنٹ فرقہ اسلام کے بعد پیدا ہوا ہے رہبانیت اور پوپ کے الٰہی اقتدار کا سخت منکر ہے، وغیرہ وغیرہ

جب اُس نے دیکھا کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوگئے ہیں۔ تو اُس نے چاہا۔ کہ یہودیوں پر بھی اس کا پہلا اثر قائم رہے۔ اور مسلمان ہوجانے والے قبائل بھی بدستور زیر اقتدار رہیں اسلئے اُس نے یہ رویّہ اختیار کیا۔ کہ مسلمانوں میں بیٹھ کر ان سے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا۔ اور دیگر اقوام کے سامنے اُن کے ساتھ اپنے اتحاد و صداقت کا دعویٰ کیا کرتا۔

اور چونکہ وہ فی الحقیقت اسلام کو اپنی آرزوؤں کا پامال کنندہ سمجھتا تھا۔ اسلئے جب موقعہ ملتا۔ تو مسلمانوں کی ضرر رسانی میں بھی دریغ نہ کرتا۔ اس گروہ کا نام مسلمانوں نے منافق رکھا۔ مدینے کی یہ حالت تھی۔ اور اس سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام کی دعوت اور منادی کے لئے اس جگہ بھی بہت سی دشواریوں کا سامنا تھا۔ ایک منصف اور غور کرنے والی طبیعت فیصلہ کرسکتی ہے۔ کہ ان سب موانع پر غالب آنا اسلام کی صداقت کی عمدہ دلیل ہے۔ اشاعت اسلام میں جو کامیابی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں بمقابلہ مکہ معظّمہ ہوئی اُس کا ذکر قرآن نے پہلے سے بطور پیشگوئی فرمادیا تھا۔ وَللاٰخرۃ خیرلك من الاولیٰ۔ پچھلا تیرے لئے پہلے سے بہتر ہوگا۔

استحکام امن کے لئے بین الاقوامی معاہدہ۔ قریش کی شرارتیں۔ سازشیں اور حملے۔ یہود کی عہد شکنی۔ سازشیں اور حملے۔ مسلمانوں کی کامیابی۔ منادانِ اسلام کو وعظ واندار میں آزادی ملنا۔ اسلام کی وسعت۔ امن بسیط کا قیام۔

یہ ذکر ہوچکا ہے کہ مدینے میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ انکے مذاہب بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے متعدد قبیلے خصوصًا بہت طاقتور تھے۔ اور اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے پہنچکر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ

جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کر لیا جائے تا کہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے۔ اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے دو اعانت ملتی رہے۔

اس معاہدے کے جستہ جستہ فقرات درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) هذا كتاب من محمد النبی صلعم بين المؤمنين والمسلمين من قريش و يثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم	یہ تحریر ہے محمد النبی کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی یا یثرب کے باشندہ ہیں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے ساتھ شامل ہیں۔
(۲) انهم امة واحدة	کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائینگے۔
(۳) وان يهود بنی عوف امة مع المؤمنين	بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں
(۴) وان بينهم النصر على من حارب اهل هذه الصحيفة	اور جو کوئی اس معاہدہ کرنیوالی قوموں کے ساتھ جنگ کریگا تو اُسکے برخلاف سب کے سب مل کر کام کرینگے مسلمان اسکی نصرت کرینگے۔
(۵) وان بينهم النصح والنصيحة والبر دون الاثم	معاہد اقوام کی باہمی تعلقات باہمی خیر خواہی۔ خیراندیشی اور فائدہ رسانی کے ہونگے۔ ضرر اور گناہ کے نہونگے۔
(۶) وان اليهود ينفقون مع المؤمنين ماداموا محاربين	جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔
(۷) وان بطانة يهود كانفسهم	یہودیوں کے دوستدار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائینگے
(۸) وانه لم يأثم امرء بحليفه	کوئی شخص اپنے معاہد کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہ کریگا۔
(۹) وان النصر للمظلوم	مظلوم کی مدد و نصرت کی جائیگی

لہ سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۷۸ مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۔

(۱۰) وان یثرب حرام جوفھا لاھل ھذہ الصحیفۃ؛

مدینے کے اندر کشت و خون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب قوموں پر حرام ہوگا؛

(۱۱) وان الجار کالنفس غیر مضار ولا اثم

زینہاری بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائیں گے؛

(۱۲) وانہ ما کان بین اھل ھذہ الصحیفۃ من حدث او اشتجار یخاف فسادہ فان مردہ الی اللہ عزوجل والی محمد رسول اللہ

اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور اسکے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سمجھا جائیگا

گرد و نواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہوگئے۔ اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ گرد و نواح کے قبیلوں کو بھی اسی معاہدہ میں شامل کر لیا جائے۔ اس سے دو فائدے ہونگے؛

(۱) جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی اور خلق خدا کے خون سے خدا کی زمین رنگین رہتی ہے۔ اس کا انسداد ہو جائیگا

(۲) قریش مکہ ان لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائیگا مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کر سکینگے

(الف) اس مبارک و امن بخش ارادہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے ہی سال وَدّان تک (جو مکہ اور مدینے کے درمیان ہے) سفر فرمایا۔ اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک کر لیا۔ اس عہدنامہ پر عمرو بن مخشی الضمری نے دستخط کئے تھے[1]؛

(ب) اسی ارادہ سے بماہ ربیع الاول ۲ھ ہجرت خدا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رضوی کی طرف گیا۔ اور کوہ بواط کے لوگوں کو شریک معاہدہ کر لیا؛

(ج) اسی سنہ میں بماہ جمادی الاخری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی العشیرہ تشریف لیگئے یہ مقام ینبوع اور مدینے کے درمیان ہے۔ اور بنو مدلج سے معاہدہ لیکر مدینے تشریف لائے[2]؛

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۳۴۔ جلد ا؛
[2] زاد المعاد صفحہ ۳۳۴۔ جلد ا؛

اس مبارک ارادے کی تکمیل کیلئے اگر کافی وقت مل جاتا۔ تو دنیا کو آشکار ہو جاتا۔ کہ رحمۃ للعالمین دنیا میں تلوار چلانے کو نہیں۔ بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لئے آیا ہے[۱]!

قریش نے مدینہ پہنچکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا!

قریش مکہ کو ایمان والوں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ اُنکے وطن چھوڑ کر ۳۰۰ میل پرے چلے جانے کے بعد بھی اُن کو چین نہ آیا! پہلے بھی جب مسلمان حبش جا رہے تھے۔ اس وقت قریش نے حبش پہنچکر اُن کے گرفتار کرانے کی کوششیں کی تھیں۔ مگر وہ ملک ایک بادشاہ کے ماتحت تھا اور سمندر درمیان حائل تھا۔ اسلئے وہاں کچھ اور زیادہ کارروائی نہ کر سکے۔ اب جو مسلمان مدینہ جا رہے تو سب نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ قریش مکہ نے پہلے تو عبد اللہ بن ابی اور اسکے رفقاء کو جو اوس وخزرج میں سے ہنوز بت پرست تھے۔ لکھ بھیجا:

مسلمانوں کے خلاف قریش کی پہلی سازش

تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا ہے! اب لازم ہے! کہ تم اس سے لڑو یا وہاں سے نکال دو۔ ورنہ ہمنے قسم کھالی ہے۔ کہ ہم سب یکبارگی تم پر حملہ کر دینگے! تمہارے جوانوں کو قتل کر دینگے! اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے!

اس خط کے آنے پر ابن ابی اور اس کے رفقاء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ آنحضرتؐ کو بھی اسکی اطلاع مل گئی۔ آپنے اس حملہ کرنیوالے مجمع میں خود جا کر گفتگو فرمائی!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قریش نے تم سے ایسی چال کھیلی ہے۔ کہ اگر تم انکی دھمکی میں آگئے تو تمہارا نقصان بہت زیادہ ہوگا۔ بہ نسبت اسکے کہ تم اُنکی بات سے انکار کر دوگے۔ کیونکہ اگر تم مسلمانوں سے لڑوگے۔ تو اپنے ہاتھوں سے اپنے ہی بھائیوں اور فرزندوں کو (جو مسلمان ہو چکے ہیں) قتل کروگے۔ اگر تمہیں قریش سے لڑنا پڑا تو وہ غیروں کا مقابلہ ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تقریر اُنکے ایسی دل نشین ہوئی! کہ تمام مجمع منتشر ہو گیا[۲]!

۱؎ مسیح کا قول ہے۔ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں۔ متی باب ۱۰ درس ۳۴

۲؎ سنن ابی داؤد (المتوفی شعبان ۲۷۵ ہجری) عن عبد الرحمن بن کعب باب فی خبر النضیر

دوسری سازش

اس کے بعد قریش مکہ نے اندر ہی اندر یثرب کے یہودیوں سے سازش کرنی شروع کردی۔ اور جب خفیہ طور پر اُن کو اپنے ساتھ ملا چکے تب اپنی کامیابی کا پورا بھروسہ کرکے مسلمانوں

قریش مکہ کی دھمکی

کو کہلا بھیجا: "تم مغرور نہ ہو جانا کہ مکہ سے صاف بچکر نکل آئے۔ ہم یثرب ہی پہنچکر تمہارا ستیاناس کر دیتے ہیں"۔

قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ

اس پیغام کے بعد انہوں نے چھیڑ چھاڑ بھی شروع کر دی۔ ربیع الاول ۲ھ کا ذکر ہے کہ سرداران قریش میں سے ایک شخص کرز بن جابر الفہری یثرب پہنچا۔ اور مدینے

کرز بن جابر کا مدینہ پر حملہ اور مویشیوں کی لوٹ

والوں کے مویشی جو باہر میدان میں چر رہے تھے۔ لوٹ کر لے گیا۔ اور صاف نکل گیا۔ گویا مدینے والوں کو اپنی طاقت دکھلا گیا۔ کہ ہم تین سو میل کا دھاوا کرکے تمہارے گھروں سے تمہارے مویشی لے جا سکتے ہیں۔

پھر ماہ رمضان ۲ھ ہجری کا ذکر ہے۔ کہ ابو جہل نے مکے میں مشہور کر دیا۔ کہ ہمارا قافلہ جو زر و مال سے مالا مال ہے۔ اور شام سے آرہا ہے مسلمان اسے لوٹینگے۔ اس شہرت سے اس کا مقصود یہ تھا: کہ وہ سب لوگ جن کا مال تجارت میں لگا ہوا ہے۔ اور وہ سب لوگ جن کے اقربا قافلے میں ہیں۔ اور وہ سب لوگ جو مسلمانوں سے نفرت رکھتے ہیں۔ بالاتفاق مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے آمادہ ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

لشکر قریش کی تعداد اور انکے قطعی ارادے کا یقین

ایک ہزار جانباز بہادروں کی خونخوار فوج لیکر جنگی سواری میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے ابو جہل مکہ سے نکلا۔ جس قافلے کی حفاظت کا بہانہ کرکے یہ فوجی اجتماع ہوا تھا۔ وہ مکہ میں بخیریت پہنچ بھی گیا۔ مگر ابو جہل اس فوج کو لئے ہوئے برابر مدینے کی جانب بڑھا چلا گیا۔ اب مسلمانوں کو کچھ بھی شک نہ رہا کہ یہ قریش کی چڑھائی غریب مسلمانوں پر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثانی مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثالث مشورہ فرمایا

اب انصار سمجھے کہ آنحضورؐ ہمارے جواب کے منتظر ہیں، سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا، شاید حضورؐ نے یہ سمجھا ہے کہ انصار اپنے شہر سے باہر نکل کر حضورؐ کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ہیں انصار کی طرف سے یہ عرض کرتا ہوں، کہ ہم تو ہر حالت میں حضورؐ کے ساتھ ہیں کسی سے معاہدہ فرمائیے کسی کے معاہدہ کو نامنظور کیجئے۔ ہمارے زر و مال سے جس قدر منشاء مبارک ہو، لیجئے ہمکو جو مرضی مبارک ہو عطا کیجئے۔ مال کا جو حصہ ہم سے حضورؐ لے لینگے۔ ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اُس مال سے جو حضورؐ ہمارے پاس چھوڑ دینگے، ہمکو جو حکم حضور دینگے ہم اسکی تعمیل کرینگے، اگر حضورؐ غمران کے چشمے تک چلیں گے، تو ہم ساتھ ہونگے۔ اگر حضورؐ ہمکو سمندر میں گھس جانے کا حکم دینگے، تو حضورؐ کے ساتھ وہاں بھی چلینگے" مقدادؓ نے کہا "یا رسولؐ اللہ ہم وہ نہیں، کہ قوم موسیٰ کی طرح اذھب انت وربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون، کہدیں ہم تو حضورؐ کے دہنے بائیں آگے پیچھے قتال کے لئے حاضر ہیں[1]"

مسلمان پہلے سے کچھ تیار نہ تھے انصار و مہاجر ملا کر ۳۱۳ ایسے نکلے جو میدان میں جاسکیں

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی، کیونکہ اسلام کو جنگ سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ لفظ اسلام کا مادہ سِلم ہے جس کے معنے صلح اور فروتنی کے ہیں۔ جو مذہب دنیا کے لئے صلح کا پیغام لیکر آیا ہو جس مذہب کے پیرو ایمانداروں کو منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو۔ وہ کیوں جنگ کرتے ؟،

حکم جہاد کی ضرورت

یہی وجہ تھی، کہ اُنہوں نے چپ چاپ گھروں کو۔ املاک کو مکہ میں چھوڑ دیا اور حبش یا مدینہ چلے گئے تھے لیکن اب ایسی صورت آپڑی کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ رہگیا اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے۔ تو نتیجہ یہ ہوتا کہ بکریوں کی طرح ذبح ہوجاتے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ توحید کی منادی کرنے والا دنیا پر کوئی نہ رہ جاتا حضرت مسیح نے اپنے پونے تین سال کے وعظ کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہوکر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا کہ

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۴۲ ترجمہ آیت یہ ہے۔ جا۔ تو اور تیرا خدا دونوں لڑو۔ ہم تو یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں،

کپڑوں۔ لتوں۔ اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو جاویں۔ تو قیاس ہے اُسی ضرورت کی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر اُن کو بھی ۱۴ سال تک صبر کرنے۔ اور ظلم و ستم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کا حکم دیدیا۔

اجازت جہاد کا پہلا حکم — چونکہ یہ وہ پہلا حکم ہے۔ جس کی رُو سے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت ملی ہے۔ اس لئے اصل مع ترجمہ ذیل میں درج ہے:۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا (ج - ع ۶)

جنگ کرنیوالوں کو اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ اُنپر ظلم ہوا اور خدا اُنکی مدد پر بیشک قادر ہے۔ یہ لوگ اپنے وطن سے بلا وجہ صرف اسلئے نکالے گئے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے۔ اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں سے) اللہ پاک دفع نہ کراتا۔ تب ضرور عیسائیوں کے گرجا یہودیوں کے معابد۔ اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جنمیں اسم الٰہی کا ذکر کثیر ہوتا ہو گرادیجاتیں۔

ناظرین! اس حکم میں مفصل طور پر وہ وجوہات درج ہیں۔ جو مسلمانوں کو جنگ کرنیکی اجازت ملنے کا باعث ہوئیں۔ اور اس حکم میں یہ بھی دکھلایا گیا ہے کہ جنگ جارحانہ ہے یا مدافعانہ

پہلی وجہ۔ مدافعت کرنے والوں کا مظلوم۔ اور حملہ آوروں کا ظالم ہونا ہے۔

اور یہ وہ وجہ ہے جسے آج کل کا مروجہ قانون۔ تعزیرات ہند بھی "حفاظت خود اختیاری" کے نام سے جائز ٹھہراتا ہے۔

دوسری وجہ: اُن کا گھر بار سے نکالا جانا۔ املاک سے بیدخل کیا جانا۔ اور وہ بھی صرف اختلاف عقیدہ کی بنیاد پر تھا۔

آشتی پسند ملک معظم ایڈورڈ ہفتم نے جو پیغام حکومت پنجاہ سالہ ہند کے جشن پر اپنی

رعایا کو دیا تھا، اُس میں نہایت فخریہ لہجہ سے، اور اس امر پر فخر کرنا بالکل صحیح اور مناسب تھا۔ یہ بھی درج کیا تھا کہ "اس پچاس برس کے عرصہ میں کسی شخص کو بھی محض اختلاف عقیدہ کی وجہ سے اذیت نہیں دی گئی"۔ لیکن یہ مظلوم مسلمان سب کے سب وہی تھے جن کو ہر قسم کی ایذائیں، اور جلاوطنی کی سزا محض توحید کی وجہ سے دی گئی تھی۔

تیسری وجہ ایسی عام ہے جو یہ ثابت کرتی ہے۔ کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت صرف اُنہی کے ذاتی۔ قومی۔ مذہبی فوائد کے لحاظ سے نہیں دی گئی۔

بلکہ اسلئے بھی۔ کہ مسلمانوں نے جو معاہدات یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر مختلف اقوام کے ساتھ ابھی حال میں کئے تھے۔ اور جس فراخدلی سے ہر ایک مذہب کے لئے مذہبی آزادی عطا کی تھی، اب اگر اس معاہدہ کی حفاظت میں مسلمان اپنی جانوں کو نہ لڑا دینگے۔ تو سب مذہبوں کی آزادی ملیامیٹ ہو جائیگی، اور سب کے سب مندر، گرجا، تباہ ہو جائینگے۔ کیونکہ جب کوئی قوم معاہدہ کی حفاظت کرنے والی ہی نہ ہے تو معاہدہ پر عمل کیونکر ہو سکتا ہے۔

ان سب ضروری وجوہات نے مسلمانوں کیلئے ضروری ٹھہرا دیا۔ کہ وہ باوجود بے سروسامان ہونے، اور باوجود قلیل التعداد ہونے کے بھی اِن حملہ آوروں کو مدینہ سے دور ہی روکیں[۱]۔

مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یعنی جنگ بدر

رمضان ۲ھ ہجری کو خدا کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھ کے مسلمانوں کو لیکر مدینہ سے چلا[۵۲]، اس لشکر کے ساز و سامان کا اندازہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ تمام لشکر میں صرف دو گھوڑے اور ساٹھ اونٹ تھے[۵۳]۔

عجیب اتفاق دیکھو، کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی، جبکہ وہ جالوت کے مقابلہ کو نکلا تھا۔

---

[۱] اسطرح کے جھگڑے کئی سال تک مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے۔ تلوار ہمیشہ اُنکے خلاف اٹھائی گئی۔ اور اسلام کو تلوار کے زور سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں برابر کی گئیں، لیکن اسلام ہمیشہ پھیلتا گیا۔ اس کتاب میں مشہور غزوات کا ذکر مختصر نقشوں میں کیا جائیگا۔

[۵۲] مہاجر زاد المعاد ۷۶-۲ انصار ۲۴۰ (زاد المعاد)۔

[۵۳] بخاری عن براء۔ کتاب المغازی۔

جب بدر پہنچے۔ تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند۔ اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے۔ اُترا ہُوا ہے۔

جنگ سے ایک روز پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا ملاحظہ کیا۔ اور بتلایا۔ کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس اس جگہ قتل ہونگے۔

۱۷۔ رمضان کو بروز جمعہ جنگ ہوئی۔ جنگ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تضرع سے خدا کے حضور میں دعا کی۔ اور یہ بھی عرض کیا۔ کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے۔ تو دنیا پر توحید کی منادی کرنے والا۔ کوئی بھی نہ رہ جاویگا۔ مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔

نصرت الٰہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی۔ انکے ستر مشہور آدمی اسیر۔ اور ستر بہادر مارے گئے۔ ابو جہل بھی اسی جگہ مارا گیا۔ یہ ہی سب کو چڑھا کر لایا تھا۔ وہ ۱۴ سردار جو دار الندوہ میں آنحضرت کے قتل کے مشورہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے بھی گیارہ مارے گئے۔ تین جو بچ رہے تھے۔ انہوں نے بالآخر اسلام قبول کر لیا تھا۔

(الف) اس زمانے کا قانون جنگ۔ (ب) مظلوم مسلمانوں کا جوش انتقام (ج) دیگر قبائل پر جنگی رعب قائم کرنے کی ضرورت اس امر کی مقتضی تھی۔ کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا۔ مگر خدائے رحیم کے نبی الرحمت نے تاوان لیکر سب کو چھوڑ دیا۔ پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر فرمایا تھا۔ کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔

اس واقعہ سے اُس پیشگوئی کا بھی ظہور ہُوا۔ جو یسعیاہ نبی کی کتاب ۲۱/۱۶و۱۷ میں ان الفاظ سے درج ہے:۔ "فی مدۃ سنۃ کسنۃ الاجیر یفنی کل مجد قیدار وبقیۃ عدد قسی ابطال بنی قیدار تقل"

ترجمہ: ایک سال میں جو مزدور کے برس جیسا ہوگا۔ قیدار کی سب حشمت جاتی رہیگی اور بہادران بنو قیدار کے کمان اندازوں کی تعداد گھٹ جائیگی۔

اور اُس پیشگوئی کا بھی ظہور ہُوا۔ جو قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس جنگ کی اجازت کا

حکم دیتے ہوئے فرمائی گئی تھی، جو یہ ہے "ان اللہ علی نصرھم لقدیر" خدا کو ان مظلوموں کی نصرت پر قدرت ہے ! یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اس جنگ کا نام - یوم الفرقان ہے - کیونکہ اہل کتاب اور اہل اسلام کو ان پیشگوئیوں کی وجہ سے اسلام کی صداقت پر ایک عمدہ دلیل مل گئی تھی ، اللہ پاک نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے - وَلَقَدْ نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون ! (آل عمران - ع ۱۳)

قریش کی تیسری سازش - اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تیاری

جنگ بدر سے چند روز بعد کا ذکر ہے ! کہ صفوان بن امیہ جس کا باپ بدر میں قتل ہوا تھا) اور عمیر بن وہب جس کا بیٹا ہنوز مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر تھا ، مکہ سے باہر سنسان جگہ میں جمع ہوئے ! اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے ،

عمیر بولا - اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا - اور اگر مجھے اپنے کنبہ کے بیکس رہ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں خود مدینہ جاتا اور محمد کو قتل ہی کر کے آتا "

صفوان بولا - تیرا قرض میں چکا دوں گا - اور تیرے کنبے کا خرچ جب تک میں زندہ رہوں میرے ذمے ہوگا !

عمیر بولا - بہتر - یہ راز کسی پر نہ کھلے ! پھر عمیر نے اپنی تلوار کی دھار کو تیز کرایا - اور زہر میں اسے بجھوایا - اور مکہ سے روانہ ہوگیا !

عمیر مدینے پہنچکر مسجد نبوی کے سامنے اپنا اونٹ بٹھلا رہا تھا کہ دفعتہً بول پڑا ! عمر فاروق نے اسے دیکھا اور پہچانا - اور دل میں سمجھ گئے کہ یہ شیطان ضرور مفسد ارادہ سے آیا ہے اس لئے آگے بڑھ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی - کہ عمیر بن وہب مسلح چلا آ رہا ہے -
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اسے میرے پاس آنے دو - عمر فاروق نے اسکی تلوار کے قبضہ پر قبضہ کر لیا - اسکی گردن پکڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے گئے - نبی نے یہ دیکھا

لہ خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے - اب اللہ کے تقوی کو اختیار کرو تاکہ اسکا شکر ادا ہو !

تو فرمایا۔ عمرؓ۔ اسے چھوڑ دو۔ عمیر۔ تم میرے پاس آجاؤ۔ عمیر نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہو کس طرح آئے۔ کہا۔ اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ یہ تلوار کیسی ہے۔ عمیر بولا۔ یہ کیا تلوار ہے۔ اور ہماری تلواروں نے آپ کا پہلے بھی کیا کر لیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سچ سچ بتلاؤ۔ عمیر نے پھر اسی جواب کو دُہرایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھ۔ تو اور صفوان مکہ سے باہر سنسان پہاڑ میں گئے تھے۔ صفوان نے تیرا قرض اور تیرے کنبے کا خرچ اپنے اوپر لے لیا ہے اور تو نے میرے قتل کا وعدہ کیا۔ اور اسی ارادے سے تو یہاں آیا ہے۔ عمیر تو یہ نہ سمجھا کہ میرا محافظ خدا ہے

عمیر کا اسلام لانا

عمیر یہ سنکر حیران ہو گیا۔ بولا۔ اب میرا دل مان گیا۔ کہ آپ ضرور اللہ کے نبی و رسول ہیں۔ یہ بالکل آسان تھا۔ کہ سماوی خبروں اور وحی کی بابت ہم آپ کو جھٹلاتے رہے لیکن اب میں اس راز کی بابت کیا کہہ سکتا ہوں جس کی خبر میرے اور صفوان کے سوا کسی کو نہیں۔ خدا کا شکر ہے جس نے میرے اسلام کا یہ بہانہ بنا دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اپنے بھائی کو دین سکھلاؤ۔ قرآن یاد کراؤ۔ اور اس کے فرزند کو آزاد کر دو۔ عمیر نے عرض کیا۔ اے رسولؐ خدا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں مکہ ہی واپس جاؤں۔ اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔ میرے دل میں آتا ہے۔ کہ اب میں بت پرستوں کو اسی طرح ستایا کروں جس طرح پہلے مسلمانوں کو ستاتا رہا ہوں۔

عمیر کے چلے جانے کے بعد صفوان کا یہ حال تھا۔ کہ سرداران قریش سے کہا کرتا تھا کہ دیکھو۔ چند روز میں کیا گل کھلنے والا ہے۔ کہ تم بدر کا صدمہ بھول جاؤ گے۔

جب صفوان کو خبر لگی۔ کہ عمیر مسلمان ہو گیا تو اُسے سخت صدمہ ہوا۔ اور اُس نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ ہوں عمیر سے بات نہ کروں گا۔ نہ اُسے کوئی فائدہ پہنچنے دوں گا۔[۱]

عمیر مکہ میں آیا۔ وہ اسلام کی منادی کیا کرتا تھا۔ اور اکثر لوگ اسکے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے۔

---

[۱] فتح مکہ شہ ہجری کے بعد یہ صفوان بھی جو نبی صلعم کا سخت دشمن تھا۔ اور مکہ کا مشہور سردار تھا مسلمان ہو گیا تھا۔ طبری۔

قریش کا تیسرا حملہ۔ غزوۃ السویق یا قرقرۃ الکدر

بدر میں شکست پانے کے بعد ابوسفیان نے نہانے دھونے سے قسم کھالی تھی۔ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیا جائے؛

چنانچہ وہ دو سو سواروں کو لے کر مکہ سے نکلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا۔ تو رسالہ کو باہر چھوڑ کر خود تاریکیٔ شب میں مدینے کے اندر آیا۔ سلام بن مشکم یہودی سے ملا۔ رات بھر بادہ خواری ہوتی رہی۔ غالبًا دونوں کے مشورے سے یہ طے ہوا۔ کہ مقابلہ کا وقت نہیں۔ اسلئے ابوسفیان آخر شب وہاں سے نکلا مسلمانوں کے پھلدار درختوں۔ کھجوروں کو آگ لگا کر نیز ایک مسلمان اور اس کے حلیف کو قتل کر کے واپس چلا گیا؛

خبر ملنے کے بعد قرقرۃ الکدر تک تعاقب ہوا۔ اسلئے اس کا نام غزوہ قرقرۃ الکدر کہا جاتا ہے۔ ابوسفیان کا رسالہ ستو کی تھیلیاں گراتا گیا تھا۔ جسے مسلمانوں نے اُٹھالیا تھا۔ اس لئے اس کا نام غزوۃ السویق بھی ہوا؛

قریش کا چوتھا حملہ۔ یا جنگ اُحد ۷ شوال۔ یوم السبت ۳ھ ہجری

قریش مکہ اگلے سال پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ اُنھوں نے ملک سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابوعزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔ تجارت شام کا ۵۰ ہزار مثقال سونا۔ ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دئے گئے تھے؛ الغرض پانچ ہزار[1] بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار شتر سوار۔ دو سو اسپ سوار۔ اور سات سو زرہ پوش پیادہ تھے مدینے تک بڑھا چلا آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی۔ کہ مدینہ کے اندر رہکر مدافعت کی جائے۔ مگر کثرت رائے پر فیصلہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے اُحد کے سُرخ پہاڑ تک جو مدینہ سے تین کوس پر ہوگا باہر نکل کر مقابلہ کیا؛

اسلامی لشکر میں ایک ہزار مرد تھے۔ عین وقت پر ابی بن سلول نے دغا دی اور اپنے ۳۰۰ شخصوں کو راہ ہی سے پھیر لے گیا۔ اسلئے ۷۰۰ مسلمانوں پر پانچ ہزار حملہ آوروں کی

---

[1] ناسخ التواریخ۔ دیگر کتب میں تین ہزار تعداد درج ہے؛

مدافعت کا جوانتقام اور غصہ کے جوش میں بھرے ہوئے تھے بار تھا مسلمانوں نے ابتداء میں دشمن کو شکست دیدی تھی۔ اور اُن کے ۱۲ مشہور علمبردار جن میں ۸ علی مرتضیٰؓ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے مارے جا چکے تھے لیکن مسلمان تیراندازوں نے اُس درہ کو چھوڑ دیا۔ جہاں اُنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرما دیا تھا۔ چالاک دشمن نے موقع تاڑ لیا اور چکر کاٹ کر عقب سے ہو کر مسلمانوں کو دو طرف سے بیچ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا اس وقت سخت نقصان ہوا۔ اور لشکر کا بڑا حصہ تتر بتر ہو گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ۱۲ اصحابیؓ۔ ابوبکر۔ عمر۔ علی۔ عبدالرحمن بن عوف سعد بن وقاص۔ طلحہ بن عبداللہ۔ زبیر بن عوام۔ ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ تھے۔ دشمنوں نے خدا کے نبیؐ پر پتھر پھینکے۔ ابن قمیہ کے پتھر سے نبی صلعم کی پیشانی ابن شہاب کے پتھر سے نبی صلعم کا بازو زخمی ہوا۔ عتبہ کے پتھر سے نبی اللہ کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پھر ایک غار میں گر گئے تھے۔ خبر اُڑ گئی کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ مدینہ سے مخدوم خواتین دوڑی دوڑی

فاطمہ زہراؓ و عائشہ طیبہؓ کی خدمات میدان جنگ میں

آئیں۔ یہاں آ کر فاطمہ بتولؓ نے باپ کے زخموں کو دھویا۔ پیشانی کا خون تھمتا نہ تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علی مرتضیٰؓ اس وقت ڈھال میں پانی بھر بھر لاتے رہے۔ عائشہ صدیقہؓ اور ام سلیمؓ نے مشکیزے اُٹھائے۔ وہ زخمیوں کو پانی لا لا کر پلاتی تھیں[۱]۔ میدان جنگ میں ستر صحابہ شہید ہوئے تھے[۲]۔

جنگ کے نقصانات میں سے بڑا بھاری نقصان یہ تھا کہ مصعبؓ بن عمیر جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آئے تھے۔ اور جن کے وعظ سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے۔ شہید ہوئے[۳]۔ ان کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا۔ اُسی روز اس کا بھائی اور ماموں بھی

---

[۱] بخاری عن براء بن عازب باب والرسول یدعوکم کتاب التفسیر۔
[۲] مسلم عن انس صفحہ ۱۹۵۳ [۳] بخاری عن سہل بن سعد۔
[۳] حضرت مصعب پر ایک دھاری دار چادر کا کفن ڈالا گیا۔ پاؤں برہنہ رہے۔ ان پر گھاس رکھا گیا (بخاری عن خباب)۔

شہید ہوئے تھے۔ پہلے اُسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔ اس نے اِنّا لِلّٰہ پڑھا۔ اور

عورت کے دل میں شوہر کا درجہ

بھائی کے حق میں دعا کی۔ پھر اُسے بتایا گیا کہ تیرا شوہر بھی شہید ہو گیا ہے۔ یہ سُنتے ہی اُس نے بے اختیار چیخ ماری! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو اس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی![1]

اسی جنگ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) بھی شہید ہوئے۔ دشمنوں نے انکے اعضا کاٹکر انکی لاش کو بھی بیحرمت کیا تھا۔ جنگ کے بعد صفیہ مادر زبیر اپنے بھائی

بی بی صفیہ کا استقلال

حمزہ کی لاش دیکھنے آئیں۔ زبیر نے ماں کو دور ہی سے روکا۔ صفیہ نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی اور بیحرمت کی گئی ہے۔ لیکن یہ تو ہمارے لئے فخر کا مقام ہے۔ بیٹا۔ میں نہ روؤنگی نہ چلاؤنگی۔ صرف دعا پڑھکر لوٹ جاؤں گی![2]

انس بن نضر کا جوش جاں نثاری

اسی جنگ میں انس بن نضر نے جام شہادت پیا تھا۔ اس بہادر نے چند بہادر مسلمانوں کو دیکھا کہ ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ اور مغموم بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا! انس نے نہایت جوش سے کہا۔ موتوا علی ما مات علیہ رسول اللہ۔ آؤ۔ جہاں رسولؐ نے جان دی ہے۔ ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ اب زندہ رہکر کیا کریں گے۔ یہ جاں نثار اسی جوش میں حملہ کرتے ہوئے۔ ۸۰ زخم جسم پر کھانے کے بعد شہید ہو گیا![3]

اسی جنگ میں سعد بن ربیع شہید ہوئے تھے۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی تلاش میں آدمی بھیجے۔ اس نے دیکھا۔ کہ زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ سعد نے کہا۔ تم مجھے اب مردہ ہی سمجھو۔ لیکن مہربانی سے رسول اللہ کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا۔ اور میری طرف سے یہ بھی گزارش کرنا!

---

[1] تاریخ طبری! [2] تاریخ طبری! [3] تاریخ طبری!

جان توڑتے وقت سعدؓ بن ربیع کا پیغام بجانب اہل اسلام	کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا فرمائے۔ جو کسی نبی کو کسی اُمت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو۔ قوم کو میری طرف سے یہ کہہ دینا، کہ جب تک

ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی رہے۔ اُس وقت تک اگر دشمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا۔ تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہ کرسکو گے[1]۔

ایک صحابی کا بیان ہے۔ کہ میں ابوبکرؓ سے ملنے گیا۔ اُنکی چھاتی پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھی جسے وہ بار بار چومتے اور پیار کرتے تھے میں نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ فرمایا۔ یہ سعدؓ بن ربیع کی لڑکی ہے۔ وہ مجھ سے بھی بہتر تھا۔ اور قیامت کے دن وہ نقیبان محمدی میں شمار کیا جائیگا[2]۔

عمارہ بن زیاد نے کس مزے سے جان دی	اسی جنگ میں عمارہ بن زیاد شہید ہوئے تھے جس نے

جان دیتے ہوئے اپنے رخسارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگا دیئے تھے[3]۔

اس تاریخی واقعہ کو اس شعر میں خوب ادا کیا گیا ہے۔

سر بوقت ذبح اپنا اُس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب۔ اللہ اکبر۔ لوٹنے کی جائے ہے

ابودجانہ۔ حنظلہ۔ علی مرتضیٰ طلحہ کی شجاعت و مردانگی	ابودجانہ۔ حنظلہ۔ (غسیل الملائکہ)۔ طلحہ۔ علی مرتضیٰ کی بے نظیر شجاعت کمال استقامت اور جاں نثاری کے بھی نہایت شاندار واقعات

اس جنگ میں ظاہر ہوئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا۔ اور آنحضرتؐ کی جانب آنے والے تیر ہاتھ پر روکے۔ یہ ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا تھا[4]۔

بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال	بنو دینار کی ایک عورت تھی۔ جس کا باپ۔ بھائی۔ اور شوہر

اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ وہ کہتی تھی۔ کہ مجھے رسول اللہؐ کی بابت بتلاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ بفضل خدا صحیح و سالم ہیں۔ کہا۔ مجھے دکھلا دو۔ جب دور سے چہرۂ مبارک دیکھ لیا۔ تو بے اختیار کہہ اُٹھی۔ کل مصیبة بعدک جلل۔ اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہوسکتی ہے۔

---

[1] تاریخ طبری۔ [2] زاد المعاد۔ [3] تاریخ طبری۔ [4] تاریخ طبری۔

رحمۃ للعالمین کی درگزر معافی اور ظالموں کے لئے دعا

اسی جنگ میں بعض صحابہ نے آنحضرتؐ سے (جبکہ حضور کو بھی کئی زخم آئے تھے) عرض کیا: کاش آپ ان مشرکین پر بددعا فرمائیں؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا و رحمۃ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون[۱] میں لعنت کرنے کے لئے نبی نہیں بنایا گیا، مجھے تو خدا کی طرف بلانے والا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے؛ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ (مجھے) نہیں جانتے؛

قریش کی چوتھی سازش اور دس اعلانِ اسلام کا مارا جانا

جنگ اُحد کے بعد دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے، پامال کرنے کی مختلف تدابیر پر عمل کیا، چنانچہ ۳ھ ہجری میں؛

(۱) قریش نے قوم عضل اور قارہ کے سات شخصوں کو گانٹھ کر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں، ہمارے ساتھ معلم کر دیجئے۔ رسول اللہ نے دس[۲] بزرگ صحابہ کو جن کے سردار عاصم بن ثابت[۳] تھے۔ ان کے ساتھ کر دیا۔ جب یہ صحابہ ان کی زد میں پہنچ گئے۔ تو ان کے دو سو جوان آئے۔ کہ انہیں زندہ گرفتار کر لیں۔ آٹھ صحابی مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔ اور دو بزرگوار خبیب بن عدی و زید بن وثنہ گرفتار کر لئے گئے

خبیب و زید صحابہ قید میں

سفیان ہذلی انہیں مکہ لے گیا، اور قریش کے پاس فروخت کر آیا؛ قریش نے انہیں حارث بن عامر کے گھر میں چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا، ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیب کے پاس پہنچ گیا، انہوں نے بچے کو زانو پر بٹھلایا اور چھری لیکر رکھ دی؛ جب بچے کی ماں نے یکایک دیکھا کہ اس کا بچہ چھری لیکر اس قیدی کے پاس ہے جسے چند روز سے انہوں نے ایک دانہ نہ رکھا تھا، تو اس نے بے اختیار چیخ ماری۔ خبیبؓ نے کہا، یہ سمجھتی ہے

مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں

کہ میں بچہ کو قتل کر دونگا۔ نہیں جانتی۔ کہ مسلمانوں کا کام غدر

---

[۱] صحیح مسلم عن ابی ہریرہ۔ [۲] شفاء قاضی عیاض، (المتوفی جمعہ ۵۴۴ھ) مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۲ھ صفحہ ۴۷۔

[۳] ابن ہشام میں چھ اور صحیح بخاری میں دس ہیں۔ [۴] یہ عاصم بن عمر فاروق کے نانا تھے۔

کرنا نہیں "

ظالم قریش والوں نے چند روز کے بعد خبیبؓ کو صلیب کے نیچے لیجا کر کھڑا کر دیا اور کہا "اگر اسلام چھوڑ دو۔ تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے!" دونوں بزرگواروں نے جواب دیا کہ "جب اسلام نہ باقی رہا۔ تو جان کو رکھ کر کیا کرینگے"

اب قریش نے پوچھا کہ کوئی تمنا ہو۔ تو بیان کرو۔ خبیبؓ نے کہا۔ دو رکعت نماز پڑھ لینے کی ہمیں مہلت دی جائے۔ مہلت دیگئی۔ انہوں نے نماز ادا کی۔ حضرت خبیبؓ نے کہا۔ میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا۔ لیکن سوچا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے۔[۵۱] پھر ان دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا۔ اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزوں کی انی سے انکے جسموں کے ایک ایک حصہ پر چرکے لگائیں "

اللہ اکبر۔ ان کا دل اسلام پر کتنا قائم تھا۔ ان کو دین حق پر کتنی استقامت تھی۔ انکو ہمیشہ کی نجات اور خدا کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا۔ کہ ان تمام تکلیفوں اور زخموں کو برداشت کرتے ہوئے ذرا اُف تک نہیں کی "

جان اور محبت رسول کا موازنہ ایک سخت دل نے حضرت خبیبؓ کے جگر کو چھیدا۔ اور پوچھا۔ کہو۔ اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے، کہ محمدؐ پھنس جائے۔ اور میں چھوٹ جاؤں۔ خبیبؓ نے نہایت جوش سے جواب دیا! خدا جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ میری جان بچ جانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے "[۵۲]

خدا کے اس برگزیدہ بندہ فتی الفتیان رجوانمرد ترین جوانمردان) نے مقتل اور تماشائیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر جو فی البدیہہ اشعار کہے ہیں۔ ان سے اس منظر کی پوری کیفیت اور اس بزرگوار کی صداقت و محبت اسلام کی پاکیزہ صورت بخوبی نظر آتی ہے:-

---

۵۱ بخاری عن عبداللہ بن عیاض "

۵۲ طبری و ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ "

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا
قبائلهم واستجمعوا کل مجمع
وکلهم مبدی العداوۃ جاهد
علیّ لانی فی وثاق بمضیع
وقد جمعوا ابناءهم ونساءهم
وقربت من جذع طویل ممنع
وقد خیرونی الکفر والموت دونه
وقد هملت عینای من غیر مجزع[2]

انبوہ در انبوہ لوگ میرے گرد اگرد کھڑے ہو رہے ہیں،
اور اُنہوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بُلا لیا ہے
یہ سب کے سب عداوت نکال رہے ہیں اور میرے برخلاف جوش دکھلا
رہے ہیں۔ اور میں اس ہلاکت گاہ میں بندھا ہوا ہوں
قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا رکھا ہے
اور مجھے ایک مضبوط بلند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں؛
انہوں نے کہہ دیا ہے کہ کفر اختیار کرنے سے مجھ کو آزادی مل سکتی ہے
مگر اس سے تو موت میرے لئے بہت سہل ہے؛
میری آنکھوں سے آنسو لگاتار جاری ہیں مگر مجھ کو کچھ ناشکیبائی نہیں

فلست بمبد للعدو تخشعا
ولا جزعا انی الی الله مرجعی
وما بی حذار الموت انی لمیت
ولکن حذاری جحم نار ملفع
فذا العرش صبرنی علی ما یراد بی
فقد بضعوا لحمی وقد یاس مطمعی

میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کرونگا اور نہ روؤں اور چلاؤں گا
میں جانتا ہوں، کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں،
موت سے مجھے اسلئے ڈر نہیں کہ میں مر جاؤں گا؛
لیکن میں تو لپٹ والی آگ کے خون چوسنے سے ڈرتا ہوں؛
اُس عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت لینی چاہی
اور مجھے شکیبائی کیلئے فرمایا ہے۔ اب انہوں نے زدوکوب سے میرا تمام
گوشت کوٹ کوٹ دیا ہے اور میری اُمید جاتی رہی ہے

الی الله اشکو غربتی ثم کربتی
وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی[2]

میں اپنی درماندگی و بیوطنی و بیکسی کی فریاد۔ اور اُن ارادوں کی
جو میری جان توڑنے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں خدا سے کرتا ہوں

[1] از سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ صحیحین میں صرف اشعار نمبر ۳ و نمبر ۱ مروی ہیں؛ برادران اسلام کو ثابت استقامت اور صداقت کا یہ نمونہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ شعر نمبر ۶ سے تواضع و انکسار اور جلال ربانی کے سامنے اپنی خشیت و نیاز کا سبق لینا چاہیئے؛ زاد المعاد میں دوسرا اور پانچواں شعر نہیں ہے؛ حاشیہ پر جونٹ کی علامت سے الفاظ درج کئے گئے ہیں یہ زاد المعاد صفحہ ۳۷۹ جلد ا سے لئے گئے ہیں

وَ اللّٰهِ مَا اَرْجُوا اِذَا مِتُّ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِی اللّٰهِ مَصْرَعِیْ
وَ ذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَ اِنْ یَّشَاءْ
یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٖ

بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں۔ تو یہ پروا نہیں کرتا کہ راہ خدا میں کس پہلو پر گرتا۔ اور کیونکر جان دینا ہو خدا کی ذات کے لئے ہے اگر وہ چاہے یہ بالکل امید ہے کہ وہ پارہائے گوشت کے ہر ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے؛

سب سے آخر میں یہ دعا تھی اَللّٰھُمَّ بَلَّغْنَا رِسَالَۃَ رَسُوْلِکَ فَبَلِّغْہُ مَا یُصْنَعُ بِنَا اے خدا ہم نے تیرے رسولؐ کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے۔ اب تو اپنے رسولؐ کو ہمارے حال کی اور ان کی کرتوتوں کی خبر فرما دے؛

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ (جو حضرت عمر فاروقؓ کے عمال میں سے تھے) انکا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی یکبارگی بیہوش ہو جایا کرتے۔ عمر فاروقؓ نے ان سے وجہ پوچھی۔ وہ بولے۔ مجھے نہ کوئی مرض ہے۔ نہ کچھ شکایت ہے۔ جب خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا، تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ مجھے جس وقت خبیبؓ کی باتیں یاد آجاتی ہیں، میں کانپ کر بیہوش ہو جاتا ہوں۔

ایک اور سازش اور ستر معلمین اسلام کا قتل کیا جانا

(۲) ابو براء عامر نے بھی ایسا ہی فریب کیا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ ملک نجد کی تعلیم و ہدایت کے لئے کچھ منادی میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ اس کا بھتیجا نجد کا رئیس تھا۔ عامر نے یقین دلایا تھا۔ کہ منادی کرنیوالوں کی حفاظت کی جائیگی؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمرو انصاری کو مع ستر صحابہ[1] کے جو قراء و فضلاء و منتخب بزرگوار تھے؛ اس کے ساتھ کر دیا؛ جب وہ بئر معونہ پر جا پہنچے، جو بنی عامر کا علاقہ تھا۔ تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامہ نبویؐ دیکر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے اس سفیر کو قتل کرا دیا؛ جبار بن سلمی ایک شخص تھا؛ جس نے حاکم کے اشارے سے انکی پشت میں نیزہ مارا تھا۔ جو چھاتی سے صاف نکل گیا؛ انہوں نے گرتے ہوئے کہا؛ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ؛ ترجمہ (قسم ہے کعبہ کے خدا کی میں اپنی مراد کو پہونچ گیا؛)

[1] زاد المعاد بحوالہ صحیح صفحہ ۳۶۰۔ ابن ہشام میں ۴۰ کی تعداد ہے؛

قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہوگیا۔

حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کرا دیا۔ کعب بن زید نے جو کشتگان خنجر تسلیم کی اوٹ میں چھپ کر بچ رہے تھے۔ اس واقعہ کی خبر آنحضرت کو پہنچائی۔

قریش کا پانچواں حملہ عہد شکنی یا فتح مکہ

اسی سال (۸ھ ہجری) مسلمانوں کو اضطراراً ماہ رمضان میں مکہ پر فوجکشی کرنی پڑی۔ وجہ یہ ہوئی کہ ۶ھ میں جو معاہدہ قریش نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بمقام حدیبیہ کیا تھا۔ اسکی ایک دفعہ میں یہ تھا:

"دس سال تک جنگ نہ ہوگی۔ اس شرط میں جو قومیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ملنا چاہیں۔ وہ ادھر مل جاویں۔ اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں۔ وہ ادھر ملجائیں"

اسکے موافق بنو خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے۔

معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے۔ کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا۔ اور قریش نے بھی بنو بکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابو جہل۔ سہیل بن عمرو (معاہدہ پر اسی نے دستخط کئے تھے) وصفوان بن امیہ (مشہور سرداران قریش) خود بھی نقاب پوش ہوکر معہ اپنے حوالی وموالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے[1]۔

ان بیچاروں نے امان بھی مانگی۔ بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی۔ مگر ان کو ہر جگہ بے دریغ تہ تیغ کیا گیا۔ یہ مظلوم جب الٰھک الٰھک (اپنے خدا کے واسطے۔ اپنے خدا کے واسطے) کہکر رحم کی درخواست کرتے تھے۔ تو یہ ظالم انکے جواب میں کہتے تھے۔ لا الٰہ الیوم[2] (آج خدا کوئی چیز نہیں)

مظلوموں کے بچے کھچے چالیس آدمی جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ اور اپنی مظلومی وبربادی کی داستان سنائی۔ عمرو بن سالم الخزاعی نے پر درد نظم میں تمام واقعات گوش گزار کئے۔ اس نظم کے جستہ جستہ اشعار درج

---

[1] تاریخ طبری۔ [2] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۰۹۔

کئے جاتے ہیں:

اِنَّ قریشا اخلفوک الموعدا ۔۔۔ ونقضوا میثاقک الموکدا

وجعلوالی فی کداء رصدا ۔۔۔ وزعموا ان لست ادعوا احدا

وَھُمْ اذل واقل عددا ۔۔۔ ھم بیتونا بالوتیر[1] ھجدا

فقتلونا رکعا وسجدا[2]

(ترجمہ) قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی،

اُنہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا،

ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا،

وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آنے کا،

وہ تو ذلیل ہیں۔ اور قلیل ہیں،

انہوں نے وتیر میں ہم کو سوتے ہوئے جا لیا،

ہم کو رکوع و سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا،

(۱) معاہدے کی پابندی۔ (۲) فریق مظلوم کی دادرسی (۳) دوستدار قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی جانب سوار ہو گئے، دس ہزار کی جمعیت ہمرکاب تھی[3]۔ دو منزل چلے تھے

---

[1] وتیر پایان مکہ کی جانب ایک چشمہ کا نام ہے جس پر بنو خزاعہ آباد تھے! (معجم البلدان)

[2] اس مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ اگرچہ مؤرخین کا اتفاق ہے۔ کہ بنی خزاعہ کی موجب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے (منقول از طبری، و سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۱۲)

[3] صحیح بخاری عن ابن عباس کتاب المغازی ۔ اب پڑھئے غزل الغزلات ۵ باب۔ ۱۰ درس "میرا محبوب سرخ و سفید ہے دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے" ملاحظہ کیجئے۔ اسی باب کا ۱۶ درس۔ جو اردو بائبل آجکل مشن ملک میں پھیلا رہی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں "ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کے بیٹیو۔ یہ میرا پیارا یہ میرا جانی ہے" مگر عبرانی بائیبل کے الفاظ یہ ہیں "خلو محمدیم۔ زہ دودی وزہ رعی۔ بلوث یروشلایم" اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے "وہ ٹھیک محمد ہے۔ میرا خلیل۔ میرا حبیب یہی ہے، اے دختران یروشلم" پادری صاحبان کا اتفاق ہے کہ غزل الغزلات میں ہیکل (قبلہ) نے کسی موعود بزرگ کے عشق میں ترانہ لگایا ہے۔ اسکے بعد پادری صاحبان

کہ راہ میں ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابوامیہ آنحضرتؐ سے ملاقی ہوئے
یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذائیں دی تھیں۔ اور اسلام کے
مٹانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں۔ آنحضرتؐ نے انہیں دیکھا۔ اور اپنا رخ پھیر لیا۔ ام
المومنین ام سلمہؓ نے عرض کی!

یا رسول اللہ۔ ابوسفیان آپکے حقیقی چچا کا بیٹا ہے! اور عبداللہ حقیقی پھوپھی (عاتکہ)
کا لڑکا ہے۔ اتنے قریبی تو مرحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں!

اس کے بعد حضرت علیؓ نے ان دونوں کو یہ ترکیب بتلائی کہ جن الفاظ میں برادران
یوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں جا کر انہی
الفاظ کا استعمال کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و رحم سے اُمید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے!
انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی:۔

"تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا وان کنا لخٰطئین"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:۔

اسے حضرت مسیحؑ کے متعلق فرماتے ہیں لیکن جب اس ترانہ کے مصنف حضرت سلیمانؑ نے خود ہی نام مبارک "محمدؐ"
بھی فرما دیا۔ اور ان کا پتہ دے دیا کہ وہ ہیکل میں دس ہزار آدمیوں کے درمیان آویگا۔ تو اب ممدوح کا صحیح پتہ لگ جانے
میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ عبرانی لفظ "محمدیم" کا ترجمہ عشق انگیز کرنا سراپا غلط ہے!

شاید کوئی کہے۔ کہ اس پیشینگوئی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دس ہزار فوج کے ساتھ خاص مکہ پر آنا ثابت نہیں ہوتا
اسلئے مکہ کا نام دکھلانے کیلئے دوسرا حوالہ ملاحظہ فرماویں۔ کتاب استثناء ۳۳ باب ۱ و ۲ ورس ہے " یہ وہ برکت ہے جو موسےٰ
مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اُس نے کہا۔ خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا
فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی
شریعت اُن کیلئے تھی " سینا سے آنے سے موسیٰؑ اور شعیر سے خداوند کے آنے سے مراد حضرت عیسےٰؑ ہیں
باقی پیشگوئی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت ہے۔ جو دس ہزار صحابہ کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران
والوں پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ آتشی شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے۔ کیونکہ موسیٰؑ نے آگ ہی سے خدا کا
کلام سنا تھا۔ ان کی لئے سے مراد یہ تھی۔ کہ اہل مکہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو جائینگے۔

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔

اس وقت ابوسفیان نے عجب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے:۔

لعمرک انی حین احمل رایة	قسم ہے کہ جن دنوں میں نشان جنگ اسلئے اُٹھایا کرتا تھا
لتغلب خیل اللات خیل محمد	کہ لات بت کا نام ہی کا لشکر محمدؐ کے لشکر پر غالب آجائے
لکالمدلج الحیران اظلم لیلة	اُن دنوں میں اُس خارپشت جیسا تھا جو اندھیری راتمیں ٹکریں کھاتا ہو
فھذا اوانی حین اھدی فاھتدی	اب وہ وقت آگیا کہ میں ہدایت پاؤں۔ اور سیدھے رستے ہو جاؤں
ھدانی ھاد غیر نفسی و دلنی	مجھے ہادی نے نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے
الی اللہ من طردتہ کل مطرد	اور خدا کا رستہ مجھے اس شخص نے بتلایا ہے جسے میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے[1]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ اہل مکہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

[1] زاد المعاد جلد ۱۔ صفحہ ۴۱۳۔

[2] صحیح بخاری عن ابن معقل کتاب المغازی پ۱۷۔ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۵۔ [3] اب ملاحظہ کیجیو ملاکی نبی کی کتاب باب ۱۔ درس ۱ "اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آویگا۔ دیکھو وہ یقیناً آوے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ ۲۔ پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا۔ اور جب وہ نمود ہوگا۔ کون ہے جو کھڑا رہے گا"۔

اس الہامی عبارت سے ثابت ہے کہ رسول معہود و موعود کا انتظار اسکی علامات معلوم کرنیکا شوق سبکو لگا ہوا تھا۔ اور انبیاء سلف اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اسکی علامات بیان کردیں۔ ملاکی نبی کی کتاب عہد نامہ قدیم کی سب سے آخری کتاب ہے اس لئے اس پیشگوئی کے مصداق یا تو حضرت مسیحؑ ہو سکتے ہیں یا ہمارے دعوے کے موافق حضرت محمد رسول اللہ۔ مگر مسیح علیہ السلام بوجوہات ذیل اس پیشگوئی کے مصداق نہیں:۔

(۱) متی نے اس پیشگوئی کو حضرت مسیحؑ کی بابت نہیں بتلایا حالانکہ اُس نے مسیحؑ کی پیشگوئیوں کو انجیل میں جمع کر دیا ہے۔

(۲) قدیم مصنفین میں سے اور کسی فاضل عیسائی نے بھی اسے مسیحؑ کی بابت نہیں کہا۔

(۳) مسیحؑ کو سب عیسائی ابن اللہ کہتے ہیں۔ نہ کہ رسول۔

(۴) ہیکل میں دشمن اُن کے سامنے مغلوب نہیں ہوئے۔ بلکہ دشمنوں نے مسیحؑ کو مغلوب کر لیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشگوئی بوجوہات ذیل صادق آتی ہے:۔ (دیکھو صفحہ آئندہ)

کہ جب آنحضرتؐ مکہ تک پہنچکر باہر خیمہ زن ہوگئے اور اہل مکہ کو باخبر کرنے کے لئے لشکر میں الاؤ روشن کرنیکا حکم دیا۔ تب اُن کو خبر ہوئی۔

دوسری صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو۔ اور ان احکام کی پابندی کرے:۔

فوج کو ہدایت اور احکام رحم

(۱) جو کوئی شخص ہتھیار پھینک دے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۳) جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۴) جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۵) جو کوئی شخص حکیم بن حزام کے گھر جا رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

شہر میں داخل ہونے والے دستوں میں سے صرف اُس دستہ کا جو خالد بن ولیدؓ کے ماتحت تھا۔ کچھ مقابلہ ہوا۔ جس میں اہل مکہ کو بھاگنا پڑا۔ باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہوگئے۔ مقابلہ میں دو[2] مسلمان، ۲۸ مقابل کام آئے۔

(بقایا از صفحہ گذشتہ) (۱) اپنی ہیکل کا لفظ موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ اُس مکان کی طرف آئیگا جسے ہیکل ہونیکا درجہ خود اُسی نے بخشا ہو۔ چنانچہ کعبہ کو آنحضرتؐ نے ہی "قبلہ" قرار دیا تھا۔ اور فتح مکہ سے قریباً سات برس پہلے قرار دے چکے تھے۔

(۲) "ناگہاں آویگا" خود آنحضرت کی یہ دعا تھی اللّٰھم اضرب علی اذانھم حتی نبغتھم بغتۃ (بلاذری) اور ایسا ہی ہوا۔

(۳) لفظ رب الافواج بطور براعت الاستہلال ہے۔ کہ وہ اُس وقت فوجوں کے ساتھ ہوگا۔

(۴) اہل مکہ میں سے کوئی بھی مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا تھا۔

(۵) لفظ "عہد کا رسول" انہی معنوں میں ہے جس میں لفظ "وہ نبی" یوحنا بپتسمہ (یحییٰ نبی) نے استعمال کیا ہے۔ اور مسیح نے انکار کیا۔ کہ میں وہ نبی نہیں ہوں۔ دیکھو یوحنا ۱ باب ۲۲ درس۔

خدا کا برگزیدہ رسول[1] جس وقت (۲۰- رمضان) شہر میں داخل ہوا۔ اسوقت سر جھکائے قرآن مجید (سورۃ الفتح) کی تلاوت فرما رہا تھا۔ اور اونٹ کی سواری پر بیت اللہ[2] کو جا رہا تھا اونٹ پر اپنے ساتھ اپنے آزاد کردہ غلام زید کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کیا ہوا تھا وہاں پہنچکر پہلے خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔ اس وقت بیت اللہ کے گرداگرد ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کمان کے گوشے (یا چھڑی کی نوک) سے ہر ایک بت کو گراتے جاتے تھے۔ اور زبان مبارک سے یہ پڑھ رہے تھے:-

(۱) جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ○ (بنی اسرائیل ع ۹)

(۲) جاء الحق وما یبدی الباطل وما یعید[3] (سبا - ع ۶)

اس کام سے فارغ ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان کے خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید برداری چلی آتی تھی۔

ابتدائے ایام نبوت میں ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عثمان سے فرمایا تھا۔ کہ بیت اللہ کھولدو۔ اس نے انکار کیا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا تھا۔ "اچھا۔ تم دیکھ لینا۔ کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی۔ اور میں جسے چاہونگا۔ اسے عطا کرونگا۔ عثمان نے جواب دیا تھا

ف[1]۔ اہل حکومت ایسی فتوحات کے موقع پر بڑی طمطراق سے مفتوح شہر میں داخل ہوا کرتے ہیں ✦

ف[2]۔ بخاری عن عبداللہ بن معقل۔ اب یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۲۱ درس ۶ تا ۹ دیکھو جس میں ایک گدھے کے سوار اور ایک اونٹ کے سوار کا ذکر بطور پیشگوئی کیا گیا ہے۔ گدھے کے سوار حضرت مسیح ہیں اور اونٹ کے سوار محمد رسول اللہ (دونوں پر خدا کا درود ہو) ہر دو کی حالات کا مقابلہ کرو۔ حضرت مسیح بیت ایل (بیت المقدس) میں گدھے پر سوار ہو کر گئے۔ دوکانداروں۔ کبوتر فروشوں وغیرہ کو وہاں سے نکالا۔ اور خدا کے گھر کو مقدس ٹھہرایا۔ محمد مصطفے بیت اللہ میں اونٹ پر چڑھ کر گئے۔ اور بتوں کو وہاں سے نکالا۔ ان ہر دو مقدسین نے یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کو سچا ٹھہرایا ✦

(حضرت مسیح اور جناب محمد رسول اللہ کی کاموں کی مماثلت)

ف[3]۔ بخاری عن عبداللہ بن مسعود۔ پہلی اور دوسری آیت میں بت پرستی کو باطل بتلا کر یہ بھی اظہار فرمایا ہے کہ اب اس گھر میں بت نہ رکھے جاویں گے۔ چودہویں صدی گذر رہی ہے اور اس پیشگوئی کی صداقت آشکار ہو رہی ہے۔ جو نبی باعلام ربانی ایسی زبردست اور واضح پیشگوئیوں کا اظہار فرماتا تھا۔ اس کے برگزیدہ اور صادق ہونے میں کیونکر کوئی شخص شبہ کر سکتا ہے ✦

کہ کیا اُس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل و تباہ ہو جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ وہ اور بھی زیادہ عزت و اقبال سے ہونگے۔

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلید لیکر بیت اللہ کا دروازہ کھولا۔ اندر جا کر ہر ایک گوشے میں اَللّٰہُ اَکْبَر کے ترانے لگائے۔ اور پھر نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے نہایت عجز و نیاز سے رب العزت کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھکر سجدہ کیا۔

اِسی عرصہ میں مکہ کے وہ سب سردار اور سب بڑے بڑے لوگ جمع ہو گئے تھے جنہوں نے:۔

(۱) بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ یا کرایا تھا۔

(۲) سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دے کر گھر بار سے نکالا تھا۔

(۳) دین اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنیکے لئے حبش شام۔ نجد اور یمن تک کے سفر کئے تھے۔

(۴) جنہوں نے بارہا مدینے پر حملے کر کے مسلمانوں کو (تین سو میل پرے چلے جانیکے بعد بھی) چین سے نہیں رہنے دیا تھا۔

یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کے فنا کرنے میں زر سے۔ مال سے۔ زور سے۔ تدبیر سے۔ ہتھیار سے۔ تزویر سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے۔ اور انہی ناپاک کوششوں میں اکیس سال تک برابر منہمک رہے تھے۔

خدا کا رسول جسے خدا نے تمام مخلوق کیواسطے رحمت بنایا جب عبادت سے فارغ ہو کر باہر رونق افروز ہوا تو حضرت عباسؓ (عم رسول) نے عرض کی کہ کلید بیت اللہ بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے۔

حق بحقدار | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ الیوم یوم البر والوفا (آج کا دن تو سلوک کرنے اور پورے عطیات دینے کا ہی) پھر عثمان کو بلایا۔ اُسی کو کلید مرحمت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔

حق بحقدار

اب رحمۃ للعالمین اس گردن زدنی و کشتنی جماعت

کی جانب متوجہ ہوئے اور زبان مبارک سے فرمایا:۔

یا معشر قریش۔ ان اللّٰہ قد ذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالآباء الناس من آدم وآدم خلق من تراب ثم تلا رسول اللّٰہ صلعم یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم۔	اے جماعت قریش! خدا نے تمہاری جاہلانہ نخوۃ اور آباو اجداد پر اترانے کا غرور توڑ دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ سب لوگ آدمؑ کے فرزند ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا۔ خدا فرماتا ہے۔ لوگو! ہم نے تمکو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور گوت اور قبیلے سب پہچان کیلئے بنا دیئے ہیں۔ اور خدا کے ہاں تو اس کی زیادہ عزت ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہے۔
اذھبوا فانتم الطلقاء لاتثریب علیکم الیوم۔[1]	پھر فرمایا۔ جاؤ۔ تم آزاد ہو۔ اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں۔

اسلام لانیوالوں سے بیعت اور اُس کی شرائط

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مسلمان ہونیوالوں کی بیعت قبول فرمائی۔ اس موقعہ پر عمر فاروقؓ ایک ایک شخص کو پیش کرتے تھے۔[2]

بیعت کرنے والے کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا:۔

(۱) میں خدا کے ساتھ کسی کو بھی اس کی ذات میں۔ صفات میں۔ اور استحقاق عبادت و استحقاق استعانت میں شریک نہ کرونگا۔

(۲) میں چوری نہ کرونگا۔ زنا نہ کرونگا۔ خون ناحق نہ کرونگا۔ لڑکیوں کو جان سے نہ مارونگا۔ کسی پر بہتان نہ لگاؤنگا۔

(۳) میں امور حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بقدر استطاعت کرونگا۔[3]

---

[1] طبری۔ [2] طبری۔

[3] طبری۔ اس بیعت کے الفاظ کو جو اقبا لمندی اور عروج میں لوگوں سے کہلوائے گئے بیعت عقبہ اولیٰ کے الفاظ (جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیری رات کے پردہ میں شہر سے باہر جا کر اہل مدینہ سے کہلوائے تھے) ملا کر دیکھو کہ ذرا بھی فرق نہیں معلوم ہوگا۔ یہی کسوٹی آں حضرتؐ کی اعلیٰ شان صداقت کو ظاہر کرتی ہے۔

عورتوں سے مزید اقرار بیعت

عورتوں سے مزید اقرار یہ بھی لئے جاتے تھے۔

کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی، تپانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی، نہ سر کے بال کھسوٹینگی، نہ گریباں چاک کرینگی، نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی، اور نہ قبر پر سوگواری میں بیٹھینگی۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق یہ تھا، کہ پانی کے باسن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لیتے، پھر بیعت کرنے والی اسی باسن میں اپنا ہاتھ ڈالتی، دوسرے مواقع پر صرف اقرار زبانی لیکر ہی تکمیل بیعت فرمایا کرتے۔

فتح سے دوسرے دن کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقعہ دیکھکر ارادہ کیا۔ کہ آنحضرت کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادہ سے قریب پہنچا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کیا فضالہ آتا ہے"؟

فضالہ بولا" ہاں"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے"؟

فضالہ نے کہا۔" کچھ نہیں۔ میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کے ہنس پڑے۔ اور فرمایا۔" اچھا تم اپنے خدا سے اپنے لئے معافی کی درخواست کرو" یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اس کے سینہ پر رکھ دیا۔

فضالہ کا بیان ہے۔ کہ ہاتھ رکھدینے سے مجھے بہت اطمینان قلب حاصل ہوا۔ اور آنحضرت کی محبت اسقدر میرے دل میں پیدا ہو گئی۔ کہ حضور سے بڑھکر کوئی بھی محبوب نہ رہا۔ میں یہاں سے گھر کو واپس چلا۔ راستہ میں میری معشوقہ ملی، جسکے پاس میں بیٹھا کرتا تھا۔ اُس نے کہا۔" فضالہ! ایک بات سُننے جاؤ"

میں نے جوابدیا" نہیں۔ نہیں، خدا اور اسلام ایسی باتوں سے مجھے منع کرتے ہیں"[۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کا بیان نامکمل رہ جائیگا۔ اگر عفو تقصیرات کا جو مکہ میں فرمائی گئیں، ذکر نہ کیا جائے۔ واضح ہو کہ، مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام فوج کو ہدایت

[۱] زاد المعاد صفحہ ۲۱۷ جلد ۱

کردیگئی تھی کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں۔ لیکن چار مرد۔ دو عورتیں[۱] جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے۔ اعلان کر دیا گیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

ان چار مردوں میں سے صرف ابن خطل قتل کیا گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے غلام کو اس لیئے قتل کر دیا۔ کہ وقت پر کھانا تیار نہیں کیا تھا قتل کے بعد مکّہ بھاگ آیا تھا۔ باقی تین، عکرمہ بن ابو جہل۔ ھبار بن الاسود۔ اور عبداللہ بن ابی سرح کو معافی دیگئی۔

۱۔ عکرمہ، علاوہ ازیں کہ ابوجہل کا بیٹا تھا۔ اور بارہا مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا۔ اب حال میں بھی بنو خزاعہ کو جو کہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔ تباہ کرنے کا باعث یہی تھا۔

۲۔ ھبار نے سیدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے، جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو ھودج میں بیٹھی جا رہی تھیں۔ نیزہ مارا، اور کجاوہ گرا دیا تھا، اس صدمہ سے انکا حمل ساقط ہو گیا۔ اور بالآخر اسی صدمہ سے انہوں نے وفات پائی تھی۔

۳۔ عبداللہ بن ابی سرح کہنے لگا تھا۔ کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے۔ اور محمدؐ تو مجھ سے سن کر لکھوا دیتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ ایسے مجرمین پر رحم فرمانا۔ نبی الرحمۃ ہی کا کام ہے!۔

دو عورتوں میں سے ایک عورت کو جو قتل عمد کا ارتکاب کر چکی تھی، سزا قصاص دیگئی تھی۔ معافی پانے والوں میں ہندہ زوجہ ابوسفیان بھی ہے۔ اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا۔ اُن کی ناک، کان کو کاٹ کر تاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

وحشی کو بھی معافی دیگئی جس نے امیر حمزہ (اسد اللہ ورسولہ) کو دھوکے سے مارا تھا۔ اور پھر نعش کو بے حرمت کیا تھا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکر نبوی نے مکہ فتح[۲] نہیں کیا تھا۔ بلکہ خلق محمدی

---

[۱] سنن ابو داؤد عن سعد۔ [۲] علماء میں بھی اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا۔ یا صلح سے اُس پر قبضہ ہوا۔

اور عفو و رحم مصطفوی نے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔

فتح کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال و جنس پر قبضہ کرنیکا تو کیا ذکر ہے!

مسلمانوں کو انکی جائدادیں فتح کے بعد واپس نہیں دلائی گئیں

مہاجرین مسلمان جو مکہ ہی سے اُجڑ کر گئے تھے۔ اُنکے گھروں پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا۔ اب ان مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جائدادیں واپس دلائے جانیکی درخواست کی۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی اس درخواست کو بھی نامنظور فرما دیا۔[1] گویا حضور کا مدعا یہ تھا کہ "جن چیزوں کو تم خدا کیلئے چھوڑ چکے اب اُنکی واپسی کا کیوں سوال کرتے ہو؟"

فتح مکہ کا بیان (جسکے ضمن میں انبیاء گذشتہ کے کئی صحیفوں کی پیشگوئیاں مندرج ہیں) ختم کرنے سے پیشتر میں ناظرین کو ایک اور زبردست پیشگوئی پر توجہ دلاتا ہوں:-

قرآن مجید میں سورۂ یوسف ہے جسکا نزول مکہ میں ہوا تھا۔ اس سورۃ کے آخر میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك "یہ غیب کی خبریں ہیں جس کی وحی تجھ پر بھیجی جاتی ہے"

مماثلت حالات حضرت یوسف و آنحضرت صلعم

اب ناظرین حضرت یوسف علیہ وعلی آبائہ السلام (جو الکریم ابن الکریم ابن الکریم کے خطاب سے مخاطب ہیں) کے حالات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے حالات کی مماثلت معلوم کریں

(۱) حضرت یوسف پر بوجہ اُن کے روحانی کمالات کے اُن کے بھائیوں نے حسد کیا اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے بھائیوں نے حسد کیا۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام چاہ کے اندر رہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر رہے

(۳) حضرت یوسف علیہ السلام نے چند سال زندان میں بسر کئے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سال شعب ابی طالب میں محصور ہو کر کاٹے تھے۔

(۴) حضرت یوسف علیہ السلام کو وطن سے باہر مصر میں جا کے جاہ و جلال ملا۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن سے باہر مدینہ میں جا کے کامیابی ہوئی۔

(۵) حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے قحط کے دنوں میں اُنکے بھائی التجا لیکے گئے۔ آنحضرت

[1] زاد المعاد جلد اوّل۔ صفحہ ۴۲۳

کے سامنے بھی حضورؐ کے بھائیوں نے ایسی درخواست پیش کی۔ صحیح بخاری باب الاستسقاء میں ہے۔ کہ جب مکہ میں قحط شدید پڑا، تو ابوسفیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا
کہا، یا محمدؐ جئت تامر نا بصلۃ الرحم فادعوا اللہ لنا، محمدؐ آپ تو اپنی تعلیم میں رحم اور قرابتداروں سے سلوک کا حکم دیا کرتے ہیں، دیکھ ہم قحط سے مررہے ہیں۔ دعا کیجئے۔ کہ یہ مصیبت ٹلے، اور آنحضرتؐ کی دعا سے قحط رفع ہوا تھا،

(۶) حضرت یوسفؑ نے مصر سے کنعان کو اپنے بھائیوں کے لئے غلہ بھجوایا، اور آنحضرتؐ نے ثمامہ بن آثال کو حکم دے کر نجد سے مکہ میں غلہ بھجوایا تھا،

(۷) حضرت یوسفؑ کی عظمت کو بالآخر اُن کے بھائیوں نے تسلیم کیا تھا، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا بھی اُنکے بھائیوں کو بالآخر اقرار کرنا پڑا تھا،

(۸) حضرت یوسفؑ نے اپنے ایذا دہندہ بھائیوں کے لئے یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ کی دعا فرمائی تھی، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور عبداللہ بن امیہ کو جنہوں نے برسوں حضورؐ کو ستایا تھا۔ اسی دعا سے شاد کام فرمایا تھا

(۹) حضرت یوسف علیہ السلام کے علو مرتبت کا اظہار اُنکے والد یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر فتح مکہ کے دن حضورؐ کے چچا عباسؓ جن کو حدیث میں "صنو اب" مثل پدر فرمایا گیا ہے) ایمان لائے تھے،

(۱۰) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو لا تثریب علیکم الیوم کہکر معاف فرمایا تھا، اور آنحضرتؐ نے اپنے بھائیوں کو جنہوں نے ہمارا اذیتیں دی تھیں، اسی کلام طیب سے خورسند فرمایا تھا،

چونکہ ان سب حالات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں دیدی گئی تھی، اور سورہ یوسفؑ کا اعلان مکہ ہی میں منکروں کے اندر ہو چکا تھا جن کا ظہور اتم فتح مکہ تک ہو گیا۔ اسلئے سورہ مذکورہ کو بھی فتح مکہ سے مناسبت خاص ہے، اور تمام سورہ آنحضرتؐ کیلئے پیشگوئی کا حکم رکھتی ہے"

فتح مکہ کے نتائج۔ اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات

فتح مکہ کے بعد (جو صلح اور معافی سے ہزار درجہ بڑھکر ہے) اسلام لانے والوں کی تعداد کثیر در کثیر ہو گئی تھی۔ اسکے چند اسباب ہیں:۔

(۱) بہت سے قبائل اسلام سے اسلئے رُکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے ہم عہد تھے اور اسلام لانا بمنزلہ عہد شکنی کے تھا۔

(۲) بہت سے قبائل اسلام سے اسلئے رُکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے اور اُنکے تعلقات یا رشتہ داری قریش کیساتھ وابستہ تھے۔ اور اُنکا خیال تھا کہ اسلام لانے سے وہ تعلقات بھی منقطع ہو جائینگے۔ اور یہ لوگ قریش کے غیظ و غضب کے مورد بھی بن جائیں گے۔

(۳) بہت سے قبائل کی رائے تھی کہ مسلمانوں کا مکہ پر قابض ہو جانا ہی صحیح نشان اُنکی صداقت کا اور مقبول خدا ہونیکا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سینکڑوں سال سے قومی روایات اُن میں چلی آتی تھیں کہ مکہ پر کوئی ایسا شخص فتح نہیں پا سکتا جسکے ساتھ رب العالمین کی نصرت و تائید ہو۔

یقولون اترکوہ وقومہ فانہ ان ظھر علیھم فھو نبی صادق	وہ قبائل کہا کرتے تھے کہ اسے اپنی قوم سے سلجھ لینے دو۔ اگر وہ اپنی قوم پر غالب آ گیا تو ضرور سچا نبی ہے۔

صحیح بخاری عن عمرو بن سلمہ پ ۱۷

(۴) ہنوز مختلف قبائل میں بیسیوں بوڑھے ایسے موجود تھے جنہوں نے فاتح یمن ابرہہ حبشی کے چالیس[1] ہزار لشکر جرار کو مکہ پر حملہ آور ہوتے دیکھا تھا۔ اس لشکر میں ہاتھی بھی تھے۔ اور

[1] فرنچ پروفیسر سیڈیو نے اپنی کتاب خلاصہ تاریخ العرب صفحہ ۳۳ میں لشکر حبش کی تعداد چالیس ہزار تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ جنرل ابرہۃ الاشرم نے (جو یمن میں نجاشی کا نائب السلطنت بھی بن گیا تھا) صنعا میں ایک گرجا تعمیر کیا تھا جسکی عمارت نہایت عجیب تھی وہ چاہتا تھا کہ عرب کا سارا ملک اس گرجا کے سالانہ حج کو آیا کرے جیسا کہ کعبہ کے حج کو جاتے ہیں جب اُسے دیکھا کہ اسکی یہ آرزو پوری نہ ہوئی تب کعبہ کے گرانے کو آیا تھا۔ عبداللہ بن زبعری شاعر قدیم اپنے قصیدہ میں اس واقعہ کی بابت کہتا ہے واسئلی امیر الجیش عنا مارای۔ وسوف ینبی الجاھلین علیمھا۔ ستون الفالم یؤبوا ارضھم بل لم یعش بعد الایاب سقیمھا۔ ذرا پوچھو کہ آرمی کے جنرل نے کیا کچھ دیکھا جسے خبر ہے وہ بیخبروں کو بتلاویگا کہ ساٹھ ہزار میں سے کوئی بھی اپنے ملک کو زندہ نہ گیا تھا۔ اور اگر کوئی مرنا پڑتا واپس گیا بھی۔ تو وہ بھی نہ بچا تھا۔ چونکہ پروفیسر سیڈیو نے لکھا ہے کہ جنرل اریاط (Aryat) ستر ہزار فوج لے کر ۵۲۵ء میں آیا تھا اسلئے عجیب نہیں کہ عربی شاعر کا بیان تعداد فوج کے متعلق صحیح ہو۔ اور اسلئے ہم جو اریاط کا نائب و قاتل ہے یمن میں دس ہزار فوج چھوڑ کر ساٹھ ہزار فوج مکہ پر لایا ہو۔

ابرہہ کی خاص سواری کا ہاتھی محمود[1] نسل کا تھا؛

اِن بوڑھوں نے اپنی آنکھ سے آج سے ساٹھ برس[2] پیشتر ان حبشیوں کو مکہ پر حملہ کرتے بھی دیکھا؛ اور یہ بھی دیکھا تھا کہ اہل مکّہ اُنکے ڈر سے گھر بار کو چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا رہے تھے؛ اور شہر میں ایک بھی شخص حملہ آور فوج کا مقابلہ کرنے والا نہ رہ گیا تھا۔ یا اینہمہ اُنہوں نے دیکھا تھا کہ فوج خستہ و برباد ہوئی۔ اور سردار فوج باحال تباہ و خراب ایسی حالت میں بھاگا کہ نہ فوج ساتھ تھی؛ نہ ہاتھی؛ بلکہ سب کے لاشے مکّہ سے چار کوس پرے سڑ رہے تھے؛

اِن بوڑھوں کو اب تک عبد مناف اور ابرہہ کی گفت و کلام بھی یاد تھی کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی سرحد پر آ اُترا۔ تو اُنہوں نے اہل مکّہ کے مویشی جو جنگل میں چر رہے تھے۔ پکڑ لئے۔ اُن میں عبد مناف کے بھی سو اونٹ تھے؛ عبد مناف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے؛ اور اُس وقت مکّہ کے سردار وہی تھے۔ خوب لمبے؛ چوڑے؛ سُرخ و سفید؛ شکل سے امارت و رعب برستا تھا؛ یہ خود حبشیوں کے لشکر میں گئے۔ اور سردار فیل خانہ کی وساطت سے ابرہہ کو ملے۔ اُس نے تعظیم دی؛ برابر بٹھلایا؛ اور پوچھا؛ کہ کس طرح تشریف لائے؛

عبد مناف نے کہا؛ ہمارے مویشی آپکی فوج نے پکڑ لئے ہیں۔ براہِ مہربانی اُنکے چھوڑ دینے کا حکم دیدیجئے؛

ابرہہ بولا۔ جب آپ آئے تھے؛ تو میرے دل میں آپکی بڑی وقعت پیدا ہوئی تھی لیکن آپکی باتیں سُن کر اب نہ وہ وقعت قائم رہی نہ عزّت؛

عبد مناف نے پوچھا۔ یہ کیوں؛

ابرہہ بولا۔ دیکھو۔ میں اسلئے آیا ہوں۔ کہ تمہارے اس عبادت خانہ کو گرا دوں؛ جسے تم سب سے زیادہ مقدس مکان سمجھتے ہو؛ اور جسکے سامنے میرے تعمیر کردہ کلیسیا کی وقعت اب تک عرب کی نگاہ میں کچھ بھی نہیں ہوئی؛ تم اپنے اُس مقدس مکان کے بچاؤ کا ذرا بھی ذکر نہیں کرتے۔ اور اپنے

---

[1] ہاتھیوں کی ایک عظیم الخلقت نوع تھی۔ جو اب دنیا سے ناپید ہو گئی ہے۔ انگریزی زبان میں اِس نسل کا نام (Mamatt.) ہے عربی نے اسی کو معرب کر کے محمود بنا لیا ہے؛ از تاریخ الدول العربیہ؛

[2] ہمارے زمانہ ۱۹۱۲ء میں بھی فتح دہلی اور محاصرہ لکھنؤ کے سپاہی زندہ ہیں؛ بلکہ جنگ کریمیا کے دیکھنے والے بھی ؛

مویشیوں کو اُس سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہو؟

عبد مناف نے کہا: نہیں، میں مویشیوں کو اُس سے بڑھکر نہیں سمجھتا، بات یہ ہے کہ میں مویشیوں کا مالک ہوں۔ اور مجھے اُنکی فکر ہے، اور اس گھر کا مالک ایک اور ہے! اُسے اپنے گھر کا خود ہی خیال ہوگا۔ مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں۔"

الغرض جب مسلمانوں کا مکّہ پر ایسی کامیابی و آسانی کے ساتھ قبضہ ہُوا۔ تو اسلام لانے والوں کے سامنے سے معاہدات کی روک اُٹھ گئی۔ قریش کا دباؤ اور رعب بھی جاتا رہا اور مسلمانوں کا مقبولِ خدا ہونا بھی اُنہوں نے اپنے مقرر کردہ معیار کے موافق دیکھ لیا۔ اور ان وجوہات سے اسلام لانے والوں کی کثرت ہوگئی۔

سب سے آخری اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کی حقیقت کے سمجھانے۔ اور اسلام کی تبلیغ کرنے میں واعظین اسلام کے سامنے کوئی روک ٹوک اور دقّت باقی نہ رہی تھی، واعظ آزادی سے منادی کرتے تھے۔ سامعین آزادی و اطمینان سے وعظ سنتے تھے۔ اور اسلام کی کشش کامل لوگوں کو اپنی جانب خود بخود کھینچ کھینچ لیتی تھی۔

ہوازن ثقیف کے حملے کی مدافعت جنگ حنین ۸ شوال ۸ھ

مکّہ فتح ہو جانے سے ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں نے جنکی حد مکّہ سے ملتی تھی، سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دیدیں۔ تو اہل مکّہ کے جس قدر باغات و جاگیرات طائف میں ہیں، وہ بلا دقت ہمارے ہو جائینگے[لہ] اور مسلمانوں سے بُت شکنی کے جُرم کا انتقام بھی لیا جا سکے گا۔

اُنہوں نے بنی مضر و بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور چار ہزار بہادر لیکر مکّہ کو روانہ ہوئے۔ اور وادی حنین میں آ اُترے، اُنہوں نے اپنے سردار مالک بن عوف کے مشورہ سے اپنے زن و بچہ۔ مال مواشی کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا تھا کہ زن و بچہ۔ مال مواشی کو چھوڑ کر کوئی شخص بھی میدان جنگ سے فرار نہیں اختیار کریگا۔

لہ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۶۳ ؎

یہ خبر سُنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی (جو کعبہ کے متصل اور حرم کی سرزمین پر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے) مکہ سے آگے بڑھے؛

اسلامی لشکر میں مکہ کے دو ہزار اشخاص اور بھی شامل ہو گئے تھے۔ اس تعداد میں مسلم بھی شامل تھے، اور بُت پرست معاہد بھی فوج کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہو گئی تھی۔ فوج کو اپنی کثرت پر غرور بھی ہو گیا تھا! اور اسی لئے وہ مراحل حزم و احتیاط سے دُور بھی تھی؛

دشمن نے ایک تنگ اور دشوار گذار درہ میں گھات لگائی اور اپنے تیر اندازوں کو وہاں بٹھلایا جب لشکر اسلام کا اگلا حصہ جس میں زیادہ تر طُلقائے مکہ، یا ایسے لاابالی نوجوان تھے کہ کسی کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے، یا لڑائی کی ضرورت کے موافق نہ تھے[1] دُشمن کی زد میں بیخبر جا پہنچا، تو اُنھوں نے اتنے تیر برسائے کہ ان کو سراسیمہ ہو کے بھاگنے ہی کی سوجھی، تو بیا ایک سو صحابی میدان میں کھڑے رہ گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چاروں طرف سے حملہ آوروں کو بڑھتے اور اپنے لشکر کو بھاگتے دیکھا، تو بےنظیر شجاعت و استقامت کا نمونہ دکھلایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے اُترے، اور یہ فرمانا شروع کیا:۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب[2]

میں نبی ہوں، اس میں ذرا بھی شُبہ نہیں، میں عبد المطلب کا فرزند ہوں؛ مطلب یہ تھا کہ میرے صدق کا معیار کسی فوج کی شکست یا فتح نہیں ہے، بلکہ میری صداقت خود میری ذات ہوتی ہے؛

اب عباس عم نبی صلعم نے صحابہ کو مہاجرین و انصار کے پتہ سے بُلانا شروع کیا، وہ سب آواز سُنتے ہی کبوتروں کی ٹکڑی کی طرح پہلی ہی آواز پر پلٹے[3]، اب فوج کی ترتیب از سرنو کی گئی، انصار و مہاجر کو آگے بڑھایا گیا۔ غنیم اس حملہ سے بھاگ نکلا، اور وہ حقوق پیش نظر ہو گیا

---

[1] مسلم عن براء بن عازب باب جنگ حُنین؛
[2] صحیح بخاری عن براء ۔ پ ۱۷؛
[3] صحیح بخاری عن ابن عباس؛

(۱) ان کا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لیکر قلعہ طائف میں جا ٹھہرا۔

(۲) دوسرا گروہ جس میں اُنکے اہل و عیال تھے اور زر و مال تھا۔ اوطاس کی گھاٹی میں جا چھپا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قلعہ طائف کے محاصرہ کا حکم دیا۔ اور اوطاس کیطرف ابو عامر اشعری کو مامور فرمایا ابو عامر نے وہاں پہنچکر دشمن کے اہل و عیال اور زر و مال پر قبضہ کر لیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اوطاس کا نتیجہ معلوم ہوا۔ تو قلعہ کے محاصرہ اُٹھا دینے کا حکم دیا۔ کیونکہ ان لوگوں پر اہل و عیال کے جاتے رہنے کی بھاری مصیبت پڑ چکی تھی۔

اوطاس میں ۲۴ ہزار اونٹ۔ ۴۰ ہزار بکریاں۔ چار ہزار اوقیہ چاندی۔ اور چھ ہزار زن و بچہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ قبیلہ ہوازن کے چھ سردار آئے۔ اور اُنہوں نے رحم کی درخواست پیش کر دی۔

انہیں وہ لوگ تھے جنہوں نے طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے تھے۔ اور آخری مرتبہ وہاں سے زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ علیہ وسلم کو بیہوشی کی حالت میں اٹھا کر لائے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں میں خود تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ اور اسی انتظار میں قریبًا دو ہفتہ ہو گئے۔ کہ مال غنیمت کو بھی تقسیم نہ کیا گیا تھا۔[2] میں اپنے حصہ کے۔ اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدیوں کو بآسانی چھوڑ سکتا ہوں۔ اور اگر میرے ساتھ صرف انصار و مہاجر ہی ہوتے۔ تو سب کا

---

[1] یرمیاہ نبی کی کتاب ۴۹ باب ۲۸ درس دیکھو۔ جس میں مکہ کی فتح اور جنگ حنین کا ذکر۔ اور اس بھاری غنیمت کے ملنے کا بیان ہے۔ کتاب کے الفاظ یہ ہیں "اُٹھو۔ قیدار پر چڑھو۔ اور پورب کے لوگوں کو ہلاک کرو۔ اُنکے خیموں اور اُنکے گلوں کو وے لے لیں گے۔ اور اُنکے سارے برتنوں اور اُنکے اونٹوں کو وے اپنے لئے لیتے جائینگے" واضح ہو کہ قیدار پر چڑھائی سے مراد مکہ پر چڑھائی ہے۔ جہاں قریش فرزندان قیدار آباد تھے۔ اور پورب والوں سے مراد حنین و طائف کے لوگ ہیں۔ دیکھو حنین مکہ سے پورب کی طرف ہے۔

[2] صحیح بخاری عن مسور و مروان کتاب المغازی واقعہ حنین۔

چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا۔ مگر تم دیکھتے ہو۔ کہ اس لشکر میں میرے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔ اسلئے ایک تدبیر کی ضرورت ہے۔ تم کل نماز صبح کے بعد آنا اور مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا۔ اُس وقت کوئی صورت نکل آئیگی۔ فرمایا تم خواہ مال کا واپس لینا پسند کر لو۔ یا اہل وعیال کا۔ کیونکہ حملہ آور لشکر کو خالی رکھنا دشوار ہے۔

دوسرے دن وہی سردار آئے۔ اور اُنہوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔

بینظیر فیاضی اور رحم نبی الرحمۃ نے فرمایا۔ میں اپنے اور بنو عبدالمطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار و مہاجرین نے کہا۔ ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔

اب بنی سلیم و بنی فزارہ رہ گئے۔ اُنکے نزدیک عجیب بات تھی۔ کہ حملہ آور دشمن پر جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو ایسا رحم و لطف کیا جائے۔ اسلئے اُنہوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں بُلایا۔ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ قرار پائے۔ قیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کر دی۔ اور اس طرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلائی۔ پھر سب قیدیوں کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت فرما دیا۔

دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت اِن قیدیوں میں دائی حلیمہ کی بیٹی شیماء بنت الحارث بھی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کی بہن کو پہچانا۔ اور اسکی نشست کیلئے اپنی چادر زمین پر بچھا دی۔ فرمایا اگر تم میرے پاس ٹھہرو۔ تو بہتر ہے۔ اور اگر قوم میں واپس جانا ہے تو اختیار ہے اُس نے واپس جانا چاہا۔ اور اُسے عزت و اکرام کے ساتھ اُسکی قوم میں بھیج دیا گیا۔

مخلصین کے اخلاص کا نمونہ مال غنیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ تقسیم فرما دیا۔ عطیے کے بڑے بڑے حصے اُن لوگوں کو عنایت فرمائے تھے جو تھوڑے دن سے اسلام لائے ہوئے تھے۔ انصار کو جو نہایت مخلصین تھے اُس میں سے کچھ بھی نہ دیا تھا۔ فرمایا۔ انصار کے ساتھ میں خود ہوں لوگ مال لیکر اپنے اپنے گھر جائینگے۔ اور انصار نبی اللہ کو ساتھ لیکر اپنے گھروں میں داخل ہونگے

انصار اس فرمودہ پر اتنے خوش تھے کہ مال والوں کو یہ مسرت حاصل نہ تھی ؎

دو شاہد اند مرا خیبر و حنین کہ تو — وہی بجود ہر آنچہ بہ فتح بستانی

فصل

(یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی، حملے، اور مسلمانوں کی مدافعتیں)

لفظ یہود سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہیئے۔ جو یہودا ابن یعقوب کی نسل سے تھا۔ لیکن اصطلاحاً بنی اسرائیل کے بارہ قبائل ہی کا قومی نام یہی پڑ گیا ہے۔ بنی اسرائیل اپنے ابتدائی زمانہ میں خدا کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی لیکن آخر میں وہ خدا سے اس قدر دور ہوتے گئے۔ کہ خدا کے غضب کے مستحق ٹھہرے۔

حضرت مسیح جیسے رحم دل نے ان کی حالتوں کو دیکھ کر انہیں سانپ اور سانپ کے بچے بتلایا تھا۔ اور یہ بھی خبر دی تھی۔ کہ خدا کی بادشاہت اس قوم سے لی جا کر ایک دوسری قوم کو دی جاویگی۔ جو اس کے اچھے پھل لائے[1]۔

جب اس بشارت کے ظہور کا وقت آ گیا۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کی۔ تو یہود نے سخت پیچ و تاب کھایا۔ اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ویسا ہی ظلم و ستم کا آماجگاہ بنایا جائے۔ جیسا کہ مسیح کو بنا چکے تھے۔

یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا پیمان باندھ چکے تھے۔ لیکن فطری شرارت نے زیادہ دیر تک چھپا رہنا پسند نہ کیا۔ معاہدہ سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد شرارتوں کا آغاز ہو گیا۔

یہود کی پہلی شرارت بلوہ قتل اور اخراج بنو قینقاع

جب مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی جانب گئے ہوئے تھے۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلے میں دودھ

---

[1] متی ۲۱ باب ۳۳ و ۴۴۔

یہود ۔ پہلی شرارت

بیچنے گئی۔ چند یہودیوں نے شرارت کی، اور اُسے سربازار برہنہ کردیا۔ عورت کی چیخ پکار سُن کر ایک مسلمان موقعہ پر جا پہنچا، اُس نے طیش میں آکر فساد انگیز یہودی کو قتل کردیا۔ اس پر سب یہودی جمع ہوگئے، اس مسلمان کو بھی مار ڈالا۔ اور بلوہ بھی کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپس آکر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کیلئے بلایا، اُنہوں نے معاہدہ کا کاغذ بھیجدیا۔ اور خود جنگ پر آمادہ ہوگئے۔

یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی۔ اسلئے اُنکو یہ سزا دیگئی کہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر میں جا آباد ہوں۔

یہود کی دوسری شرارت

یہود کی دوسری شرارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش، یا جلاء بنو نضیرؒ

قریش کی پہلی سازش کے عنوان میں لکھا جاچکا ہے۔ کہ قریش نے مدینہ کے بُت پرستوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی بابت خط لکھا تھا، مگر آنحضرتؐ کی زیرکی و دانائی سے انکی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی، اب بدر میں شکست پانے کے بعد قریش نے یہود کو پھر لکھا،

کہ "تم جائدادوں اور قلعوں کے مالک ہو، تم محمدؐ سے لڑو، ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا اور ایسا کرینگے۔ تمہاری عورتوں کی پازیبیں تک اُتار لینگے" اس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہد شکنی کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فریب کرنے کا ارادہ کرلیا[1]

سنہ ۴ ہجری کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قومی چندہ فراہم کرنے کیلئے بنو نضیر کے محلہ میں تشریف لیگئے۔ اُنہوں نے آنحضرتؐ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلادیا، اور تدبیر یہ کی کہ ابن جحاش ملعون دیوار کے اوپر جاکر ایک بھاری پتھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرادے۔ اور حضورؐ کی زندگی کا خاتمہ کردے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں جا بیٹھنے کے بعد باعلام ربانی اِس شرارت کا علم ہوگیا، اور حفاظت الٰہی سے بچ کر چلے آئے،

بالآخر بنو نضیر کو یہ سزا دیگئی، کہ خیبر جاکر آباد ہوجائیں، اُنہوں نے چھ سو اونٹوں پر اسباب لادا،

---

[1] ابوداؤد عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک۔ باب فی خبر النضیر۔

اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا، باجے بجاتے ہوئے نکلے، اور خیبر جا بسے[۱]

یہود کی تیسری سازش، ملک کی عام بغاوت، اور اس کا انجام، جنگ احزاب یا غزوۂ خندق

۵ھ ہجری کا مشہور واقعہ جنگ خندق ہے[۲]، بنو نضیر خیبر پہنچکر بھی امن سے نہیں بیٹھے۔ انہوں نے یہ عزم کیا، کہ مسلمانوں کے قلع قمع کرنے کے لئے ایک متفقہ کوشش کی جائے جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگ جو شامل ہوں؛

انہوں نے بیس سردار مامور کئے، کہ عرب کے تمام قبیلوں کو حملہ کیلئے آمادہ کریں، اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ذی قعدہ ۵ھ کو دس ہزار[۳] کا خونخوار لشکر جس میں بت پرست یہودی وغیرہ سب ہی شامل تھے، مدینے پر حملہ آور ہوا؛ قرآن مجید میں اس لڑائی کا نام جنگ احزاب ہے

(۱) قریش، بنو کنانہ، اہل تہامہ زیر کمان سفیان بن حرب تھے؛

(۲) بنی فزارہ زیر کمان عتبہ بن حصین؛

(۳) بنی مرہ ..... زیر کمان حارث بن عوف؛

(۴) بنو اشجع و اہل نجد ... زیر کمان مسعود بن وخیلہ

مسلمانوں نے جب ان لشکروں سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی، تو شہر کے گرد خندق کھود لی، دس دس آدمیوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی تھی؛[۴]

صحابہ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے؛[۵]

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوا مُحَمَّدًا   عَلَی الْاِسْلَامِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا[۶]

(ہم وہ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لئے محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی ہے)؛

---

[۱] یسعیاہ نبی کی کتاب ۱۵ میں پیشگوئی موجود ہے "باغی لڑکے دولت و خزانہ لیکر اس قوم کے پاس جاتے ہیں جس سے اُن کو کچھ فائدہ نہ ہوگا" یعنی فائدہ نہ ہونے کا ظہور جنگ خیبر میں ہوا تھا؛

[۲] ہم نے اس جنگ کو یہودیوں کی جنگ میں شمار کیا ہے، کیونکہ یہودی ہی تمام قبائل کو اشتعال دلانے اور مدینہ پر چڑھا کر لانے والے تھے، اگرچہ حملہ آوروں میں قریش بھی شامل تھے، اور دیگر بت پرست قومیں بھی، اور زیادہ تعداد بت پرستوں ہی کی تھی؛

[۳] زاد المعاد صفحہ ۳۴۶ جلد ا [۴] طبری جلد ۲ صفحہ ۳ [۵] طبری جلد ا صفحہ ۳؛ [۶] صحیح بخاری عن براء

خندق کھودنے، پتھر توڑنے، مٹی ہٹانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابہ کو مدد دیتے تھے، سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے۔ اور ابن رواحہ کے اشعار ذیل کو بآواز بلند پڑھتے تھے،

اللھم لولا انت ما اھتدینا	اے خدا تیرے سوا ہم کو ہدایت تھی کہاں،
ولا تصدقنا ولا صلینا	کیسے پڑھتے ہم نمازیں کیسے دیتے ہم زکوٰۃ،
فانزلن سکینۃ علینا	اے خدا ہم پر سکینہ کا تو فرما دے نزول،
وثبت الاقدام ان لاقینا	دشمن آ جائے۔ تو ہم کو کر عطا یارب ثبات،
ان الاعداء قد بغوا علینا	بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم سے چڑھ آئے ہیں،
اذا ارادوا فتنۃ ابینا[1]	فتنہ گر ہیں وہ نہیں بھاتی ہمیں فتنہ کی بات،

مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ اسلامی لشکر مدینہ ہی کے اندر اس طرح پر اُترا۔ کہ سامنے خندق تھی اور پس پشت کوہ سلع[2]۔ بنو قریظہ یہودی (جو مدینہ میں آباد تھے اور جن پر پابندی معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری و لابدی تھا) اُن سے شب کی تاریکی میں حیی بن اخطب یہودی سردار بنو نضیر جا کر ملا اور اُنہیں نقض عہد پر آمادہ کر کے اپنی طرف ملا لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کئی نقیب (حواری) بھی اُنکے پاس بار بار سمجھانے کو بھیجے۔ مگر انہوں نے صاف صاف کہدیا۔ "محمدؐ کون ہے کہ ہم اُس کی بات مانیں۔ اُس کا ہم سے کوئی عہد و پیمان نہیں"[3]،

اسکے بعد بنو قریظہ نے شہر کے امن میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطر میں ڈالدیا۔ بناچاری اُن تین ہزار مسلمانوں میں سے بھی ایک حصہ کو شہر کے امن عامہ کی حفاظت کیلئے علیحدہ کرنا پڑا۔ بنو قریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس ہزار دشمن کا جرار لشکر حملہ آور ہوگا۔ اور شہر کے اندر غدر پھیلا کر ہم مسلمانوں کی عافیت تنگ کر دینگے تو دنیا پر مسلمانوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہیگا،

---

[1] صحیح بخاری عن انس رضؓ ۔
[2] زاد المعاد صفحہ ۲۴۳ ۔
[3] ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ طبعًا جنگ سے نفرت تھی۔ اسلئے آپ نے یہ بھی صحابہ سے مشورت کی کہ حملہ آور سرداران غطفان سے ایک تہائی پیداوار ثمر (میوہ) پر صلح کر لی جائے، لیکن انصار نے جنگ کو ترجیح دی۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے اس تجویز کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جن دنوں یہ حملہ آور قبائل شرک کی نجاست میں آلودہ۔ اور بت پرستی میں مبتلا تھے اُن دنوں بھی ہم نے انکو ایک چوہارہ تک نہیں دیا۔ آج جبکہ خدا نے ہمیں اسلام سے مشرف فرمادیا ہے تو ہم انہیں کیونکر پیداوار کا ثلث دیسکتے ہیں، اُن کیلئے ہمارے پاس تو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں ہے[۱]۔

حملہ آور فوج کا محاصرہ بیس دن تک رہا، کبھی کبھی اکے دکے کا مقابلہ بھی ہوا۔ عمرو بن عبدوُد جو اپنے آپ کو ہزار جوانوں کے برابر سمجھا کرتا تھا، حیدر کرار شیر شکار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ بھی مقابلہ میں ہلاک ہوا۔ اہل مکہ نے نوفل کی لاش لینے کیلئے دس ہزار درہم مسلمانوں کے پیش کئے، نبی صلعم نے فرمایا۔ لاش دیدو، قیمت درکار نہیں[۲]۔

جب وہ اس عرصہ میں محصور مسلمانوں سے کوئی مورچہ نہ لے سکے، تو اُنکے حوصلے ٹوٹ گئے آخر ایک رات تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے اُٹھا کر رفوچکر ہو گیا۔

بنو قریظہ کا انجام اس مصیبت سے رہائی کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو بلا بھیجا، کہ وہ سامنے آکر اپنے اس طریق عمل کی وجہ بیان کریں۔ اب بنو قریظہ قلعہ بند ہو بیٹھے۔ اور لڑائی کی پوری تیاری کر لی۔ اسوقت مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا، کہ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب جو بنو قریظہ کو مسلمانوں سے مخالف بنانے آیا تھا۔ اب تک اُنکے قلعے کے اندر موجود ہے۔

بنو قریظہ کا یہ غدر انکی پہلی حرکت ہی نہ تھی۔ بلکہ جنگ بدر میں انہوں نے قریش کو (جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے) اسلحات سے مدد دی تھی۔ مگر اُس وقت رحم دل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا یہ قصور معاف کر دیا تھا۔

اب انکے قلعہ بند ہو جانے سے مسلمانوں کو مجبورًا لڑنا پڑا۔ بماہ ذی الحجہ محاصرہ کیا گیا جو

---

[۱] طبری و سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ ۔ [۲] ابن ہشام۔

یہود نے سعد کو حکم بنایا

۲۵ دن تک یہ محاصرہ کی سختی سے بنو قریظہ تنگ آگئے۔ انہوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو جن سے اُن کا پہلے سے ربط و ضبط تھا، بیچ میں ڈالا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منوا لیا۔ کہ بنو قریظہ کے معاملے میں سعد بن معاذ کو (جو اوس کے سردار قبیلہ تھے) حکم (سرپنچ و منصف) تسلیم کیا جائے، جو فیصلہ سعد کر دے۔ خدا کا نبی (صلعم) اُسی کو منظور کر لے؛

بنو قریظہ قلعہ سے نکل آئے۔ اور مقدمہ سعد بن معاذ کے سپرد کیا گیا، خدا جانے بنو قریظہ کے یہودیوں اور اوس کے مسلمانوں نے سعد بن معاذ کو حکم بناتے ہوئے کیا کیا امیدیں اُن پر لگائی ہونگی۔ مگر ضروری تحقیقات کے بعد اس جنگی مرد نے یہ فیصلہ دیا؛

(۱) بنو قریظہ کے جنگجو مرد قتل کئے جاویں؛

(۲) عورتیں اور بچے مملوک بنائے جاویں؛

(۳) مال تقسیم کیا جائے؛

اِس فیصلہ کی تعمیل کے متعلق صحیح بخاری میں جو روایت ابو سعید خدری رضؓ سے ہے اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے، کہ جنگ آور مرد قتل کئے گئے تھے، لیکن اس حدیث میں عورتوں اور بچوں کے مملوک بنائے جانے یا مال تقسیم کئے جانے کا کچھ ذکر نہیں اس فیصلہ کے متعلق ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہودیوں کو اُنکے اپنے منتخب کردہ منصف نے قریباً وہی[1] سزا دی تھی، جو یہودی اپنے دشمنوں کو

---

[1] قریباً وہی سزا اسلئے لکھا گیا ہے کہ یہودی اپنے قیدیوں کو اس سے زیادہ سخت سزا دیا کرتے تھے۔ کتاب توراۃ میں گنتی کا ۳۱ باب از ۹ تا ۳۵ درس ناظرین پڑھ کر دیکھیں؛

"۹۔ بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں۔ اُنکے بچوں کو اسیر کیا، اُنکے مواشی۔ اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ ۱۰۔ اور اُنکے سارے شہروں کو جن میں وے رہتے تھے۔ اور اُنکے سب قلعوں کو پھونکدیا" ۱۴۔ موسیٰ ... غصہ ہوا، ۱۵۔ کہ کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا؟ ۱۷۔ تم اُن بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کر دو۔ اور ہر ایک عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھیں۔ جان سے مارو۔ ۱۸۔ لیکن وے لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں ان کو اپنے لئے زندہ رکھو"؛

رگ وید۔ چوتھے منڈل کے منتر ۱۶۔ رچا ۱۰ میں ہے؛

"اُس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں تباہ و غارت کیا" صفحہ ۴۳۔ قدیم ہندوستان؛

رگ وید منڈل ۱۰۔ منتر ۴۹۔ رچا ۷؛

دیا کرتے تھے۔ اور جو اُن کی شریعت میں ہے:
ہمارے پاس یہ امر باور کرنیکی وجوہات اور نظائر موجود ہیں۔ کہ اگر بنو قریظہ اپنا معاملہ نبی کریم صلعم کے سپرد کر دیتے۔ تو انکو زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جاتی، وہ یہ ہوتی کہ جاؤ! خیبر میں آباد ہو جاؤ! بنو قینقاع اور بنو نضیر کا معاملہ اسکی نظیر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان بنو قریظہ میں سے بھی بعض کو رحم شاہانہ سے اس فیصلہ کی تعمیل سے مستثنیٰ فرما دیا تھا۔ مثلاً زبیر یہودی کیلئے معہ اہل و عیال و فرزند و مال رہائی کا حکم دیدیا تھا۔ اور رفاعہ بن شموئیل یہودی کی بھی جان بخشی فرما دی تھی[1]

فصل

"عیسائیوں سے جنگ"

عیسائی اقوام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ اچھا رہا۔ ایک دو حاکمان ملک نے شخصی طور پر آنحضرتؐ سے عناد کیا لیکن جمہور کا اُس سے تعلق نہ تھا۔ تفصیل سے اسکی توضیح ہوتی ہے۔ کہ صرف ایک عیسائی سردار کے ساتھ ایک جنگ ہوئی ۔ اور ایک سفر اُنکے حملہ آور ہونے کی خبر اڑ جانے پر کیا گیا ہے، اور بس

"داعیِ اسلام کا انتقام یا جنگ موتہ بماہ جمادی الاولیٰ سنہ ہجری"	موتہ شام کے ایک قصبہ کا نام ہے، یہاں کے سردار شرجیل بن عمرو غسانی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حارث بن عمیرؓ

ازدی کو جو دعوتِ اسلام کا خط لیکر روانہ ہوا تھا، قتل کرا دیا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۱) "ہمنے داسوں (غلاموں) کو دو ٹکڑوں میں قطع کر دیا! قضا و قدر نے اُن کو اسی واسطے پیدا کیا تھا" صفحہ ۸۰۳ " رگ وید منڈل ۲، منتر ۲، رچا ۶، ۷"

"اندر جسنے ورترا کو قتل کیا، اور جس نے قصبے کے قصبے اور گاؤں کے گاؤں تہ و بالا کر دیئے" "وہ جو کالے اسور کی فوجوں کو تباہ کرتا ہے" صفحہ ۷۰۳، اردو ترجمہ قدیم ہندوستان کی تہذیب مصنفہ مسٹر آر سی۔ دت صاحب۔

[1] تاریخ طبری صفحہ ۱۵۷و۱۵۸

مظلوم حارثؓ کے قتل سے سفیروں کی جانیں خطر میں پڑ گئی تھیں۔ اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً تین ہزار کی ایک فوج روانہ کی۔ حاکم غسان نے اپنی کارروائی پر ندامت کا بھی اظہار نہ کیا اور مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اتفاق سے ہرقل بادشاہ اس علاقہ میں آیا ہوا تھا۔ اور موآب میں ایک لاکھ لشکر کی جمعیت سے ٹھہرا ہوا تھا۔ عرب کے صحرانشین عیسائی قبائل لخم۔ جذام۔ بہرا۔ بلی۔ قیس وغیرہ کے بھی قریباً ایک لاکھ آدمی شہنشاہ ہرقل کی مدد پر وہاں جمع تھے۔ اسلئے حاکم غسان نے کچھ شاہی فوج بھی منگوالی۔ اور قبائل کو بھی جمع کر لیا۔ غرض دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ مسلمان مجبوراً لڑے۔ زید بن حارثہ (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ، نہایت عزیز اور اس فوج کے سالار تھے) مارے گئے[1] جعفر طیارؓ (جو نبی صلعم کے چچیرے۔ اور علی مرتضیٰؓ کے حقیقی بڑے بھائی تھے) بعمر ۳۳ سال، ۹۰ زخم سامنے کی طرف کھا کر، اور عبد اللہ بن رواحہ (بزرگ صحابی) جنہوں نے جعفرؓ کے بعد فوج کی کمان سنبھالی تھی، شہید ہو گئے۔[2] پھر خالد بن ولیدؓ نے فوج کو سنبھالا۔ اور ڈیڑھ دن کی سخت جنگ کے بعد اپنے سے چالیس گنی زیادہ فوج کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ میں ۹ تلواریں حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں مارتے مارتے ٹوٹی تھیں[3]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں بیٹھے ہوئے ان بزرگوں کے مارے جانے اور جنگ کے آخری انجام کا حال صحابہ سے اسی روز بیان فرما دیا تھا۔ اسی جنگ کے بعد خالدؓ کو سیف اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

جیش عُسرت۔ یا سفر تبوک[4] رجب سنہ ۹ ہجری	ایک قافلہ شام سے آیا۔ اور انہوں نے ظاہر کیا کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں۔ عرب کے عیسائی قبائل

[1] زید بن حارثہ چھاتی میں نیزہ کھا کر گھوڑے سے گرے۔ انکے ہاتھ میں نشان تھا جعفر طیارؓ نے نشان سنبھال لیا حملہ آوروں نے حضرت جعفر کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ یہ پیدل ہو گئے۔ ایک دشمن نے ان کا داہنا بازو تلوار سے اُڑا دیا۔ انہوں نے بائیں ہاتھ سے نشان سنبھال لیا۔ دوسرے دشمن نے دوسرا بازو تلوار سے اڑا دیا۔ اس لئے ان کا لقب ذو الجناحین ہوا۔ (ابن خلدون)

[2] صحیح بخاری عن ابن عمر باب غزوہ موتہ۔ [3] بخاری عن قیس بن ابی حازم

[4] چونکہ کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ اسلئے میں نے اس کا نام سفر رکھا ہے۔ مورخین اسے غزوہ تبوک اس لئے لکھتے ہیں۔ کہ یہ سفر بغرض مدافعت فوجی تھا

لخم، جذام، عاملہ، غسّان وغیرہ بھی اُنکے ساتھ شامل ہیں، گویا وہ اُس شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے، جو بمقام موتہ، قیصر کے حاکم اور قیصر کی فوج کو ہوئی تھی؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مناسب ہے تاکہ اندرون ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو؛

یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا، جو نصف دنیا پر حکمران تھی، اور جسکی فوج ابھی حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی۔

مسلمان بے سروسامان تھے، سفر دور و دراز کا تھا، عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی، باغیچوں میں میوے پک گئے تھے؛ میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری سامان کیلئے عام چندہ کی فہرست کھولی؛

عثمان غنیؓ نے ۹۰۰ اونٹ ایک سو گھوڑے، اور ایک ہزار دینار چندہ میں دئے، اُنکو مجھز جیش العسرۃ[1] کا خطاب ملا؛

عبدالرحمن بن عوف نے چالیس ہزار درہم؛

عمر فاروقؓ نے تمام اثاث البیت نقد و جنس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ تھا، پیش کیا؛

ابو بکر صدیقؓ جو کچھ لائے، اگرچہ وہ قیمت میں کم تھا، مگر معلوم ہوا، کہ وہ گھر میں اللہ اور رسول کی محبت کے سوا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑ کر آئے تھے؛

ابو عقیل انصاری نے دو سیر چھوہارے لاکر پیش کئے اور یہ بھی عرض کی، کہ "رات بھر پانی نکال کر ایک کھیت کو سیراب کرکے چار سیر چھوہارے مزدوری کے لایا تھا، دو سیر بیوی بچّے کے لئے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں"، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چھوہاروں کو جملہ قیمتی مال و متاع کے اوپر بکھیر دو؛

غرض ہر ایک صحابی نے اس موقع پر ایسے ہی خلوص و فراخدلی سے کام لیا، قریباً ۸۲ شخص چھوڑ کھاو

[1] ترجمہ یہ ہے۔ ناقہ زدہ لشکر کا سامان بنا دینے والا (ابن خلدون)

کے مسلمان تھے۔ بہانے کر کے اپنے گھروں میں رہ گئے، عبداللہ بن ابی سلول مشہور منافق نے
ان لوگوں کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمدؐ اور اُس کے ساتھی مدینے واپس نہ آسکیں گے،
قیصر انہیں قید کر کے مختلف ممالک میں بھیج دیگا۔

خدا کا نبی تیس ہزار کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہُوا،

مدینہ پر سباع بن عرفطہ[1] کو خلیفہ بنایا، اور علی مرتضیٰؓ[2] کو مدینہ میں اہل بیت کی ضروریات کیلئے مامور فرمایا،
لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی ۱۸ شخصوں کیلئے ایک اونٹ مقرر تھا، رسد کے
نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے۔ جس سے ہونٹ سوج گئے تھے، پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں،
اونٹوں کو اگرچہ سواری کیلئے پہلے ہی کم تھے ذبح کر کے اُنکی امعاء کا پانی پیا کرتے تھے[3]،

الغرض صبر و استقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تبوک پہنچ گئے،

ابھی تبوک کے رستے ہی میں تھے کہ علی مرتضیٰؓ بھی پہنچ گئے، معلوم ہُوا کہ منافقین بعد میں
حضرت علیؓ کو چڑانے اور کھجانے لگے تھے، کوئی کہتا، نکما سمجھ کر چھوڑ دیا، کوئی کہتا، ترس کھا کر
چھوڑ دیا، ان باتوں سے شیر خدا کو غیرت آئی، دو منزل سہ منزل طے کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے، اور چھالے
پڑ گئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من
موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی، علی تم اس پر خوش نہیں ہوتے، کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو،
جیسا کہ موسیٰ کیلئے ہارون تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں، یہ سنکر علی مرتضیٰؓ خوش و خورم مدینے
کو واپس تشریف لے گئے[4]،

---

[1] طبری، [2] صحیحین، [3] مدارج النبوۃ، شبلی
[4] صحیح بخاری، عن مصعب بن سعد عن ابیہ باب غزوہ تبوک۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون کو بنی اسرا
پر اس وقت چھوڑ گئے تھے۔ جب انہوں نے کوہ طور پر ۴۰ دن کا میقات پورا کیا تھا، قرآن مجید میں اس
واقعہ کا مفصل ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت موسیٰؑ کے جو خلیفہ ہوئے
اُن کا نام یوشع بن نون ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

تبوک پہنچکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قیام فرمایا۔ اہل شام پر اس دلیرانہ حرکت کا اثر یہ ہوا۔ کہ انہوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اس وقت چھوڑ دیا۔ اور اس حملہ آوری کا بہترین موقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا زمانہ قرار دیا۔

تبوک میں ایک نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا تھا۔ ذیل میں اسے معہ ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ ہم نے اس میں صرف اس قدر تصرف کیا ہے کہ ہر فقرہ پر نمبر شمار لگا دیئے ہیں:

اللہ پاک کی بہترین حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

اما بعد

(۱) فان اصدق الحدیث کتاب اللہ	(۱) ہر ایک کلام سے صدق میں بڑھکر اللہ کی کتاب ہے۔
(۲) واوثق العری کلمۃ التقوے	(۲) سب سے بڑھکر بھروسے کی بات تقوی کا کلمہ ہے۔
(۳) وخیر الملل ملۃ ابراھیم	(۳) سب ملتوں سے بہتر ملت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔
(۴) وخیر السنن سنۃ محمد	(۴) سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔
(۵) واشرف الحدیث ذکر اللہ	(۵) سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے۔

عیسائیوں کے ساتھ فیاضانہ معاہدات

(۱) فلاڈلفیا کا قدیم کلیسیا جس کا ذکر مکاشفات یوحنا ۳ باب ۷ تا ۱۲ درس میں ہے۔ تبوک ہی کے متصل تھا۔ عرب اسے القصر کہتے تھے۔ حجاز ریلوے کی سڑک میں اس کے کھنڈر بھی پائے گئے۔ زمان نبوی میں اس جگہ عیسائی قومیں آباد تھیں۔ اسلئے ایام قیام تبوک میں ان اقوام میں تبلیغ اسلام بھی کی گئی۔ اور ان سے معاہدات بھی کئے گئے۔ عیسائیت پر قائم رہنے والی اقوام کو مذہب کی آزادی دی گئی۔ اور انکے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ مسلمانوں نے اپنے اوپر لیا۔ اس طرف چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں۔ مثلاً اکیدر دومۃ الجندل میں حکمران تھا۔ اور یوحنا ایلہ کا فرمانروا تھا۔ انکی حکومتوں کو قائم رکھا گیا۔ اہل اذرح بھی عیسائی تھے اور آزاد قبائل تھے۔ ان کو انکی حالت پر چھوڑ دیا گیا۔ معاہدات میں جس فیاضی۔ بے تعصبی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ آج تک مسلم ہے۔ عیسائیوں سے نئے یروشلم۔ اور شہر اکا نیا نام جس کا ذکر مکاشفات ۳ باب ۱۲ درس میں ہے۔ اسی جگہ سُنا تھا۔

اکیدر والی دومۃ الجندل جسے خالد بن ولید نے شکار کھیلتے گرفتار کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معاہدہ کر لینے کے بعد پھر مسلمان ہو گیا تھا۔

(۶) واحسن القصص ھذا القرآن۔
(۶) سب بیانات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے۔

(۷) وخیر الامور عوازمھا۔
(۷) بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔

(۸) وشر الامور محدثاتھا۔
(۸) اموروں میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو۔

(۹) واحسن الھدی ھدی الانبیاء
(۹) انبیاء کی روش سب روشوں سے خوب تر ہے۔

(۱۰) واشرف الموت قتل الشھداء
(۱۰) شہیدوں کی موت سب قسموں کی موت سے بزرگ تر ہے۔

(۱۱) واعمی العمی الضلالۃ بعد الھدی
(۱۱) سب سے بڑا اندھاپن وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جائے

(۱۲) خیر الاعمال ما نفع۔
(۱۲) عملوں میں وہ عمل اچھا ہے جو نفع دہ ہو۔

(۱۳) وخیر الھدی ما اتبع
(۱۳) بہترین روش وہ ہے جس پر لوگ چل سکیں۔

(۱۴) وشر العمی عمی القلب
(۱۴) بدترین کوری۔ دل کی کوری ہے۔

(۱۵) والید العلیا خیر من الید السفلی
(۱۵) بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

(۱۶) وما قل وکفی خیر مما کثر والھی
(۱۶) تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت میں ڈالدے۔

(۱۷) شر المعذرۃ حین یحضر الموت
(۱۷) بدترین معذرت وہ ہے جو جان کندنی کے وقت کی جائے۔

(۱۸) وشر الندامۃ یوم القیامۃ
(۱۸) بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت کو ہوگی۔

(۱۹) ومن الناس من لا یاتی الجمعۃ الا دبرا
(۱۹) بعض لوگ جمعہ کو آتے ہیں مگر دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔

(۲۰) ومنھم من لا یذکر اللہ الا ھجرا۔
(۲۰) انہیں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں

(۲۱) ومن اعظم الخطاء اللسان الکذوب
(۲۱) سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے۔

(۲۲) وخیر الغنی غنی النفس۔
(۲۲) سب سے بڑی تونگری دل کی تونگری ہے۔

(۲۳) وخیر الزاد التقوی
(۲۳) سب سے عمدہ توشہ تقویٰ ہے۔

(۲۴) وراس الحکمۃ مخافۃ اللہ عزوجل
(۲۴) دانائی کا سر یہ ہے۔ کہ خدا کا خوف دل میں ہو۔

(۲۵) وخیر ما وقر فی القلوب الیقین
(۲۵) دلنشین ہونے کیلئے بہترین چیز یقین ہے۔

(۲۶) والارتیاب من الکفر
(۲۶) شک پیدا کرنا کفر (کی شاخ) ہے۔

(۲۷) والنياحة من عمل الجاهلية	(۲۷) بین سے رونا جاہلیت کا کام ہے۔
(۲۸) والغلول من حر جهنم	(۲۸) چوری کرنا عذاب جہنم کا سامان ہے۔
(۲۹) والسكر كيٌّ من النار	(۲۹) بدمست ہونا آگ میں پڑنا ہے؛
(۳۰) والشعر من ابليس	(۳۰) شعر ابلیس کا (حصہ) ہے؛
(۳۱) والخمر جماع الاثم	(۳۱) شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے؛
(۳۲) وشر الماكل ماكل مال يتيم	(۳۲) بدترین روزی یتیم کا مال کھا جاتا ہے؛
(۳۳) والسعيد من وعظ بغيره	(۳۳) سعادتمند وہ ہے جو دوسرے کے نصیحت پکڑتا ہے؛
(۳۴) والشقي من شقي في بطن امه	(۳۴) بدبخت وہ جو ماں کے پیٹ میں ہی بدبخت ہو؛
(۳۵) وملاك العمل خواتمه	(۳۵) عمل کا سرمایہ اس کا بہترین انجام ہے؛
(۳۶) وشر الرويا رويا الكذب	(۳۶) بدترین خواب وہ ہے جو جھوٹا ہو؛
(۳۷) وكل ما هو آت قريب	(۳۷) جو بات ہونیوالی ہے وہ بہت قریب ہے۔
(۳۸) وسباب المومن فسوق	(۳۸) مومن کو گالی دینا فسق ہے؛
(۳۹) وقتاله كفراً۔	(۳۹) مومن کو قتل کرنا کفر ہے؛
(۴۰) واكل لحمه من معصية الله	(۴۰) مومن کا گوشت کھانا اسکی غیبت کرنا اللہ کی معصیت ہے؛
(۴۱) وحرمة ماله۔ كحرمة دمه	(۴۱) مومن کا مال دوسرے پر ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اس کا خون
(۴۲) ومن يتالى على الله يكذبه	(۴۲) جو خدا سے استغناء کرتا ہے خدا اسے جھٹلاتا ہے؛
(۴۳) ومن يغفر يغفر له	(۴۳) جو کسی کے عیب چھپاتا ہے خدا اسکے عیوب چھپاتا ہے؛
(۴۴) ومن يعف يعف الله عنه	(۴۴) جو معافی دیتا ہے اُسے معافی دی جاتی ہے۔
(۴۵) ومن يكظم الغيظ يأجره الله	(۴۵) جو غصہ کو پی جاتا ہے۔ خدا اُسے اجر دیتا ہے؛
(۴۶) ومن يصبر على الرزية يعوضه الله	(۴۶) جو نقصان پر صبر کرتا ہے۔ خدا عوض بخشتا ہے؛
(۴۷) ومن يتبع السمعة يسمع الله به	(۴۷) جو چغلی کو پھیلاتا ہے خدا اُسکی رسوائی عام کر دیتا ہے؛

(۴۸) ومن یصابر یضعف اللہ لہ	(۴۸) جو صبر کرتا ہے خدا اُسے بڑھاتا ہے ؛
(۴۹) ومن یعصی اللہ یعذبہ اللہ۔	(۴۹) جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے، خدا اُسی عذاب دیتا ہے ؛
(۵۰) ثُمَّ استغفر ثلٰثا	(۵۰) پھر تین دفعہ استغفار پڑھ کر . . . .

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ کو ختم فرمایا[1]۔

ذوالبجادین کی وفات ایام قیام تبوک میں ذوالبجادین کا انتقال ہُوا۔ اس مخلص کے ذکر سے واضح ہوتا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفلس و مخلص صحابہ پر کس قدر مزید لطف و عنایت فرمایا کرتے تھے۔

اِن کا نام عبداللہ تھا۔ ابھی بچہ ہی تھے۔ کہ باپ مر گیا۔ چچا نے پرورش کی تھی۔ جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ، بکریاں، غلام دیکر اُنکی حیثیت درست کر دی تھی۔ عبداللہ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا اور دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا۔ لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کر سکا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس گئے۔ تو عبداللہ نے چچا سے جاکر کہا۔

"پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے۔ کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے، اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا جاتا ہے۔ میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا، مجھے اجازت فرمائیے۔ کہ میں مسلمان ہو جاؤں"۔

چچا نے جواب دیا۔ "دیکھ۔ اگر تو محمدؐ کا دین قبول کرنا چاہتا ہے۔ تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لونگا، تیرے بدن پر چادر اور تہ بند تک باقی نہ رہنے دونگا"۔

عبداللہ نے جواب دیا، "چچا صاحب! میں مسلمان ضرور ہوں گا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی قبول کرونگا۔ شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں۔ اب جو آپ کی منشاء ہے کیجئے، اور جو کچھ میرے قبضے میں زر و مال وغیرہ ہے۔ سب سنبھال لیجئے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا پر چھوڑ جانا ہے۔ اسلئے میں ان کے لئے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا"۔

---

[1] بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) فی الدلائل، وحاکم من حدیث عقبہ بن عامر منقول از زاد المعاد جلد ا صفحہ ۶۲ ۴ ؎۔

عبداللہ نے یہ کہکر بدن کے کپڑے تک اُتار دئے۔ اور مادر زاد برہنہ ہوکر ماں کے سامنے گیا۔ ماں دیکھ کر حیران ہوئی۔ کہ کیا ہوا؟ عبداللہ نے کہا میں مومن اور موحد ہوگیا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں۔ ستر پوشی کیلئے کپڑے کی ضرورت ہے مہربانی فرماکر دیدیجئے۔ ماں نے ایک کمبل دیدیا۔ عبداللہ نے کمبل پھاڑا۔ آدھے کا تہ بند بنایا آدھا اوپر لیا۔ اور مدینے کو روانہ ہوگیا۔ علی الصبح مسجد نبوی میں پہنچ گیا۔ اور مسجد سے ٹیکہ لگا کر منتظر بیٹھ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد مبارک میں آئے۔ تو اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو کہا میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔ فقیر و مسافر ہوں۔ عاشق جمال اور طالب ہدایت ہوکر دردر دو تک آپہنچا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا نام عبداللہ ہے۔ اور ذوالبجادین لقب۔ تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو۔ اور مسجد میں رہا کرو۔

عبداللہ اصحاب صفہ[۱] میں شامل ہوگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و نشاطات سے پڑھا کیا کرتا۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رض نے کہا۔ کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے۔ کہ دوسروں کی قرأت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمر! اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو خدا اور رسول کے لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔

---

[۱] صفہ چبوترہ کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے صحن میں ایک چبوترہ تھا۔ جو لوگ گھر بار ترک کر دینا کا زرو مال اسائش و آرام چھوڑ کر تعلیم دین و اسلام کے لئے آیا کرتے تھے۔ وہ اس چبوترہ پر ٹھہرا کرتے تھے۔ اسلئے اہل صفہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ عاشقان صداقت بھوک پیاس کی مصیبت اور گرمی سردی کی تکالیف برداشت کرتے۔ مگر دنیا کی کوئی تکلیف اسلام کی تعلیم۔ قرآن مجید کا درس لینے سے انکی روک نہ بن سکتی تھی۔ انہی میں سے وہ لوگ تیار ہوتے تھے۔ جو مختلف ملکوں میں جاکر اشاعت اسلام کرتے تھے۔ انہی میں سے حضرت ابوہریرہ رض ہیں جو پانچ ہزار احادیث کے راوی اور اسلام کے مبلغ ہیں۔ زیادہ مفصل حال ہماری کتاب سبیل الرشاد یعنی سفرنامہ حجاز میں پڑھنا چاہئے۔

عبداللہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی۔ تو یہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ عرض کی، یارسول اللہ دعا فرمائیے۔ کہ میں بھی راہ خدا میں شہید ہو جاؤں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جاؤ کسی درخت کا چھلکا اُتار لاؤ۔ جب عبداللہ چھلکا لے آئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھلکا اسکے بازو پر باندھ دیا، اور زبان مبارک سے فرمایا "الٰہی میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں، عبداللہ نے کہا، یارسول اللہ میں تو شہادت کا طالب ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب غزا کی نیت سے تم نکلو اور پھر تپ آجائے، اور مر جاؤ۔ تب بھی تم شہید ہی ہو گے،

تبوک پہنچ کر یہی ہُوا کہ تپ چڑھا، اور عالم بقا کو سدھار گئے: بلال بن حارث مزنی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے،

"رات کا وقت تھا، بلال رض کے ہاتھ میں چراغ تھا، ابوبکر رض و عمر رض اس کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی قبر میں اُترے تھے، اور ابوبکر رض و عمر رض سے فرما رہے تھے ادّیا الیٰ اخاکما اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔ آنحضرت صلعم نے قبر پر اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں۔ اور پھر دعا میں فرمایا،

الٰہی آج کی شام تک میں اس سے خوشنود رہا ہوں، تو بھی اس سے راضی ہو جا[1]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کاش۔ اس قبر میں میں دبایا جاتا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مع الخیر مدینہ منورہ پہنچ گئے،

جو منافقین یہ سمجھے ہوئے تھے، کہ اب محمد اور اُس کے دوست قید ہو کر کسی دور دست جزیرہ میں بھیج جائینگے اور صحیح وسالم مدینہ نہ پہنچیں گے۔ وہ اب پشیمان ہوئے، اور اُنہوں نے ساتھ نہ چلنے کے جھوٹ موٹ عذر بنائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معافی دیدی لیکن تین مخلص صحابی بھی تھے، جو اپنی معمولی سستی و کاہلی کی وجہ سے ہمرکاب جانے سے رہ گئے تھے؛ ان کو اپنی صداقت کی وجہ سے ایک امتحان بھی دینا پڑا،

[1] مدارج النبوۃ صفحہ ۴۲۲ جلد دوم

اِن میں سے ایک بزرگ صحابی نے اپنے متعلق جو کچھ اپنی زبان سے بیان کیا ہے، میں اسی کو اس جگہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں،

یہ بزرگوار کعب بن مالک انصاری ہیں۔ اور اُن ۷۳ سابقین میں سے ہیں جو عقبہ کی بیعت ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے، اور شعراء خاص میں سے تھے،

کعب بن مالکؓ کا امتحان سخت طریق سے

کعبؓ کا بیان ہے۔ کہ اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا۔ ابتلاء محض تھا۔ نہ ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا جملہ سامان مرتب تھا، عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں۔ میری مالی حالت ایسی اچھی تھی۔ کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس سفر کیلئے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید کئے تھے، حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس دو اونٹ کبھی ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے۔ اور مجھے ذرا تردد نہ تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا، کہ جس روز کوچ ہوگا، میں چل پڑونگا۔ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا، مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا۔ میں نے کہا، خیر میں کل جا ملوں گا۔ دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گزر گئے۔ اب لشکر اتنی دور نکل گیا کہ اُس سے مل سکنا مشکل ہوگیا، مجھے نہایت صدمہ تھا، کہ یہ کیا ہوا۔

میں ایک روز گھر سے نکلا، مجھے اُن منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے یا جو معذور تھے۔ اور کوئی بھی راستے میں نہ ملا، یہ دیکھ کر میرے تن بدن کو رنج و غم کی آگ لگ گئی، یہ دن میرے اسی طرح گزر گئے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس بھی تشریف لے آئے اب میں حیران تھا، کہ کیا کروں، اور کیا کہوں، اور کیونکر خدا کے رسولؐ کے عتاب سے بچاؤ کروں لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتلائے۔ مگر میں نے یہی فیصلہ کیا، کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے، آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا، تبسم خشم آمیز تھا، میرے تو ہوش اُسی وقت جاتے رہے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کعب تم کیوں رکے رہے؟ کیا تمہارے پاس کوئی سامان

ایک مخلص کا سخت ترین امتحان

مہیّا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میرے پاس تو سب کچھ تھا۔ میرے نفس نے
مجھے غافل بنایا، کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا۔ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ اور مجھے حرمان و خذلان
کی گرداب میں ڈال دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اپنے گھر ٹھہرو، اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔
بعض لوگوں نے کہا۔ دیکھو، اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے، تو ایسا نہ ہوتا۔ میں نے کہا:
وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھل جاتا۔ اور پھر میں کہیں کا بھی نہ رہتا۔ معاملہ کسی دنیادار سے نہیں،
بلکہ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ ہے۔" میں نے دریافت کیا، کہ "جو حکم میرے لئے ہوا ہے،
کسی اور کے لئے بھی ہوا ہے؟" لوگوں نے کہا۔ ہاں، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی
بھی یہی حالت ہے۔" یہ سن کر مجھے ذرا تسلی ہوئی، کہ دو مرد صالح اور بھی میری جیسی حالت میں ہیں
پھر رسول خداؐ نے حکم دیا۔ کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے، اور نہ
ہمارے پاس آ کر بیٹھے۔ اب زندگی اور دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی۔ ان دنوں میں
ہلال اور مرارہ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے، کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے لیکن میں جوان اور
دلیر تھا۔ گھر سے نکلتا، مسجد نبویؐ میں جاتا، نماز پڑھ کر مجلس مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم محبت بھری نگاہ اور گوشہ چشم سے مجھے دیکھا کرتے۔ میری شکستگی
کا ملاحظہ فرمایا کرتے، اور جب میں حضورؐ کی جانب آنکھ اٹھاتا تو حضورؐ اعراض فرماتے۔
مسلمانوں کا یہ حال تھا، کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا، نہ کوئی میرے سلام کا جواب
دیتا۔ ایک روز میں نہایت رنج و الم میں مدینہ سے باہر نکلا۔ ابو قتادہ میرا چچیرا بھائی تھا۔ اور
ہم دونوں میں نہایت محبت تھی، سامنے اس کا باغ تھا، وہ باغ میں کچھ عمارت بنوا رہا تھا، میں
اس کے پاس چلا گیا۔ اسے سلام کیا، تو اس نے جواب تک نہ دیا، اور منہ پھیر کے کھڑا ہو گیا،
میں نے کہا۔" ابو قتادہ! تم خوب جانتے ہو کہ میں خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں
اور نفاق و شرک کا میرے دل پر اثر نہیں۔ پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے؟" ابو قتادہ
نے اب بھی جواب نہ دیا۔ جب میں نے تین بار اسی بات کو دہرایا، تو چچیرے بھائی نے صرف اس قدر

جواب دیا، کہ "اللہ اور رسول ہی کو خوب معلوم ہے"۔ مجھے بہت ہی رقت ہوئی، اور میں خوب ہی رویا، میں شہر میں لوٹ کر آیا، تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ یہ مدینہ میں مجھی تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے بتلا دیا کہ وہ یہی شخص ہے۔ اسکے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا خط میں لکھا تھا "ہم نے سُنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ تمکو اپنے سامنے سے نکالدیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تم پر جور و جفا کر رہے ہیں۔ ہمکو تمہارے درجہ و منزلت کا حال بخوبی معلوم ہے۔ اور تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے، یا تمہاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے، اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ۔ اور آکر دیکھو، کہ میں تمہارا اعزاز و اکرام کیا کچھ کر سکتا ہوں"۔

خط پڑھتے ہی میں نے کہا، کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر پڑی، اس سے بڑھ کے مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے، اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے۔ اس خیال سے میرا رنج و اندوہ چند در چند بڑھ گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی میں نے آگ میں ڈالدیا۔ اور کہدیا۔ "جاؤ۔ کہدینا کہ آپ کی عنایت و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر و خوشتر ہے"۔

میں گھر پہنچا، تو دیکھا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے۔ اس نے کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ "تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہا کرو"۔ میں نے پوچھا کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟ کہا، نہیں، صرف علیحدہ رہنے کو فرمایا ہے۔ یہ سنکر میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیجدیا، مجھے معلوم ہوا۔ کہ ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہی حکم پہنچا تھا۔

ہلال کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہلال کمزور و ضعیف ہے۔ اور اسکی خدمت کے لئے کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر اذن ہو تو میں اسکی خدمت کرتی رہوں"۔ فرمایا "ہاں اُس کی بستر سے دُور رہو"۔ عورت نے کہا "یا رسول اللہ! ہلال کا غم و رنج سے ایسا حال ہے کہ اُسے تو اور کوئی بھی خیال نہیں رہا"۔

شخص نے بادشاہ غسان کو کیا جواب دیا۔

اب مجھے لوگوں نے کہا۔ کہ تم بھی اتنی اجازت لیلو۔ کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج تو کردیا کرے۔ مَیں نے کہا۔"میں تو ایسی جرأت نہیں کرنے کا، کیا خبر حضور اجازت دیں یا نہ دیں۔ اور مَیں تو جوان ہوں۔ اپنا کام خود کرسکتا ہوں۔ مجھے خدمت کی ضرورت نہیں"۔

الغرض اسی طرح مصیبت کے پچاس دن[1] گذر گئے۔ ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا، کہ کوہ سلع[2] پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا ابوبکر صدیقؓ نے آواز دی "کعبؓ کو مبارک ہو۔ کہ اُسکی توبہ قبول ہوگئی"! یہ آواز سُنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے۔ اور مبارکباد کہنے لگے۔ کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی۔ مَیں نے یہ سُنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھدیا۔ اور سجدہ شکرانہ ادا کیا، اور پھر دوڑا دوڑا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارکباد دی، اور انصار خاموش رہے۔ مَیں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ اس وقت چہرہ مبارک خوشی و مسرت سے ماہ چہاردہ کی طرح تابان و درخشان ہو رہا تھا۔ اور عادت مبارک تھی

---

[1] سفر تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غالباً ۵۰ دن ہی لگے تھے۔ اسلئے پیچھے رہ جانے والوں کو اتنے دن ہی مسلمانوں اور عیال سے قریباً تنہائی میں کاٹنے پڑے۔

[2] سلع کا ذکر بخاری کی اس حدیث میں آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلع کی پہاڑی مدینے کے اندر ہے۔ اور کعب بن مالک صحابی کا گھر اسکے پاس تھا۔ اور طبری نے جنگ خندق کے بیان میں بروایت ابن اسحٰق یہ روایت لکھی ہے:۔

وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون حتی جعلوا ظهورهم الی سلع فی ثلاثة آلاف من المسلمین فضرب هنالك عسكره والخندق بینه وبین القوم۔ اس سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں جب مسلمانوں نے مدینہ میں محصور ہوکر دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا اس وقت اسلامی لشکر سلع کے قریب اُترا تھا اور اس وقت مسلمانوں کا رخ خندق کیطرف اور پشت سلع کی طرف تھی؛ حسانؓ بن ثابت کا جنگ خندق کی نسبت شعر ہے جسمیں عمرو بن عبدود کے مرنے کا ذکر ہے:۔ امسی الفتی عمرو بن عبد ثاویا۔ بجنوب سلع ثارة لم ینظر۔ کعب بن مالک نے جنگ خندق پر جو قصیدہ لکھا ہے اسکا ایک شعر ہے:۔ الا ابلغ قریشا ان سلعا۔ وما بین العریض الی الصماد۔ اب ان ہر دو روایات کے ساتھ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲ درس ۱۱ کو دیکھیں جس میں سلع کے باشندوں کا بیان ہے جس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ انبیاء کی کتابوں میں مدینہ کا نام سلع ہے۔

بارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھے فرمایا۔ "کعب۔ مبارک ہو!
کے لئے! جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کوئی دن ایسا مبارک
ں گذرا ہو۔ تمہاری توبہ کو رب العالمین نے قبول فرما لیا ہے"!

ں کیا۔ "یا رسول اللہ! اس قبولیت کے شکرانے میں میں اپنا کل مال راہ خدا
۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں"، میں نے عرض کیا "نصف"۔ فرمایا،
ں کیا "ثلث"۔ فرمایا "ہاں ثلث خوب ہے۔ اور ثلث بہت بھی ہے"۔

ہ اس فتنہ و شر کا جو دشمنوں نے برسوں سے اٹھا رکھا تھا۔ اور جس نے عرب کے تمام
ہر آلود ہوا سے آلودہ کر رکھا تھا، خاتمہ ہو گیا۔ ان سب لڑائیوں کے دوران
لی بے نظیر فیاضی اور لاثانی رحمدلی کا ظہور اس کثرت و وفور سے ہوا کہ
عانہ اور مہذب اصول یہیں سے معلوم کئے۔

ے تھی جن میں اللہ کا برگزیدہ رسول و نبی اور مسلمان اضطراراً تقریباً سات
میں شریک ہوتے رہے۔

ب میں نہیں دیکھیں گے۔ کہ مسلمانوں نے ابتدا کی ہو۔ یہ تمام جنگ صرف
ں کو روکنے، اور اُن کی شر سے بچنے کیلئے کئے گئے تھے۔ نبوت کے
نص بھی اسلئے قتل نہیں ہوا کہ وہ بت پرست یا پارسی یا عیسائی یا یہودی تھا۔
س مطلب کو اللہ تعالیٰ نے بخوبی واضح فرما دیا تھا، کہ دنیا میں مذہب و اعتقاد
رہا ہے۔ اور ہمیشہ تک رہیگا۔ اسلئے مذہب کیلئے کسی شخص پر
سندرجہ ذیل آیات اس مطلب کیلئے صاف ہیں:-

۔۔۔ین قد تبین ۔۔۔ ○ سورہ بقرہ رکوع ۳۴	دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں۔ ہدایت اور گمراہی اچھی طرح ظاہر ہو گئی ہے۔
۔۔۔کلا من من فی الارض	اگر تیرا پروردگار چاہتا، تو زمین پر سب کے سب

كُلُّهُمْ جَمِيعًا۔ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ
حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (سورہ یونس)

(۳) وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ
أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ
مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ
وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ (سورہ ہود۔ رکوع ۱۰)

(۴) إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ۔
(سورہ قصص رکوع ۶)

(۵) نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ
عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ
يَخَافُ وَعِيدِ (سورہ قٓ رکوع ۳)

(۶) فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ
عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (سورہ غاشیہ پ عم)

باشندے ایمان لے آتے۔ کیا تو ان لوگوں پر
جبر کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک
ہی اُمت بنا دیتا۔ اور وہ تو ہمیشہ اختلاف کرتے
رہیں گے (بجز اُن کے جن پر تیرے ربنے رحم کیا
ہے) اور انکو اسی لئے پیدا کیا ہے۔

تو اُسے ہدایت نہیں دے سکتا، جس سے
محبت کرتا ہے مگر خدا جسے چاہتا ہے
ہدایت دیتا ہے۔

جو کچھ باتیں یہ لوگ کرتے ہیں، ہم جانتے ہیں
اور تُو انپر جبر نہیں کر سکتا۔ ہاں قرآن کا وعظ کر۔
پھر جو کوئی عذاب الٰہی سے ڈرتا ہے، وہ ڈرے۔

وعظ کرتا رہ۔ کیونکہ تو وعظ کرنے والا ہی ہے
اور ان پر کروڑہ نہیں ہے ❊

اسیرانِ جنگ

جنگ کا ذکر ختم کرنے سے پیشتر مناسب ہے کہ اُس برتاؤ کا ذکر کر دیا جائے۔ جو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسیرانِ جنگ کے ساتھ فرماتے تھے۔

اسلام سے پیشتر دنیا میں جتنی قومیں اور سلطنتیں تھیں۔ وہ اسیران جنگ کے ساتھ
ایسے وحشیانہ سلوک کرتی تھیں، جسے سُنکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل قیدیوں کے ساتھ صرف وہی طرح پر تھا۔

(الف) فدیہ لے کر آزاد کرنا۔

(ب) بلا کسی فدیہ کے آزاد کر دینا۔

مسلمانوں کو سب سے پہلے جنگ بدر میں قیدی ہاتھ لگے تھے۔ یہ اہل مکہ تھے۔ ان سے بڑھکر دشمن مسلمانوں کا کوئی نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس معاملہ کو صحابہ کے مشورہ میں پیش کیا۔ صحابہ میں ایک جانب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جنکی رائے یہ تھی کہ قیدیوں سے جرمانہ لیلیا جائے۔ اور انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس رائے کی تائید میں انہوں نے دو دلائل پیش کئے تھے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے

(۱) زرجرمانہ سے ہم اپنے ساز و سامان کی درستی کرلیں گے۔

(۲) آزادی پانے کے بعد ممکن ہے کہ ان قیدیوں میں سے خدا کسی کو اسلام کی ہدایت فرمادے۔

دوسری جانب عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی رائے تھی۔ کہ قیدیوں کو قتل کیا جائے وہ اپنی رائے کی تائید میں کہتے تھے:-

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے

(الف) یہ لوگ کفر کے امام اور شرک کے پیشوا ہیں۔ انکی گردنیں اڑانی چاہئیں۔

(ب) خدا نے ہمکو انپر غلبہ دیا ہے۔ اسلئے مسلمانوں کا قصاص لینا چاہیئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا۔ جو قیدی زرجرمانہ ادا نہ کرسکتے تھے اُن کیلئے تجویز فرمایا کہ وہ اولاد انصار کو لکھنا سکھلادیں (یا کوئی اور ہنر سکھلادیں)

بعض لوگ ابتک یہ سمجھتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ وہ حدیث کے اگلے حصہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ حدیث میں یہ ہے کہ اگلے روز عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گریہ کرتے دیکھا تھا۔ لیکن علماء کا ایک گروہ اس استدلال کے بعد بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دیتا ہے، بوجوہ ذیل:-

(۱) قرآن مجید میں بھی رائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بابت پہلے سے حکم موجود تھا۔

(۲) اس رائے میں رحمت ملحوظ ہے جو سب چیزوں سے وسیع تر ہے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام سے اور عمر رضی اللہ عنہ کو

نوحؑ و موسٰیؑ سے تشبیہہ دی ہے۔

(۴) ابوبکرؓ کی رائے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے موافق تھی۔

(۵) بالآخر رب العالمین نے بھی اسی رائے کو برقرار رکھا۔

(۶) ابوبکرؓ کا خیال صحیح ہوا کہ اسیران جنگ میں سے بہت لوگ بعد میں از خود مسلمان بھی ہوئے۔ اور سر دست زرِ جرمانہ (تاوان جنگ) سے مسلمانوں نے اپنی حالت کو درست بھی کر لیا۔

(ا) الغرض جنگ بدر کے ۷۲ قیدیوں میں سے ۷۰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جرمانہ لیکر آزاد فرما دیا تھا۔ ان قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بہت سے قیدیوں کے بیانات موجود ہیں جنہوں نے اقرار کیا ہے کہ اہل مدینہ بچوں سے بڑھکر انکی آسائش کا اہتمام کرتے تھے۔ صرف دو قیدی (عقبہ بن ابی معیط و نضر بن حارث) قتل کرائے گئے تھے۔ یہ سزا اُن کے سابق جرائم کا نتیجہ تھی۔ جس نے انہیں واجب القتل ٹھہرا دیا تھا۔

(ب) جنگ بدر کے بعد غزوہ بنو المصطلق میں سو سے زیادہ زن و مرد قید ہوئے تھے وہ سب بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دیئے گئے تھے۔ اور ان میں سے ایک عورت جویریہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین ہونے کا درجہ عطا فرمایا تھا۔

(ج) حدیبیہ کے میدان میں کوہ تنعیم کے ۸۰ حملہ آور قید ہوئے تھے۔ ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی شرط اور بلا کسی جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا۔

(د) جنگ حنین میں چھ ہزار زن و مرد کو بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا بعض اسیروں کی آزادی کا معاوضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اسیر کنندگاں کو ادا کیا تھا۔ اور پھر اکثر اسیروں کو خلعت و انعام دیکر رخصت فرمایا تھا۔

ان جملہ نظائر سے ثابت ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حملہ آور دشمنوں پر قابو اور غلبہ پا لینے کے بعد کس قدر الطاف فرمایا کرتے تھے!

کتب احادیث میں ایک واقعہ قیدیوں سے قیدیوں کے تبادلہ کا بھی ملتا ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاک تعلیم ہی کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اگرچہ عراق و شام۔ مصر و عرب۔ ایران و خراسان کے سینکڑوں شہر فتح کیے گئے۔ مگر کسی جگہ بھی حملہ آوروں، جنگ آزماؤں یا رعایا میں سے کسی کو لونڈی۔ غلام بنانے کا ذکر نہیں ملتا۔ مغلوب دشمن سے تاوان جنگ لینے کا بھی کہیں اندراج نظر نہیں آتا۔
اگرچہ مسلمانوں کے لیے یہ جنگ سخت آزمائش تھے۔ لیکن رب العالمین کی اس میں بھی شائد یہ حکمت ہو، کہ اسلام دنیا کے لئے جنگ کا بھی وہ نمونہ پیش کر دے جو ہمدردی انسانی اور رحم و الطاف سے لبریز ہو۔

مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے لئے سفیر و فرامین کا بھیجا جانا۔ بعض کا مسلمان ہو جانا۔ بعض کا اظہار ادب کرنا، بعض کا گستاخی سے پیش آنا۔ اور اس کا انجام۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جو ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت میں موجود نہیں، انمیں سے ایک نمایاں تر خصوصیت یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو کل دنیا کا مذہب واحد کہکر پیش کیا ہے۔
اور اسی لئے نبوت کے اُس ابتدائی زمانہ ہی سے جب کہ شہر مکہ کے رہنے والے بھی اسلام سے بخوبی واقف نہ ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے دیگر اقوام اور دیگر ادیان کے لوگوں میں بھی تبلیغ کرنا شروع کر دیا تھا۔ بلال حبشی۔ صہیب رومی۔ سلمان پارسی۔ عداس نینوائی وہ

بزرگوار ہیں، جو حبش ـ یونان ـ ایران اور وسط ایشیا کی طرف سے ثمر اولین بن کر اسلام میں داخل ہوئے تھے؛

قرآن مجید کی آیات اس بارے میں بہت صاف ہیں؛

(۱) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سورہ سبا؛ ع ۳)

ہم نے تجھے تمام انسانوں کیلئے بشارت پہنچانے والا ڈر سنانے والا ـ بنا کر دنیا میں رسول بنایا ہے؛

(۲) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (سورہ صف ع ۱ ـ نیز سورہ فتح ع ۴)

(۲) خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلائل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے؛

(۳) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ـ (سورہ انبیاء ع ۷)

(۳) ہم نے تجھے تمام اہل عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے؛

(۴) قل یا ایھا الناس انی رسول اللّٰہ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (سورہ اعراف ـ ع ۲۰)

(۴) ان سے کہدو ـ کہ اے انسانی نسل کے بچو میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں؛

ان آیات مبارکہ کے ارشاد کی تبعیت ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کے مراسلات مختلف قوموں اور مختلف مذہبوں کے سرکردگان کے پاس روانہ فرمائے تھے اور ہر ایک کو لکھ دیا تھا کہ اسلام سے انکار کرنے کا وبال نہ صرف اسلئے پڑیگا، کہ تم نے اپنی ذات کیلئے انکار کر دیا؛ بلکہ تمہارے انکار کی وجہ سے چونکہ تمہاری قوم بھی ہدایت سے رکے گی اسلئے انکی ضلالت و گمراہی کا نکال بھی تم ہی پر پڑیگا؛ کیونکہ اس فرمان میں شخصی حیثیت سے نہیں، بلکہ سرکردۂ قوم ہونے کی وجہ سے تم کو مخاطب کیا گیا ہے؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کی بابت یہ ایسی کارروائی فرمائی ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی سابقہ مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی کہ انکے بانیان مذہب نے بھی ایسا ہی کیا ہو؛

چونکہ ہم ہر ایک سچے مذہب کے ہادی کی دل سے عزت و عظمت کرتے ہیں، اسلئے انکی خوشی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ وہ مقدس بزرگوار اپنے مذہب کو خود بھی اسی قوم سے مخصوص سمجھتے تھے جس کے لئے وہ بھیجے گئے تھے[1]

اب اگر انکے متبعین ان کے مسلک سے تجاوز کرتے ہیں، تو یہ انکا اپنا فعل ہے جو مذہبی حیثیت سے سند نہیں بنسکتا۔

سنہ ۷ ہجری مقدس کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ فرمائے۔ جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا، وہ وہاں کی زبان جانتا تھا، تاکہ تبلیغ بخوبی کر سکے[2]

اب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مہر نہ بنائی تھی، جب شاہان عالم کو خطوط لکھے گئے، تو انپر مہر کرنے کیلئے خاتم تیار کیگئی۔ یہ چاندی کی تھی، تین سطور میں اس طرح پر یہ عبارت کندہ تھی[3]

الله
رسول
محمد

ان خطوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو خط عیسائی پادشاہوں کے نام تھے۔ ان میں خصوصیت سے یہ آیت مبارکہ بھی تھی۔

یا اهل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون الله

(آل عمران رکوع ۷)

اے اہل کتاب آؤ ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہماری تمہاری (دین) میں مساوی ہے، یعنی خدا کے سوا کسی دوسری کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا کے سوا خدائی کا درجہ ہم اپنے جیسے انسانوں کیلئے تجویز نہ کریں۔

---

[1] مقدس مسیح فرماتے ہیں "میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں"۔
[2] خصائص الکبریٰ جلد دوم، بروایت ابن ابی شیبہ، صفحہ ا۔
[3] بخاری عن انس بن مالک۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ انگشتری ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں پہنتے رہے، حضرت عثمانؓ سے آخر عہد خلافت میں یہ انگشتری مدینہ کے ایک چاہ بیر اریس کے اندر گر گئی تھی۔ بہت تلاش کی گئی نہ ملی۔ بخاری نقش الخاتم۔

اب ہم مختصر طور پر ان سفارتوں کا حال درج کرتے ہیں۔

بادشاہ حبش کے نام اصحم بن ابجر بادشاہ حبش، الملقب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ الضمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لیکر گئے تھے۔ یہ بادشاہ عیسائی تھا، تاریخ طبری سے اس نامہ کی نقل درج کی جاتی ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم ملك الحبشة سلم انت فانی احمد الیك اللہ الملك القدوس السلام المومن المهيمن واشهد ان عیسی ابن مریم روح اللہ وکلمته القاها الی مریم البتول الطیبة الحصینة فحملت به عیسی فخلقه اللہ من روحه و نفخه کما خلق ادم بیده و نفخه وانی ادعوك الی اللہ وحده لا شریك له والموالاة علی طاعته وان تتبعنی وتومن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ۔

وقد بعثت الیك ابن عمی جعفراً ونفراً معه من المسلمین فاذا جاءك

خدا کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔ یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے، تجھے سلامتی ہو، میں پہلے اللہ کی ستایش کرتا ہوں جو ملک۔ قدوس۔ سلام۔ مومن[1] اور مہیمن ہے۔ اور ظاہر کرتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں، جو مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب بھیجا گیا، اور انہیں عیسیٰ کا اس سے حمل ٹھہر گیا، خدا نے عیسےٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا، جیسا کہ آدمؑ کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا تھا، اب میری دعوت یہ ہے، کہ تو خدا پر جو اکیلا اور لاشریک ہے ایمان لے آ، اور ہمیشہ اسی کی فرمانبرداری میں رہا کر، اور میرا اتباع کر، اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر کیونکہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔

میں قبل ازیں اس ملک میں اپنے چچیرے بھائی جعفرؓ کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہوں،

[1] مومن جو خدا کا نام ہے اُس کے معنے ہیں "ایمان عطا کرنے والا"۔

فاقرهم ودع التجبر۔ فانی
ادعوك وجنودك الی الله
فقد بلغت ونصحت فاقبلوا
نصحی؛
والسلام علی من اتبع الهدیٰ

تمہیں آرام ٹھہر الیندل نجاشی۔ تم تکبر چھوڑ دو؛
کیونکہ میں تم کو اور تمہارے دربار کو خدا کی طرف بلاتا
ہوں؛ دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا۔ اور
تمہیں بخوبی سمجھا دیا۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو
سلام اُس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے؛

نجاشی اس فرمان مبارک پر مسلمان ہو گیا؛ اور جواب میں یہ عریضہ تحریر کیا؛ ۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم
الی محمد رسول الله من النجاشی الاصحم
بن ابجر سلام علیك یا نبی الله و
رحمة الله وبرکاته۔ من الله الذی
لا اله الا هو الذی هدانی الی الاسلام
اما بعد فقد بلغنی کتابك یا رسول الله
فی ما ذکرت من امر عیسیٰ فورب
السماء والارض ان عیسیٰ ما یزید
علی ما ذکرت ثفروقا انه کما
قلت۔ وقد عرفنا ما بعثت به
الینا۔ وقد قربنا ابن عمك و
اصحابه فاشهد انك رسول الله
صادقًا مصدقًا؛ وقد بایعتك
وبایعت ابن عمك واسلمت علی
یدیه لله رب العالمین

اللہ رحمن رحیم کے نام سے؛
محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن ابجر
کی طرف سے؛ اے نبی اللہ آپ پر اللہ کی سلامتی
رحمت اور برکتیں ہوں اُسی خدا کی جس کے سوا کوئی معبود
نہیں؛ اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے
اب عرض یہ ہے؛ کہ حضورؐ کا فرمان میرے پاس پہنچا؛
عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ بخدائے
زمین و آسمان؛ وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں؛
انکی حیثیت اُتنی ہی ہے؛ جو آپ نے تحریر فرمائی ہمنے آپکی
تعلیم سیکھ لی ہے؛ اور آپ کا چچیرا بھائی اور مسلمان میرے
پاس آئے ہوئے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ آپ
اللہ کے رسول ہیں سچے ہیں؛ اور راستبازوں
کی سچائی ظاہر کرنیوالے ہیں؛ میں آپ سے بیعت کرتا
ہوں۔ ہمنے آپکے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضور
کی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کر لیا ہے

وقد بعثت الیك بابنی ارھا بن الاصحم بن ابجر فانی لا املك الا نفسی وان شئت ان اتیك فعلت یا رسول اللہ، فانی اشھد ان ما تقول حق،	اور میں حضور کی خدمت میں اپنے فرزند ارھا کو روانہ کرتا ہوں، میں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں، اگر حضور کا منشاء یہ ہوگا کہ میں حاضر خدمت ہو جاؤں تو ضرور حاضر ہونگا کیونکہ میں یقین کرتا ہوں کہ حضور جو فرماتے ہیں، وہی حق ہے
وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یارسول اللہ	اے خدا کے رسول۔ آپ پر سلام۔

(۲) منذر بن ساوی شاہ بحرین تھا، شہنشاہ فارس کا خراج گذار تھا، علاء بن الحضرمی اس کے پاس نامہ مبارک لیکر گئے تھے، یہ مسلمان ہو گیا، اور اسکی رعایا کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہوا، اس نے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا تھا، کہ بعض لوگوں نے تو اسلام کو از حد پسند کیا ہے بعض نے کراہت کا اظہار کیا ہے، بعض نے مخالفت کی ہے، میرے علاقے میں یہودی اور مجوسی بہت ہیں۔ ان کیلئے جو ارشاد ہو، کیا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں تحریر فرمایا تھا،

(۱) من ینصح انما ینصح لنفسہ	جو نصیحت پکڑتا ہے وہ اپنے لئے،
(۲) من اقام علی یھودیۃ او مجوسیۃ فعلیہ الجزیہ،	جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے، وہ جزیہ (خراج رعیتانہ) دیا کرے،

(۳) جیفر و عبد فرزندان جلندی۔ ملک عمان کے نام عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ خط بھیجا گیا،

عمرو کا قول ہے، کہ جب میں عمان پہنچا، تو پہلے عبد کو ملا۔ یہ سردار تھا، اور اپنے بھائی کی نسبت زیادہ نرم و خوش خلق تھا، میں نے اُسے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں اور تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں،

عبد بولا، میرا بھائی، عمر میں مجھ سے بڑا۔ اور ملک کا مالک ہے میں تمہیں اسکی خدمت میں

پہنچادوں گا، مگر یہ تو بتلاؤ، کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟

عمرو بن عاص نے کہا، اکیلے خدا کی طرف، جس کا کوئی شریک نہیں، نیز اس شہادت کی طرف کہ محمدؐ خدا کا بندہ اور رسول ہے؛

عبد نے کہا، عمرو تو سردار قوم کا بیٹا ہے۔ بتلاؤ۔ کہ تیرے باپ نے کیا کیا۔ کیونکہ ہم اسے نمونہ بنا سکتے ہیں؛

عمرو بن عاص نے جواب دیا، وہ مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا۔ کاش وہ ایمان لاتا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راستبازی کا اقرار کرتا؛

میں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا، حتی کہ خدا نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی؛

عبد۔ تم کب سے محمدؐ کے پیرو ہو گئے ہو؛

عمرو بن عاص؛ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا؛

عبد۔ کہاں؛

عمرو بن عاص۔ نجاشی کے دربار میں، اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا؛

عبد۔ وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا؛

عمرو بن عاص۔ اُسے بدستور بادشاہ رہنے دیا۔ اور اُنہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا؛

عبد۔ (تعجب سے) کیا بشپ پادریوں نے بھی؟

عمرو بن عاص۔ ہاں

عبد۔ دیکھو۔ عمرو۔ کیا کہہ رہے ہو، انسان کیلئے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھکر ذلت بخش نہیں؛

عمرو بن عاص؛ میں نے جھوٹ نہیں کہا، اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں؛

عبد؛ ہرقل نے کیا کیا۔ کیا اُسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے؟

عمرو بن عاص؛ ہاں؛

عبد۔ تم کیوں کر ایسا کہہ سکتے ہو؟

سفیرِ اسلام کی دربارِ عمان میں گفتگو

عمرو بن عاص۔ نجاشی ہرقل کو خراج دیا کرتا تھا۔ جب سے مسلمان ہوا۔ کہدیا ہے کہ اب اگر وہ ایک درہم بھی مانگے گا۔ تو نہ دوں گا

ہرقل تک یہ بات پہنچ گئی، ہرقل کے بھائی نباق نے کہا، یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے۔ اور حضورؐ کے دین کو بھی اُسنے چھوڑ دیا ہے۔ ہرقل نے کہا، پھر کیا ہؤا، اس نے اپنے لئے ایک مذہب پسند کرلیا، اور قبول کرلیا، میں کیا کروں ؟، بخدا، اگر اس شہنشاہی کا مجھے خیال نہ ہوتا۔ تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے،

عبد۔ دیکھو، عمرو کیا کہہ رہے ہو،

عمرو بن عاص، قسم ہے خدا کی، سچ کہہ رہا ہوں،

عبد، اچھا، بتلاؤ، وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے،

عمرو بن عاص، وہ اللہ عزّ و جلّ کی طاعت کا حکم دیتے ہیں، اور معصیت الٰہی سے روکتے ہیں، وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں، بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں،

عبد، کیسے اچھے احکام ہیں، جنکی وہ دعوت دیتے ہیں، کاش میرا بھائی میری رائے قبول کرے۔ ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ایمان لائیں،

میں سمجھتا ہوں، کہ اگر میرے بھائی نے اس پیغام کو رد کیا، اور دنیا ہی کا راغب رہا۔ تو وہ اپنے ملک کیلئے بھی سراپا نقصان ثابت ہوگا،

عمرو بن عاص، اگر وہ اسلام قبول کرے گا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کو اس ملک کا بادشاہ تسلیم فرمالیں گے۔ وہ صرف اتنا کرینگے۔ کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کرکے یہاں کے غربا میں تقسیم کرادیا کرینگے،

عبد، یہ تو اچھی بات ہے، مگر صدقہ سے کیا مراد ہے ؟،

عمرو بن عاص۔ نے زکوٰۃ کے مسائل بتلائے۔ جب یہ بتلایا کہ اونٹ میں بھی زکوٰۃ ہے۔ تو عبد بولا۔ کیا وہ ہمارے سوایم مواشی میں سے بھی صدقہ دینے کو کہینگے۔ وہ تو خود ہی درختوں کے

پتوں سے پیٹ بھر لیتا، اور خود ہی پانی جا پیتا ہے،

عمرو بن عاص نے کہا، ہاں، اونٹوں میں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے،

عبد، میں نہیں جانتا کہ میری قوم کے لوگ۔ جو تعداد میں زیادہ ہیں۔ اور دُور دُور تک بکھرے پڑے ہیں، وہ اس حکم کو مان لینگے،

الغرض عمرو بن عاص وہاں چند روز ٹھہرے، عبد روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پہنچا دیا کرتا تھا۔ ایک روز عمرو بن عاص کو پادشاہ نے طلب کیا، چوبداروں نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انہیں پادشاہ کے حضور میں پیش کیا، پادشاہ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو، چوبداروں نے چھوڑ دیا، یہ بیٹھنے لگے، چوبداروں نے پھر ٹوکا۔ انہوں نے پادشاہ کی طرف دیکھا۔ پادشاہ نے کہا بولو۔ تمہارا کیا کام ہے؟،

عمرو بن عاص نے خط دیا، جس پر مُہر ثبت تھی،

جیفر نے مُہر توڑ کر خط کھولا، پڑھا، پھر بھائی کو دیا، اُس نے بھی پڑھا، اور عمرو بن عاص نے دیکھا، کہ بھائی زیادہ نرم دل ہے،

پادشاہ نے پوچھا، کہ قریش کا کیا حال ہے؟

عمرو بن عاص نے کہا، سب نے طوعًا و کرہًا اس کی اطاعت اختیار کر لی ہے،

پادشاہ نے پوچھا، اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں؟

عمرو بن عاص، یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اسلام کو رضا و رغبت سے قبول کیا، سب کچھ چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار کر لیا ہے۔ اور پوری فکر و غور اور عقل و تجربہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانچ کر لی ہے،

پادشاہ نے کہا، اچھا، تم کل پھر ملنا،

عمرو بن عاص دوسرے روز پادشاہ کے بھائی سے پہلے ملا، وہ بولا، کہ اگر ہماری حکومت کو صدمہ نہ پہنچے۔ تو پادشاہ مسلمان ہو جائیگا،

عمرو بن عاص پھر بادشاہ سے ملے،

بادشاہ نے کہا میں نے اس معاملہ میں غور کیا، دیکھو اگر میں ایسے شخص کی اطاعت قبول کرتا ہوں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی، تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤنگا، حالانکہ اگر اسکی فوج اس ملک میں آئے، تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں، کہ نہیں کبھی سابقہ نہ ہوا ہو،

عمرو بن عاص نے کہا، بہتر، میں کل واپس چلا جاؤں گا،

بادشاہ نے کہا۔ نہیں، کل تک ٹھہرو،

دوسرے روز بادشاہ نے انہیں آدمی بھیجکر بلایا، اور دونوں بھائی مسلمان ہوگئے اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا[۱]،

(۴) منذر بن حارث بن ابو شمر۔ دمشق کا حاکم اور شام کا گورنر تھا، شجاع بن وہب الاسدی اسکے پاس بطور سفارت بھیجے گئے تھے، یہ پہلے تو خط مبارک پڑھکر بہت بگڑا، کہا میں خود مدینہ پر حملہ کرونگا، بالآخر سفیر کو باعزاز رخصت کیا، مگر مسلمان نہ ہوا،

(۵) ہوذہ بن علی۔ حاکم یمامہ۔ عیسائی المذہب تھا، سلیط بن عمروؓ نامہ مبارک اس کے پاس لیکے گئے تھے۔ اُس نے کہا، کہ اگر اسلام پر میری آدھی حکومت تسلیم کرلی جائے تو مسلمان ہو جاؤں گا، ہوذہ اس جواب سے تھوڑے دنوں بعد ہلاک ہو گیا،

(۶) جریج بن متی الملقب بہ مقوقس[۲] شاہ اسکندریہ مصر عیسائی المذہب تھا، حاطب بن ابی بلتعہ اس کے پاس سفیر ہو کے گئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کے آخر میں تحریر فرما دیا تھا، کہ اگر تمنے اسلام سے انکار کیا، تو تمام مصریوں (اہل قبط) کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا،

سفیر نے خط پہنچانے کے علاوہ بادشاہ کو ان الفاظ میں خود بھی سمجھایا تھا،

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۲۲، [۲] لفظ مقوقس کی اصلیت میں علماء مصر و یورپ و عرب میں بہت اختلاف ہے غالبًا یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ جریج بن متی کو چند یوروپین مورخین نے (جورج بن مینا) بھی لکھا ہے یہ رومی النسل تھا۔ مگر ہاں غالبًا قبطی تھی ۱۲

صاحب! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے، جو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ (میں تم لوگوں کا بڑا خدا ہوں) کہا کرتا تھا، اور خدا نے اُسے دُنیا اور آخرت کی رسوائی دی۔ جب خدا کا غضب بھڑکا، تو وہ ملک وغیرہ کچھ بھی نہ رہا۔ اسلئے لازم ہے، کہ تم دوسروں کو دیکھو، اور عبرت پکڑو، یہ نہ ہو، کہ دوسرے تم سے عبرت لیا کریں،

پادشاہ نے کہا، ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں، اسے ترک نہیں کرینگے۔ جب تک کہ اس سے بہتر دین کوئی نہ ملے،

حاطب بولا، میں آپکو دین اسلام کی جانب بُلاتا ہوں، جو جملہ دیگر مذاہب سے کفایت کنندہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ہی کو دعوت اسلام فرمائی ہے، قریش نے مخالفت کی ہے، اور یہود نے عداوت، لیکن سب میں سے محبت مؤدت کے ساتھ قریب تر نصاریٰ رہے ہیں، بخدا جس طرح موسیٰ نے عیسےٰ کے لئے بشارت دی۔ اسی طرح عیسٰی نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے قرآن مجید کی دعوت ہم آپکو اسی طرح دیتے ہیں جیسے آپ اہل توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں،

جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا، وہی قوم اسکی امت سمجھی جاتی ہے، اسلئے آپ پر لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں، جس کا عہد آپ کو مل گیا ہے، اور یہ سمجھ لیں کہ ہم آپ کو حضرت مسیحؑ کے مذہب ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں،

مقوقس نے کہا، میں نے اس نبی کے بارے میں غور کیا، ہنوز مجھے کوئی رغبت معلوم نہیں ہوئی، اگرچہ وہ کسی مرغوب شے سے نہیں روکتے ہیں، میں جانتا ہوں، کہ نہ وہ ساحر ضرر رساں ہیں نہ کاہنِ کاذب، اور اُن میں تو نبوت ہی کی علامت پائی جاتی ہے۔ بہرحال میں اس معاملے میں مزید غور کرونگا،

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر مہر لگوا کر خزانہ میں رکھوا دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تحائف بھیجے۔ اور جواب خط میں یہ بھی لکھا، کہ یہ تو مجھے معلوم ہے، کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے، مگر میں یہ سمجھتا رہا، کہ وہ رسول ملک شام میں ہونگے،

دلدل، مشہور خچر اسی نے تحفے میں بھیجا تھا۔[۱]

(۷) ہرقل شاہ قسطنطنیہ یاروما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ دحیہ بن خلیفۃ الکلبیؓ اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے۔ ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا شاندار دربار کیا، اور سفیر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت باتیں دریافت کرتا رہا۔

اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کرنا بھی ضروری سمجھا، حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ کا آیا ہوا موجود ہو۔ تو پیش کیا جائے۔

اتفاق سے اُن دنوں ابوسفیان معہ دیگر تاجران مکہ شام آیا ہوا تھا[۲]، اسے بیت المقدس پہنچایا، اور دربار میں پیش کیا گیا، قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا، کہ میں ابوسفیان سے سوال کروں گا۔ اگر یہ کوئی جواب غلط دے تو مجھے بتلا دینا۔

ابوسفیان اُن دنوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا، اس کا اپنا بیان ہے۔ کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا، کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دینگے، تو میں بہت باتیں بناتا، مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ سچ ہی کہنا پڑا۔

سوال و جواب یہ ہیں:۔

قیصر۔ محمد کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟"

ابوسفیان تاجر۔ شریف و عظیم۔

یہ جواب سُن کر ہرقل نے کہا۔ "سچ ہے، نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں تا کہ اُنکی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو۔"

قیصر۔ محمدؐ سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونیکا دعوی کیا ہے؟

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۲۔ [۲] دحیہؓ کا سلسلہ نسب ثور بن کلب تک منتہی ہوتا ہے جو قضاعہ کی بڑی شاخ ہے یہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ اور اور جملہ مشاہد مابعد میں شامل ہوئے ۱۲

[۳] صحیح بخاری عن ابن عباس، کتاب الجہاد صفحہ ۱۰۶۔ وکتاب الشہادات۔

ابوسفیان اور ہرقل کے سوال و جواب

ابوسفیان "تاجر نہیں"

یہ جواب سنکر ہرقل نے کہا "اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے"۔

قیصر "نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا، یا اس کو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟"

ابوسفیان "نہیں"

ہرقل نے اس جواب پر کہا "یہ نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا، وہ خدا پر جھوٹ باندھے"

قیصر "اس کے باپ دادا میں سے کوئی شخص پادشاہ بھی ہوا ہے؟"

ابوسفیان "نہیں"

ہرقل نے اس جواب پر کہا "اگر ایسا ہوتا، تو میں سمجھ لیتا، کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے"

قیصر "محمدؐ کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں، یا سردار اور قوی لوگ؟"

ابوسفیان "مسکین حقیر لوگ"

ہرقل نے اس جواب پر کہا، ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین بیکس لوگ ہی ہوتے رہے ہیں"

قیصر "ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہوتی ہے؟"

ابوسفیان "بڑھ رہی ہے"

ہرقل نے کہا "ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے"

قیصر "کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟"

ابوسفیان "نہیں"

ہرقل نے کہا "لذت ایمان کی یہی تاثیر ہے، کہ جب دل میں بیٹھ جاتی اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے، تب جدا نہیں ہوتی"

قیصر۔ "یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتا ہے؟"

ابوسفیان "نہیں۔ لیکن امسال ہمارا معاہدہ اس سے ہوا ہے۔ دیکھئے کیا انجام ہو"

ابوسفیان کہتا ہے کہ میں صرف اس جواب میں "اتنا فقرہ ایزاد کر سکا تھا۔ مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ کی" اور یوں کہا "بیشک نبی عہد شکن نہیں ہوتے۔ عہد شکنی دُنیادار کیا کرتا ہے نبی دُنیا کے طالب نہیں ہوتے"

قیصر۔ "کبھی اس شخص کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی؟"

ابوسفیان۔ "ہاں"

قیصر۔ "جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟"

ابوسفیان۔ "کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (اُحد میں)"

ہرقل نے کہا "خدا کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے لیکن آخر کار خدا کی مدد اور فتح اُن ہی کو حاصل ہوتی ہے"

قیصر۔ "اس کی تعلیم کیا ہے؟"

ابوسفیان۔ "ایک خدا کی عبادت کرو۔ باپ دادا کے طریق (بُت پرستی) کو چھوڑ دو نماز۔ روزہ۔ سچائی۔ پاک دامنی۔ صلہ رحم کی پابندی اختیار کرو"

ہرقل نے کہا "نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتلائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں سے ہوگا۔ ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دئے ہیں، تو وہ ایک روز اس جگہ کا جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں، (شام و بیت المقدس) ضرور قابض ہو جائیگا۔ کاش! میں اُنکی خدمت میں پہنچ سکتا، اور نبی کے پاؤں دھویا کرتا"

اس کے بعد آنحضرتؐ کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ ارکین دربار اُسے سُنکر بہت چیخے اور چلائے۔ اور ہم کو دربار سے باہر نکال دیا گیا۔ میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آیندہ عظمت کا یقین ہو گیا۔

(۸) خسرو پرویز کسریٰ ایران نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا، زردشتی مذہب رکھتا تھا عبداللہ بن حذافہؓ اس کے پاس نامہ مبارک لے کر گئے تھے، نامہ مبارک کی نقل یہ ہے:-

کسریٰ کو خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ
الی کسریٰ عظیم فارس۔ سلام علیٰ
من اتبع الھدیٰ۔ وامن باللہ و
رسولہ۔ وشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ
لا شریک لہٗ وان محمداً عبدہٗ و
رسولہٗ۔ وادعوک بدعایۃ اللہ
فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ
لانذر من کان حیاً ویحق القول
علی الکافرین۔ فاسلم۔ تسلم۔
فان ابیت فان اثم المجوس
علیک ÷

اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے، محمدؐ رسول اللہ کی طرف
کسریٰ بزرگ فارس کے نام۔ سلام اس پر جو
سیدھے راہ پر چلتا۔ اور خدا اور رسولؐ پر ایمان لاتا
اور یہ شہادت ادا کرتا ہے، کہ خدا کے سوا کوئی عبادت
کے لائق نہیں، اور محمدؐ اُس کا بندہ اور رسولؐ ہے،
میں تجھے خدا کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں، اور
میں خدا کا رسولؐ ہوں، مجھے جملہ نسل آدم کی طرف
بھیجا گیا ہے، تا کہ جو کوئی زندہ ہے، اُسے عذاب الٰہی کا
ڈر سنا دیا جائے۔ اور جو منکر ہیں، اُن پر خدا کا قول
پورا ہو تو مسلمان ہو جا۔ سلامت رہیگا۔ ورنہ تمام
قوم مجوس کا گناہ تیرے ذمے ہوگا،

خسرو نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصہ سے چاک کر ڈالا، اور زبان سے کہا، میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے۔ اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔"

اس کے بعد خسرو نے باذان کو جو یمن میں اس کا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا اور عرب کا تمام ملک اُسی کے زیر اقتدار، یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا، یہ حکم بھیجا، کہ اس شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔

گورنر یمن کا فوجی دستہ

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا، فوجی افسر کا نام خرخسرو تھا، ایک ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا، جس کا نام بانویہ تھا، بانویہ کو یہ ہدایت کی تھی، کہ آنحضرتؐ کے حالات پر گہری نظر ڈالے اور آنحضرتؐ کو کسریٰ کے پاس پہنچا دے۔ لیکن اگر آپ ساتھ جانے سے انکار کریں، تو واپس آ کر رپورٹ

جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا، تو اہلِ طائف نے بڑی خوشیاں منائیں۔ کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ضرور تباہ ہو جائیگا؛ کیونکہ شہنشاہ کسریٰ نے اُسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم دیدیا ہے؛

جب یہ افسر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو نبیؐ نے فرمایا؛ کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں؛ دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ آج رات تمہارے پادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا ہے، جاؤ، اور تحقیق کرو؛ افسر یہ خبر سُن کر یمن کو لوٹ گئے۔ وہاں وائسرائے کے پاس سرکاری اطلاع آچکی تھی؛ کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔ اور تخت کا مالک "شیرویہ" ہے۔ جو باپ کا قاتل تھا[۵]؛

اب باذان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاداتُ اخلاق اور تعلیمِ ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کی؛ اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ دربار اور ملک کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہو گیا؛

جو سفیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ اُس نے واپس آ کر عرض کیا؛ کہ شاہِ ایران نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا؛ اس وقت نبیؐ نے فرمایا؛ "مزّق ملکہ" اُس نے اپنی (قوم کے) فرمانِ سلطنت کو چاک کر دیا ہے؛

ناظرین اس مختصر اور پُر ہیبت جملہ کو دیکھیں؛ اور سوا تیرہ سو برس کی تاریخِ عالم میں تلاش کریں؛ کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان بھی ملتا ہے، جو اس واقعہ سے پیشتر چار پانچہزار برس سے نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی؛ اور جس کی فتوحات بارہا یونان و روما کو نیچا دکھا چکی تھیں؟ ہرگز نہیں؛

چند والیانِ ملک کا مشرف باسلام ہونا

مناسبت مقام سے اس جگہ اُن والیان و حکمرانانِ ملک کے نام بھی درج کئے جاتے ہیں، جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ منادانِ اسلام سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی؛ اور وہ مسلمان ہو گئے تھے؛

(۱) ثمامہ۔ نجد کا حکمران تھا؛ ۶ھ ہجری میں مسلمان ہوا[۶]

---

[۵] ناظرین نبیؐ کے نامہ مبارک کے الفاظ؛ اسلم۔ تسلم؛ پر مکرر غور کریں؛ اسمیں درج تھا، کہ اگر مسلمان ہو جائیگا تب سلامت رہیگا یہ تہدید نہ تھی، بلکہ اخبار عن الغیب (پیشگوئی) تھا؛ [۶] ثمامہ بن اثال نے مسیلمہ کذاب کے فتنہ میں اسلام کی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے پاس اس بارہ میں فرات بن حبان کو سفیر بنا کر بھیجا تھا؛

(۲) جبلہ۔ عرب کی مشہور وقدیم سلطنت غسان کا حکمران تھا۔ سنہ ہجری میں مسلمان ہوا۔

(۳) فردہ بن عمرو خزاعی۔ علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا۔ جب یہ مسلمان ہوا۔ تو قیصر نے سامنے بلایا۔ اور حکم دیا۔ کہ اسلام چھوڑ دے۔ فروہ نے انکار کیا۔ قیصر نے اسے قید کر دیا۔ اور پھر قتل کرا دیا۔ خدا کے پیارے بندے نے دولت۔ حکومت۔ عزت اور جان سب چیزیں ترک کر دیں۔ مگر اسلام ترک نہ کیا۔

(۴) اکیدر۔ دومۃ الجندل کا حکمران تھا۔ ۹ھ ہجری میں مسلمان ہوا۔

(۵) ذی الکلاع حمیری یمن و طائف کے بعض اضلاع میں اس کی حکومت تھی۔ اور زبردست قبیلہ حمیر کا یہ پادشاہ تھا۔ یہ اپنے آپ کو خدا کہلایا کرتا۔ اور لوگوں سے سجدہ کرایا کرتا تھا۔ اس نے مسلمان ہو جانے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کئے تھے۔ عمر فاروقؓ کے عہد میں سلطنت از خود چھوڑ کر مدینہ منورہ میں آ رہا تھا۔ اور زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام کی اشاعت جس حسن و خوبی کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس کی مختصر کیفیت ان وفود (ڈیپوٹیشنوں) سے اندازہ کی جا سکتی ہے۔ جو وقتاً فوقتاً حضورؐ کی خدمت میں دور دراز سے آیا کرتے تھے۔

ڈیپوٹیشن کا آنا۔ واپس جانا۔ ہر منزل اور راہ پر مختلف قوموں اور قبیلوں سے ملنا اور اسلام کی آواز کا سب لوگوں کے کان تک پہنچانا۔ کیسی خوبی سے انجام پاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدافعانہ جنگ تو جن میں بمجبوری شامل ہونا پڑا۔ ملک کے ایک محدود دائرہ ہی میں تھے۔ لیکن ان ڈیپوٹیشنوں کو دیکھو۔ کہ ملک کے ہر گوشہ اور ہر حصے سے چلے آتے تھے۔

ہدایت اور اسلام ہی وہ چشمے ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹیل میدان میں بہا دیئے تھے، جس کی طرف تمام پیاسے چلے آتے تھے۔

دعوت عام کی دوسری دلیل زبردست ان وفود کا حاضر ہونا ہے، جن قبائل کے وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اُنکے نام یہ ہیں۔ میں نے اُن قبائل کے نام اس فہرست میں شامل نہیں کئے، جن کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا، ملکی اغراض یا ذاتی فوائد کے لئے تھا۔

دوس، صداء، ثقیف، عبدالقیس، بنی حنیفہ، طے، اشعریین، ازد، فروہ جذامی، ہمدان، طارق بن عبداللہ، تجیب، بنی سعد ہذیم، بنو اسد، بہراء، عذرا، خولان، محارب، غسان، بنی الحارث، بنی عیش، غامد، بنی فزارہ، سلامان، نجران، نخع۔

ذیل میں وفود مندرجہ بالا کے مختصر مختصر حال درج کئے جاتے ہیں:۔

وفد دوس طفیل بن عمرو دوسیؓ کے اسلام لانے کا ذکر اس کتاب میں پہلے آ چکا ہے، اسلام کے بعد جب یہ بزرگوار وطن کو جانے لگا، تو اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ، دعا فرمایئے کہ میری قوم بھی میری دعوت پر مسلمان ہو جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی، خدایا طفیل کو تو ایک نشان (آیت) بنا دے۔ طفیل گھر پہنچا، تو بوڑھا باپ ملنے کیلئے آیا، طفیل نے کہا، باوا جان، اب نہ میں تمہارا ہوں، اور نہ آپ میرے ہیں، بوڑھے نے کہا، یہ کیوں، طفیل نے کہا، میں تو محمدؐ کا دین قبول کر کے، اور مسلمان ہو کے آیا ہوں۔ بوڑھے نے کہا، بیٹا، جو تیرا دین ہے، وہی میرا بھی ہے، طفیل نے کہا، خوب، تب آپ اُٹھیئے، غسل فرمایئے، پاک کپڑے پہن کر تشریف لایئے، تاکہ میں اسلام کی تعلیم دوں، پھر طفیل کی عورت آئی، اُس سے بھی اسی طرح بات چیت ہوئی، اور وہ بھی مسلمان ہو گئی، اب طفیل نے اسلام کی منادی شروع کر دی، لیکن لوگ کچھ مسلمان نہ ہوئے۔

طفیل پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا، کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے
چونکہ اسلام زنا کو سختی سے حرام ٹھہراتا ہے، اسلئے لوگ مسلمان نہیں ہوتے، حضورؐ انکے لئے دعا
فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے کہا، اللھم اھد دوسًا۔ اے خدا دوس کو سیدھا
راستہ دکھلا۔ پھر طفیل سے فرمایا، جاؤ،

دعوت اسلام کرنیوالوں کے لئے ضروری ہدایات

لوگوں کو دین خدا کی طرف بلاؤ، اُن سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کرو۔ اِس دفعہ
طفیل کو اچھی کامیابی ہوئی، وہ ۷ھ ہجری میں دوس کے ستر اسی
خاندانوں کو جو مسلمان ہوچکے تھے، ساتھ لے کر مدینہ پہنچا۔ معلوم ہؤا، کہ حضورؐ خیبر گئے ہوئے
ہیں، اسلئے خیبر ہی پہنچکر اُسنے شرف حضوری حاصل کیا۔ اور یہ سب لوگ بھی خیبر ہی میں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی بھی حبش سے
وہاں کے حبشی قبائل کو جو مسلمان ہوچکے تھے، لیکر خیبر ہی جا پہنچے تھے!

حضرت جعفر کا حبش سے وہاں کے نومسلموں کو لیکر، اور حضرت طفیل بن عمرو کا یمن سے
دوس کے نو مسلم خاندانوں کو لیکر خیبر میں پہنچ جانا، گویا یہودیوں کو خدا کی طرف سے یہ بتلا دینا تھا
کہ جس نبی کی تعلیم ایسے دور دراز ملکوں میں لوں کے قلعوں کو ایسی آسانی سے فتح کر رہی ہے
اُسکی مخالفت اپنے اینٹ پتھر کے قلعوں کے بھروسہ کرنا کس قدر بے بنیاد بات ہے۔

وفد صداء

یہ وفد ۸ھ ہجری میں، انسر خدمت نبوی ہؤا تھا، سب سے پہلے اس قوم کا ایک شخص زیاد
بن حارث صدائی حاضر ہؤا، پھر دوبارہ وہی زیاد قوم کے پندرہ سر کردہ لوگوں کو
لیکر آیا، سعد بن عبادہ اُنکی تواضع کیلئے مامور ہوئے۔ انکے واپس جانے کے بعد انکے قبیلہ میں اسلام پھیل گیا
زیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا، کہ ہمارے ہاں صرف ایک کنواں ہے،

پیغمبروں کو اسلام کے سیکھنے کی بہت ضرورت ہے

سرما میں اس کا پانی کافی ہوتا ہے، لیکن گرما میں وہ
خشک ہوجاتا ہے۔ اسلئے تمام قوم متفرق ہوکر یہ موسم پورا کرتی ہے، ہمارا قبیلہ ابھی جدید الاسلام ہے

لہ زاد المعاد جلد اول صفحہ ۴۹۴ ؎

تعلیم و تعلم کی بہت زیادہ ضرورت ہے، دُعا فرمائیے، کہ کنوئیں کا پانی ختم نہ ہوا کرے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سات کنکریاں اُٹھا لاؤ۔ زیاد لے آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر پھر واپس دیدیا، فرمایا، ایک ایک کنکری اُس کنوئیں میں گرا دینا، ہر ایک کنکری پر اللہ۔ اللہ پڑھتے جانا۔ زیاد کا بیان ہے، کہ پھر اس چاہ میں اتنا پانی بڑھ گیا، کہ اُس کے قعر کا پتہ ہی نہ لگا کرتا[1]۔

وفد ثقیف کا حال ثقیف میں سے سب سے پہلا شخص جو تعلیم اسلام حاصل کرنے کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا، عروہ بن مسعود ثقفی تھا، یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ اور صلح حدیبیہ میں کفار مکہ کا وکیل بنکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا، جنگ ہوازن و ثقیف کے بعد جذبہ توفیق الٰہی سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ اور اسلام قبول کیا، عروہ کے گھر میں دس بیویاں تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اُن میں سے چار[2] کو رکھ کر باقی کو

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۱۵۰۔

[2] اس قصہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا، کہ عرب میں کثرت زوجات کا رواج پہلے سے تھا، اور کوئی پابندی نہ تھی۔ کہ ایک مرد اس سے زیادہ بیویاں نہ کرے، اسلام نے اس مطلق العنانی کو روکا۔ لامحدود کو محدود بنایا، اور کثرت کے لئے سب سے آخری تعداد چار مقرر کی، آجکل بہت لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں، کہ اسلام نے چار کو بھی کیوں جائز رکھا ایسا اعتراض کرنے والے زیادہ تر عیسائی ہیں، ہم پوچھتے ہیں، کہ کیا مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کے رواج کثرت زوجات میں کوئی اصلاح کی تھی۔ اگر نہیں کی، تو یہ بھی اسلام کی خصوصیت ہے، کہ اُس نے جملہ مذاہب عالم میں سے اس مسئلہ کے متعلق ایک حد مقرر کی، انجیل متی ۲۵ باب کو شروع سے پڑھ کر دیکھو، جس میں ایک دُلہا کے ساتھ دس کنواریوں کی شادی کا ذکر ہے، جن میں ۵ تو دُلہا کے ساتھ جاتی اور ۵۔ اپنی نادانی سے پیچھے رہ جاتی ہیں، یہ تمثیل کثرت زوجات کی دلیل سمجھی جاتی ہے، قرآن مجید میں دو تین چار تک اجازت دیکر پھر یہ فرمایا گیا ہے: وان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ، اگر یہ اندیشہ ہو، کہ تم اپنی بیویوں کے لئے عدل نہ کرسکو گے۔ تب صرف ایک بیوی کرنا۔ پھر یہ بھی فرمادیا، ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم، تم کبھی اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کرسکو گے۔ اگرچہ تم خود بھی ایسا کرنا چاہو۔ پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا کی تمام مذہبی کتابوں کے پیشتر "صرف ایک بیوی" کے الفاظ کو قانونی اور حکمی طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام کیلئے یہی فخر اور فضل کافی ہے۔ کتاب ہٰذا کے موضوع سے یہ زائد ہے، کہ ایک سے زیادہ بیوی کے جواز پر عقلی و نقلی دلائل کو یہاں بیان کیا جائے لیکن مختصر اس جگہ اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ جب قومی عزت و وقار کا حصر کثرت آبادی پر ہو، تب اُس وقت قومی عزت کیلئے ایک سے زیادہ بیوی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ گو ذاتی آرام ایک سے زیادہ بیوی کرنے میں نہیں رہتا۔ لیکن دنیا کے عقلاء معتقد جانتے ہیں۔ کہ مبارک وے ہیں جو قوم کے لئے اپنے آپکی قربانی کردیتے ہیں۔

طلاق دیدو، چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا؛
جب عروہ رضی اللہ عنہ اسلام سیکھ چکے، تو انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا،
کہ اب مجھے اپنی قوم میں جانے۔ قوم میں اسلام کی منادی کرنے کی اجازت فرمادی جائے؛
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہاری قوم تمہیں قتل کر دیگی، عروہ رضؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ

یورپ اور کثرت طلاق کا رواج

(۱) لفظ طلاق سے بھی یورپین مصنف بہت برہم ہوا کرتے ہیں۔ وہ یہ امر فراموش کر دیتے ہیں، کہ جیٹسن کوڈ میں طلاق کی کامل آزادی عیسائیوں کے لئے بحال رکھی گئی ہے وہ یہ بھی فراموش کر دیتے ہیں۔ کہ آج دنیا میں صرف یوروپ ہی ہے۔ جہاں طلاق بکثرت دی جاتی ہے، اور طلاق منظور کرنے والی عدالتیں جُداگانہ یوروپ ہی میں ہیں۔ اسلام نے تو یہودیوں، عیسائیوں، اور مشرکین عرب کی بے روک ٹوک طلاق پر بہت سی قیود بڑھا دی ہیں، جس سے طلاق کی رسم قریبًا ملیامیٹ ہو گئی؛ (۱) مہر زوجہ طلاق کی روک ہے؛ طلاق شرعی تین ہیں، ہر ایک طلاق ایک حیض کے بعد ہونی چاہئے، یہ تین مہینے کی میعاد بھی طلاق کے لئے روک ہے (۳) آخری طلاق تک خاوند بیوی ایک گھر میں رہیں یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کیلئے ہے؛ (۴) طلاق پر دو گواہ ضروری ہیں، اور یہ بھی اہل غیرت کے لئے جو غیر کے سامنے اپنا پردہ کھولنا نہیں چاہتے۔ طلاق کی روک ہے، (۵) مطلقہ عورت پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی، جبتک کوئی اور اس سے نکاح نہ کرلے، اور پھر اتفاق وقت سے چھوڑدے، یہ سخت دشوار شرط بھی طلاق کے لئے روک ہے (۶) سب سے بڑھ کر ان ابغض الحلال عند الله الطلاق، سب سے زیادہ طلاق کو روکنے والی ہے، اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے "جائز کاموں میں سب سے زیادہ قابل نفرت کام خدا کے نزدیک طلاق ہے؛ (۷) قرآن مجید میں ہے۔ نبی صلعم نے اپنے صحابی زیدؓ سے فرمایا، امسك عليك زوجك واتق الله (الاحزاب ۷، ۳۷۔ آیت) اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے، (اور اُسے طلاق دینے میں، خدا سے ڈر)؛ لیکن سارے قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں کہ کسی کو طلاق دینے کی بات کہا گیا ہو (۸) قرآن مجید نے ظہار کو لغو ٹھہرایا۔ حالانکہ عرب کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق تھی؛ اس سے بھی طلاق کی کمی ہو گئی (۹) قرآن مجید نے ایلاء کی اصلاح کی۔ حالانکہ عرب میں یہ بھی طلاق کے معنی میں ہی مستعمل ہوتا تھا؛ اور اس سے بھی طلاق میں کمی پیدا ہوئی؛
(۱۰) قرآن مجید نے لازم ٹھہرایا ہے، کہ ناچاقی و بدسلوکی کی حالت میں ایک ثالث شخص شوہر کے کنبہ کا۔ ایک شخص ثالث بیوی کے کنبہ کا مقرر کئے جاویں، اور یہ دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سُن کر ان میں اصلاح کرادیں؛ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لئے ہے۔ اگر کسی مذہب نے طلاق کی روک میں اتنی اور ایسی تدابیر کی تعلیم دی ہے تو وہ پیش کرے؛
ان احکام کا عملی نتیجہ دیکھو، کہ مسلمانوں میں طلاق کا استعمال شاذ و نادر کیا جاتا ہے؛ لیکن یوروپ میں جو عام جواز طلاق کے مسئلہ پر متفخر ہے، کوئی شہر کوئی محلہ ایسا نہ ملیگا، جہاں طلاق کی دو چار مثالیں نہ مل سکیں؛ فقط

میری قوم کو مجھ سے اتنی محبت ہے، جتنی کسی عاشق کو اپنے معشوق سے ہوتی ہے، یہ بزرگوار اپنی قوم میں آیا، اور وعظ اسلام شروع کردیا، ایک روز یہ اپنے بالاخانہ میں نماز پڑھ رہے تھے کسی شقی نے تیر چلایا، جس سے یہ شہید ہو گئے،

اگرچہ عُروہ جان بر نہ ہوئے، لیکن جو آواز انہوں نے قوم کے کانوں تک پہنچائی تھی، وہ دلوں پر اثر کئے بغیر نہ رہی، تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا، کہ قوم نے اپنے چند سرکردگاں کو منتخب کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لئے بھیجا، کہ اسلام کی نسبت پوری واقفیت حاصل کریں،

یہ وفد ۹؁ھ ہجری میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا، وفد کا سردار عبدیالیل تھا، جس کے بھائی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ طائف پر سلسلہ نبوت میں گئے تھے، اور اس نے وعظ کے سننے سے انکار کرکے آبادی کے لڑکوں اور اوباشوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تضحیک و تحقیر کیلئے مقرر کردیا تھا، اور جس کے اشارہ سے طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے کیچڑ پھینکا گیا تھا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے آتے ہوئے یہ فرمادیا تھا، کہ میں انکی بربادی کے لئے دعا نہیں کروں گا، کیونکہ اگر یہ خود اسلام نہ لائینگے، تو انکی آئندہ نسلوں کو خدا ایمان عطا کریگا، اب وہی دشمن اسلام خود بخود اسلام کیلئے اپنے دل میں جگہ پاتے اور دلی شوق و روحی طلب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

مغیرہ بن شعبہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ یہ اہل ثقیف میری قوم کے لوگ ہیں۔ کیا میں انہیں اپنے پاس اُتاروں، اور انکی تواضع کروں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا امنعك ان تكرم قومك، میں منع نہیں کرتا، کہ تم اپنی قوم کی عزت کرو، لیکن اُن کو ایسی جگہ اُتارو، جہاں قرآن کی آواز اُنکے کان میں پڑے، الغرض انکے خیمے مسجد کے صحن میں لگائے گئے، جہاں سے یہ قرآن بھی سنتے تھے،

قوم کی عزت کا حکم

اور لوگوں کو نماز پڑھتے بھی دیکھتے! اِس تدبیر سے اُن کے دلوں پر اسلام کی صداقت کا اثر پڑا، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت اسلام کر لی انہوں نے بیعت سے پہلے یہ اجازت چاہی۔ کہ ہم کو ترک نماز کی اجازت دی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا خَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَیْسَ فِیْہِ رُکُوْع "جس مذہب میں نماز نہیں۔ اُس میں کوئی بھی خوبی نہیں" پھر انہوں نے کہا: اچھا ہمیں جہاد کے لئے نہ بلایا جائے اور نہ زکوٰۃ ہم سے لی جائے!" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط قبول فرمالی۔ اور صحابہ سے فرمایا۔ کہ اسلام کے اثر سے یہ خود ہی دونوں کام کرنے لگیں گے[1]!

عبد یالیل نے جو ان کا سردار تھا مختلف اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل مسائل پر بھی گفتگو کی!

زنا کا بیان

زنا حرام ہے | یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) زنا کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ ہماری قوم کے لوگ اکثر وطن سے دور رہتے ہیں۔ اسلئے زنا کے بغیر کچھ چارہ ہی نہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ زنا تو حرام ہے! اور اللہ پاک کا اس کے لئے یہ حکم ہے! "لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَآءَ سَبِیْلًا (بنی اسرائیل۔ ع ۴)" "تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ" یہ تو سخت بیحیائی اور بہت برا طریق ہے!"

سود کا بیان

(۲) یا رسول اللہ، سود کے بارہ میں حضورؐ کیا فرماتے ہیں، یہ تو بالکل ہمارا ہی مال ہوتا ہے

سود کا روپیہ لینا حرام ہے | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اپنا اصل روپیہ واپس لے سکتے ہو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا (بقرہ۔ ع ۳۸)

زار روس اور ایک عالم کا واقعہ

[1] سنن ابوداؤد عن وہب و عثمان بن ابی العاص، باب ما جاء فی خبر الطائف۔ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی مبارک کو دیکھو کہ کس حکمت سے نومسلموں پر شرائع اسلام کی تعمیل کا بار ڈالا کرتے تھے! دعوت اسلام صفحہ ۲۴۷ میں ہے کہ والی وسیبر زار روس مسلمان ہونے کو تیار تھا، اس شرط پر کہ وہ شراب کا پینا ترک نہ کرے گا۔ اس وقت کے عالم نے اس شرط کو قبول نہ کیا، زار نے کو رجو بُت پرستی سے متنفر ہو گیا تھا، مایوس ہو کر عیسائی بن گیا۔ اگر اس عالم کو ہدی محمدؐ سے واقفیت ہوتی۔ تو آج سلطنت روس میں تقریباً سب مسلمان ہوتے!

ترجمہ: "اے ایمان لانے والو خدا سے ڈرو، اور سود میں سے جو لینا رہ گیا ہے، وہ بھی چھوڑ دو۔"

(۳) یا رسول اللہ، خمر (شراب) کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ یہ تو ہمارے ہی ملک کا عرق ہے۔ اور اس کے بغیر تو ہم نہیں رہ سکتے۔

شراب کا استعمال حرام ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شراب کو خدا نے حرام کر دیا ہے۔ دیکھو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (مائدہ ع ۱۲) ترجمہ۔ اے ایمان والو شراب، جوا، انصاب و ازلام، ناپاک و گندے ہیں، شیطان کے کام ہیں۔ ان سے بچا کرو، تاکہ فلاح پاؤ۔"

دوسرے روز اس نے آ کر کہا: "خیر ہم آپ کی سب باتیں مان لیں گے لیکن (رَبَّہ) کو کیا کریں (رَبَّہ مونث ہے لفظ رب کا۔ جس دیوی کے بت کو یہ پوجا کرتے تھے۔ اُسے رَبَّہ کہا کرتے تھے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے گرا دو۔"

وفد کے لوگوں نے کہا: "ہائے ہائے۔ اگر رَبَّہ کو خبر ہو گئی کہ آپ اُسے گرا دینا چاہتے ہیں۔ تو وہ ہم لوگوں کو تباہ ہی کر ڈالے گی۔"

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: "افسوس، ابن عبد یا لیل۔ تم اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ تو صرف پتھر ہی ہے۔" ابن عبد یا لیل نے کھسیانہ ہو کر کہا: "عمر۔ ہم تجھ سے بات کرنے نہیں آئے۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"اُسے گرانے کی ذمہ واری حضور خود لیں۔ کیونکہ ہم تو اُسے کبھی نہیں گرانے کے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "خیر میں گرا دینے والے کو بھی بھیج دوں گا۔"

انہیں سردارانِ عرض کیا: "کہ اس شخص کو آپ ہمارے بعد روانہ کیجئے گا۔ وہ ہمارے ساتھ نہ جائے۔"[۱]

---

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبد یا لیل جو طائف کا حکمران رئیس تھا، ایک ہوشیار شخص تھا۔ وہ اپنے آپ کو جاہل قوم کا نشانہ بننے سے بچانے کے لئے بظاہر اعتراضات و سوالات کرتا تھا تاکہ قوم یہ نہ کہے کہ بحث مباحثہ کے بغیر مسلمان ہو گیا۔ جاہلوں کے سمجھانے کی یہ بھی اچھی تدبیر ہے۔

الغرض یہ لوگ جتنے حاضر ہوئے تھے۔ وہ مسلمان ہو کر وطن کو واپس چلے گئے، اُنہوں نے چلتے وقت کہا، کہ ہمارے لئے کوئی امام مقرر کر دیجئے؛

اِن ہی میں ایک شخص عثمان بن ابوالعاص تھا، جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ وہ قوم سے خفیہ خفیہ قرآن مجید اور احکام شریعت سیکھتا رہا تھا، کبھی رسول اللہ سے، کبھی ابوبکر صدیقؓ سے سیکھ لیا کرتا، آنحضرتؐ نے اُسی کو اُن کا امام مقرر فرما دیا؛

علم میں بڑا۔ عمر میں چھوٹا

وفد نے رستہ میں یہ شورہ کیا، کہ اپنا اسلام چھپا کر پہلے قوم کو مایوس کر دینا چاہیئے؛

جب یہ وطن پہنچ گئے، تو قوم نے پوچھا، کہو، کیا حال ہوا؛

وفد نے کہا، ہمیں ایک سخت خو۔ درشت گو شخص سے سابقہ پڑا، جو ہمیں اَن ہونی باتوں کا حکم دیتا ہے، مثلاً لات و عزّیٰ کو توڑ دینا، تمام سودی روپیہ کو چھوڑ دینا۔ شراب، زنا، کو حرام سمجھنا، قوم نے قسم کھا کر کہا ہم ان باتوں کو کبھی نہیں ماننے کے؛

وفد کی مصلحت

وفد نے کہا، اچھا ہتھیاروں کو درست کرو، اور جنگ کی تیاری کرو، قلعوں کی مرمت کرو۔ دو دن تک ثقیف اسی ارادہ پر جمے رہے، تیسرے روز خود بخود ہی کہنے لگے؛

بھلا محمدؐ کے ساتھ ہم کیونکر لڑ سکیں گے، سارا عرب تو اُس کی اطاعت کر رہا ہے، پھر وفد کے لوگوں سے کہا، جاؤ، جو کچھ بھی وہ کہتا ہے۔ قبول کر لو؛

وفد نے کہا، کہ اب ہم تم کو صحیح صحیح بتلاتے ہیں، ہم نے محمدؐ کو تقویٰ میں اور وفا میں رحم میں اور صدق میں سب ہی سے بڑھکر پایا، ہم۔ تم سب کو اس سفر سے بڑی برکت حاصل ہوئی؛

قوم نے کہا، کہ تم نے ہم سے یہ راز کیوں پوشیدہ رکھا، اور ہمکو ایسے سخت غم و الم میں کیوں ڈالا، وفد نے کہا، ہمارا مدعا یہ تھا، کہ اللہ تعالٰے تمہارے دلوں سے شیطانی غرور نکال دے۔ اس کے بعد وہ لوگ مسلمان ہو گئے؛

چند روز کے بعد وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے اشخاص بآتختی

خالد بن ولیدؓ پہنچ گئے، انہوں نے لات کے گرا دینے کی کارروائی کا آغاز کرنا چاہا، ثقیف کے سب مرد و زن، بوڑھے، بچے اس کام کو دشوار سمجھے ہوئے تھے، پردہ نشین عورتیں بھی یہ تماشا دیکھنے نکل آئی تھیں، مغیرہ بن شعبہ نے اس کے توڑنے کے لئے تبر چلایا۔ مگر اپنے زور میں خود ہی گر پڑے، یہ دیکھ کر ثقیف والے پکار اٹھے، خدا نے مغیرہ کو دھتکار دیا، اور ربہ نے اسے قتل کر ڈالا، اب خوش ہو ہو کر کہنے لگے، تم کچھ ہی کوشش کرو، مگر اسے نہیں گرا سکتے

مغیرہ بن شعبہ نے خفا ہو کر کہا، ثقیف والو، تم بہت ہی بیوقوف ہو، یہ پتھر کا ٹکڑا کر بھی کیا سکتا ہے، لوگو، خدا کی عافیت کو قبول کرو، اور اسی کی بندگی کرو۔

پھر مندر کا دروازہ بند کر کے مغیرہ نے اول اس بت کو توڑا۔ اور پھر مندر کی دیواروں پر چڑھ گیا، اور انہیں گرانا شروع کر دیا، باقی مسلمان بھی دیواروں پر جا چڑھے، اور اس عمارت کا ایک ایک پتھر گرا کر چھوڑا۔

مندر کا پجاری کہنے لگا، کہ مندر کی بنیاد انہیں ضرور غرق کر دیگی، مغیرہ نے یہ سنا تو بنیاد بھی ساری کھود ڈالی، اور اس طرح اس قوم کے دلوں میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی[۱]

وفد عبد القیس کا حال قبیلہ عبد القیس کا وفد خدمت نبوی میں حاضر ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم کس قوم سے ہو، عرض کیا، قوم ربیعہ سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش آمدید۔ فرمایا،

انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ۔ ہمارے اور حضور کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر آباد ہیں، ہم شہر حرام ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ اسلئے صاف واضح طور پر بتا دیا جائے جس پر ہم بھی عمل کرتے رہیں۔ اور قوم کے باقی ماندہ اشخاص بھی۔

فرمایا۔ میں چار چیزوں پر عمل کرنے کا۔ اور چار چیزوں سے بچے رہنے کا حکم دیتا ہوں جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے وہ یہ ہیں:-

---

[۱] زاد المعاد۔ صفحہ ۴۸۵ ج ۲ ربہ دیوی کو کہا کرتے تھے ۱۲۔

(۱) اکیلے خدا پر ایمان لانا، اس سے مراد یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ادا کرنا، (۲) نماز، (۳) زکوٰۃ، (۴) رمضان کے روزے، اور مال غنیمت سے خمس نکالنا

کرنے کے کام

(چار چیزیں جن سے بچنے کا حکم ہے یہ ہیں):-

(۱) دُبّا (تونبا)، (۲) حَنتم (لاکھی برتن)، (۳) نقیر (شراب کے لئے لکڑی کا ایک برتن)، (۴) مزفت (قیر آلودہ برتن)، ان باتوں کو یاد رکھو، اور پچھلوں کو بھی بتلا دو۔

انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ، حضور کو کیا معلوم ہے، کہ نقیر کیا ہوتی ہے، فرمایا جانتا ہوں، کھجور کے درخت میں زخم لگا کر عرق نکالتے، اس میں کھجوریں ڈالا کرتے ہو، اس پر پانی ڈالتے ہو۔ اس میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ جب جوش بیٹھ جاتا ہے، تب پیا کرتے ہو، ممکن ہے، کہ تم سے کوئی (اس نشہ میں) اپنے چچیرے بھائی کو بھی قتل کر ڈالے۔

(عجیب بات یہ کہ اسی وفد میں ایک شخص ایسا بھی تھا، جس نے نقیر کے نشہ میں اپنے چچیرے بھائی کو قتل کر دیا تھا)۔

ان لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہ، ہم کیسے برتن میں پانی پیا کریں، فرمایا، مشکوں میں جن کا منہ باندھ دیا جاتا ہے، انہوں نے کہا، یا رسول اللہ، ہمارے یہاں چوہے بکثرت ہوتے ہیں، اسلئے وہاں چمڑے کی مشکیں سالم نہیں رہ سکتی ہیں، فرمایا، خواہ سالم ہی نہ رہیں۔

اسی وفد کے ساتھ جارود بن العلاء بھی آیا تھا، یہ مسیحی المذہب تھا، اُس نے کہا یا رسول اللہ میں اس وقت بھی ایک مذہب رکھتا ہوں، اگر ہم اسے چھوڑ کر آپ کے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا آپ ہمارے ضامن بن سکتے ہیں، فرمایا، ہاں، میں ضامن بنتا ہوں۔ کیونکہ جس مذہب

(۱) صحیح بخاری عن ابن عباس۔ اس قوم میں شراب بکثرت پی جاتی، بنائی جاتی، ذخیرہ رکھی جاتی تھی، نبی صلعم نے حرمت شراب کا حکم دیتے وقت اُن ظروف کا استعمال بھی منع فرمادیا، جن میں شراب پی جاتی یا رکھی جاتی تھی جب قوم سے شراب کی عادت چھوٹ گئی۔ تب ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت بھی دور کردی گئی تھی۔ اس سے مسلمان بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نبی صلعم کیسی حکمت اور عمدگی سے تعلیم دیا کرتے تھے۔

کی میں دعوت دے رہا ہوں، یہ اس سے بہتر ہے، جس پر تم اب ہو۔
جارود کے ساتھ اور بھی عیسائی مسلمان ہو گئے تھے[۱]۔

وفد بنی حنیفہ۔ بنو حنیفہ کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ثمامہ بن اثال کی کوشش سے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی۔ یہ وفد مدینہ آ کر مسلمان ہوا تھا۔

اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا، وہ مدینہ آ کر لوگوں میں کہنے لگا، کہ اگر محمدؐ صاحب یہ اقرار کریں۔ کہ اُن کا جانشین مجھے بنایا جائیگا۔ تو میں بیعت کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنا، حضورؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، فرمایا، میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا۔

اگر وہ بیعت نہ کریگا، تو خدا اُسے تباہ فرمائیگا۔ اس کا انجام خدا تعالےٰ نے مجھے دکھلا دیا ہے، یعنی میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں، مجھے وہ ناگوار معلوم ہوئے۔ خواب ہی میں وحی سے معلوم ہوا، کہ انہیں پھونک سے اُڑا دو، میں نے پھونک ماری، تو وہ اُڑ گئے، میں خیال کرتا ہوں، کہ ان سے مراد مسیلمہ صاحب یمامہ اور عنسی صاحب صنعا ہے[۲]۔

مسیلمہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعویٰ کیا تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا، اس سے مدعا اس کا غالباً یہ تھا، کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہوں۔

سنہ ۱ ہجری میں مسیلمہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ خط و کتابت بھی ہوئی تھی۔

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۷۸۴ صحیحین بروایت ابن عباس رضؓ [۹] دیکھو صفحہ ۲۳۴
[۲] صحیحین بروایت نافع بن جبیر عن ابن عباس مسیلمہ اور عنسی دو کذاب شخص گذرے ہیں جنہوں نے نبی صلعم کی دیکھا دیکھی نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا۔ خدا نے دونوں کو تباہ کر دیا، کامیابی اور ابدی صداقت کی رفاقت اُسی کی ملی جو خدا کا سچا رسول تھا۔ قرآن مجید میں پیشگوئی موجود ہے هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ خدا نے اپنے رسول کو ہدایتوں اور صداقتوں کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے۔ کہ وہ باقی سب مذہبوں کے اوپر ظہور پائے۔

من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ؛ اما بعد فان لنا نصف الارض ولقریش نصفہا۔ ولکن قریشاً لا ینصفون۔ والسلام علیک۔ ترجمہ: خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمدؐ کے نام! واضح ہو کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی ہے مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ آپ پر سلام ہو" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد النبی الی مسیلمۃ الکذاب۔ اما بعد فان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ کتاب بی بن کعب[۱]

ترجمہ: اللہ کے نام سے۔ جو کمال رحمت اور دائمی رحم والا ہے؛ خدا کے نبی محمدؐ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام! واضح ہو کہ زمین خدا کی ہے؛ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے؛ اور عاقبت خدا ترس لوگوں کے لئے ہے؛ سلام ہو اُس پر جو سیدھے راستہ پر چلتا ہے"!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط حبیبؓ بن زید بن عاصم لیکر گئے تھے؛ کذاب نے اُن کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کٹوا دیئے تھے[۲]!

وفد طے کا بیان قبیلہ طے کا وفد جس کا سردار زید الخیل تھا؛ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ عرب کے جس شخص کی تعریف میرے سامنے ہوئی؛ وہ دیکھنے کے وقت اُس سے کم ہی نکلا۔ ایک زید الخیل اس سے مستثنیٰ ہے پھر اس کا نام زید الخیر رکھ دیا[۳]۔ یہ سب لوگ ضروری گفتگو کے بعد مسلمان ہو گئے تھے!

---

[۱] فتوح البلدان

[۲] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۹۵؛ اس جگہ ناظرین کی اطلاع کے لئے اس قدر درج کر دینا ضروری ہے کہ مسیلمہ پر ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں خالد بن ولیدؓ نے لشکر کشی کی تھی مسیلمہ وحشی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ وحشی وہی ہیں جو حضرت حمزہ کے قاتل ہیں وہ کہا کرتے تھے! کہ اگر کفر میں میں نے ایک عظیم الشان مسلمان کو مارا تھا۔ تو اسلام میں آکر ایک بڑے بھاری کافر کو بھی مارا ہے۔ خدا نے میری گناہ کی تلافی کر دی!

[۳] زاد المعاد صفحہ ۱۹۳؛ زید الخیر شاعر خطیب بہادر و زبان آور تھے۔ ان کے دو بیٹے مکنف و حریث بھی صحابی ہیں!

وفدِ اشعریین کا حال | قبیلہ اشعریہ (جو اہل یمن تھے) کا وفد حاضر ہوا۔ اُن کے آنے پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اہلِ یمن آئے ہیں جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں۔

ایمان یمنیوں کا ہے اور حکمت یمنیوں کی، مسکنت بکریوں والوں میں فخر اور غرور اونٹ والوں میں ہے، جو مشرق کی طرف رہتے ہیں۔

جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے، تو یہ شعر پڑھ رہے تھے:۔

غدا نلاقی الاحبہ محمداً و حزبہ

کل ہم اپنے دوستوں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے ساتھ والوں سے ملیں گے[1]

وفدِ ازد کا حال | یہ وفد سات شخصوں کا تھا، نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو نبی صلعم نے اُنکی وضع قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، پوچھا تم کون ہو؟ اُنھوں نے جواب دیا، ہم مومن ہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا، ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتلاؤ، کہ تمہارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا، کہ ہم پندرہ خصلتیں رکھتے ہیں، پانچ وہ ہیں

ایمان کی حقیقت | جن پر اعتقاد رکھنے کا، اور پانچ وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے بھیجے ہوئے لوگوں نے دیا ہے، پانچ وہ ہیں جن پر ہم پہلے سے پابند ہیں۔

پانچ باتیں جن پر حضور کے مبلّغین نے ایمان لانیکا حکم دیا یہ ہیں:۔ ایمان خدا پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر، اللہ کے رسولوں پر، مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر۔

پانچ باتیں عمل کرنے کی ہم کو یہ بتلائی گئی ہیں:۔

لا الٰہ الا اللہ کہنا، پانچ وقت کی نمازوں کا قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت الحرام کا حج کرنا، جسے راہ کی استطاعت ہو۔

عملی اخلاق

پانچ باتیں جو پہلے سے معلوم ہیں، یہ ہیں:۔ آسودگی کے وقت شکر کرنا، مصیبت کے وقت صبر کرنا، قضائے الٰہی پر رضامند ہونا، امتحان کے مقامات میں راستبازی پر قائم رہنا،

[1] زاد المعاد صفحہ ۱۹۴

اعدا کو شماتت نہ دینا؛ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ جنہوں نے اِن باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم و عالم تھے؛ اور اُنکی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے؛ گویا انبیاء تھے؛ اچھا پانچ چیزیں اور بتا دیتا ہُوں، تاکہ پوری بیس خصلتیں ہو جائیں:۔

(الف) وہ چیز جمع نہ کرو جسے کھانا نہ ہو؛ (ب) وہ مکان و بناؤ جس میں بسنا نہ ہو؛ (ج) ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو، جنہیں کل کو چھوڑ دینا ہو؛ (د) خدا کا تقویٰ رکھو، جسکی طرف لوٹ جانا اور جس کی حضور میں پیش ہونا ہے؛ (ھ) اُن چیزوں کی رغبت رکھو، جو آخرت میں تمہارے کام آئینگی؛ جہاں تُم ہمیشہ رہو گے؛

اِن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر پُورا پُورا عمل کیا؛[1]

فروہؓ بن عمرو الجذامی کی سفارت آنیکا ذکر

عرب کا جنوبا شمالی حصّہ سلطنت قسطنطنیہ کے قبضہ میں تھا اُس سارے علاقہ کا گورنر فروہ بن عمرو تھا؛ اس کا دار الحکومت معان تھا فلسطین کا متصلہ علاقہ بھی اسی کی حکومت میں تھا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نامہ مبارک (دعوت اسلام کا) بھیجا تھا؛ فروہؓ نے اسلام قبول کیا؛ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سفید رنگ کا قیمتی خچر ہدیہ میں بھیجا تھا؛

جب بادشاہ قسطنطنیہ کو اُسکے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ملی؛ تو اُسے حکومت سے واپس بُلا لیا پہلے اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دیتا رہا، جب فروہ نے انکار کیا؛ تو اُسے قید کر دیا گیا؛ آخر یہ رائے ہوئی کہ اُسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے؛ شہر فلسطین میں عفراء نامی تالاب پر اُسے پھانسی دی گئی، جب وہ پھانسی کے نیچے پہنچا، تو اُس نے یہ شعر پڑھے[2]:۔

الا ھل اتی سلمیٰ بان خلیلھا ۔۔۔ علی ماء عفرا فوق احدی الرواحل

علی ناقۃ لم یضرب الفحل امھا ۔۔۔ مشذبۃ اطرافھا بالمناجل

جان دینے سے پیشتر یہ شعر بھی پڑھا:۔

بلغ سراۃ المسلمین باننی ۔۔۔ سلم لربی اعظمی ومقامی

[1] زاد المعاد صفحہ ۲/۱۰۔ [2] از کتاب معرفۃ الصحابہ لابی نعیم المتوفی ۴۳۰ھ؛ ان اشعار میں پھانسی کی پہیلی ہے۔

وفد ہمدان | یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا، ان میں اشاعت اسلام کیلئے خالد بن لیدرضؓ کو بھیجا گیا تھا۔ وہ وہاں دیر تک رہے، اسلام نہ پھیلا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰؓ کو اس قبیلہ میں اشاعت اسلام کیلئے مامور فرمایا، انکے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوگیا،

سیدنا علیؓ کا خط جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا، تو سجدۂ شکرانہ کیا، اور زبان مبارک سے فرمایا، السلام علی همدان۔ (ہمدان کو سلامتی ملے)

یہ وفد اُنہی لوگوں کا تھا جو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر ایمان لاچکے تھے، اور دیدار نبوی سے مشرف ہونے آئے تھے۔ مالک بن نمط نے مندرجہ ذیل اشعار نبی صلعم کے حضور میں نہایت ذوق سے پڑھے تھے:۔

الیك جاوزن سواد الریف ، فی هبوات الصیف والخریف ، معظمات بجبال اللیف[1]

وفد طارق بن عبداللہ | طارق بن عبداللہ کا بیان ہے، کہ میں مکہ کے سوق المجاز میں کھڑا تھا اتنے میں وہاں ایک شخص آیا، جو پکار پکار کر کہتا تھا،

یاایھاالناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو، فلاح پاؤ گے، ایک دوسرا شخص اسکے پیچھے پیچھے آیا، جو کنکریاں اُسے مارتا تھا، اور کہتا تھا،

یاایھاالناس لا تصدقوه فانه کذاب۔ لوگو! اسے سچا نہ سمجھو، یہ تو جھوٹا شخص ہے

میں نے دریافت کیا کہ یہ کون کون ہیں،

لوگوں نے کہا، کہ یہ تو بنی ہاشم میں سے ایک ہے، جو اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھتا ہے اور یہ دوسرا اس کا چچا عبدالعزیٰ ہے (ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا)[2]

طارق کہتا ہے۔ کہ اسکے بعد برسوں گزر گئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جا رہے، اُس وقت ہماری قوم کے چند لوگ جن میں میں بھی تھا مدینہ گئے تاکہ وہاں کی کھجوریں مول لائیں جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہنچ گئے، تو ہم اس لئے ٹھہر گئے۔ کہ سفر کے کپڑے اُتار کر دوسرے

---

[1] زادالمعاد صفحہ ۴۹۳،

[2] اس واقعہ سے اندازہ کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی محنت اور صبر واستقلال سے قوموں کو توحید کی دعوت دی تھی۔ دشمن کہتے ہیں۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔

کپڑے بدل کر شہر میں داخل ہو نگے،

اِتنے میں ایک شخص آیا جس پر دو پُرانی چادریں تھیں، اُس نے سلام کے بعد پوچھا کہ کدھر سے آئے اور کدھر جاؤ گے، ہم نے کہا کہ ربذہ سے آئے ہیں، اور یہیں تک قصد ہے۔ پوچھا، مدعا کیا ہے؟

ہم نے کہا، کہ کھجوریں خریدکرنی ہیں،

ہمارے پاس ایک سُرخ اونٹ تھا، جس کے مہار ڈالی ہُوئی تھی،

اُس شخص نے کہا، یہ اونٹ بیچتے ہو؟ ہم نے کہا، ہاں، اس قدر . . . . . کھجوروں کے بدلے دیدیں گے۔ اُس شخص نے یہ سُن کر قیمت گھٹانے کی بابت کچھ بھی نہیں کہا، اور مہار شُتر سنبھال کر شہر کو چلا گیا، جب شہر کے اندر جا پہنچا۔ تو اب آپس میں لوگ کہنے لگے۔ کہ یہ ہم نے کیا کیا، اونٹ ایسے شخص کو دیدیا، جس سے ہم واقف تک نہیں، اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام ہی نہ کیا،

ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین (سردار قوم کی) عورت بھی تھی، وہ بولی کہ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا کہ چودھویں رات کے چاند کے روشن حصّہ جیسا تھا، اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کروں گی،

ہم یہی باتیں کر رہے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا، کہا، مجھے رسُول اللہ نے بھیجا ہے، اور قیمت شتر کی کھجوریں بھیجی ہیں، (تمہاری ضیافت کی کھجوریں الگ ہیں) کھاؤ۔ پیو۔ اور قیمت کی کھجوروں کو ناپ کر پورا کر لو، جب ہم کھا پی کر سیر ہوئے، تو شہر میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کر رہا ہے، ہم نے مندرجہ ذیل الفاظ آپ کے سُنے،

تصدقوا، فان الصدقۃ خیر لکم	لوگو! خیرات دیا کرو، خیرات کا دینا تمہارے لئے
الید العلیا، خیر من الید السفلٰی	بہتر ہے، اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے
امک وابالک۔ واختک واخاک	ماں کو، باپ کو، بہن کو، بھائی کو، پھر قریبی کو،

وادناك ادناك — اور دوسرے قریبی کو دو۔[1]

دفد تجیب[12]: | قبیلہ تجیب کے تیرہ شخص حاضر ہوئے تھے، یہ اپنے قوم کے مال و مواشی کی زکوٰۃ لے کر آئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اسے واپس لے جاؤ، اور اپنے قبیلہ کے فقراء پر تقسیم کر دو، انہوں نے عرض کی،

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقراء کو دیکر جو بچ رہا ہے۔ ہم وہی لیکر آئے ہیں

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ، ان سے بہتر کوئی وفد اب تک نہیں آیا،

رسول اللہ نے فرمایا، ہدایت خدائے عز و جل کے ہاتھ میں ہے۔ خدا جس کی بہبودی چاہتا ہے۔ اُس کے سینہ کو ایمان کے لئے کھول دیتا ہے،

اِن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتوں کا سوال کیا، آنحضرت نے اُن کو جوابات لکھوا دیئے تھے[2]،

یہ لوگ قرآن اور سُنن ہدیٰ کے سیکھنے میں بہت ہی راغب تھے، اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی تواضع کے لئے خاص طور پر معیّن کر دیا تھا،

یہ لوگ واپسی کی اجازت کیلئے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے، صحابہ نے پوچھا کہ تم یہاں سے جانے کے لئے کیوں گھبراتے ہو،

کہا، دل میں یہ جوش ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کئے۔ نبی اللہ کی گفتار سے جو فیوض ہم نے پائے، جو برکات اور فوائد ہم کو یہاں آ کر حاصل ہوئے۔ اُن سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد پہنچائیں،

آنحضرت نے اُنکو عطیات سے سرفراز کیا، اور رخصت فرمایا، پوچھا کوئی شخص تم میں سے باقی بھی رہا ہے، اُنہوں نے کہا، ہاں، ایک نوجوان لڑکا ہے، جسے اسباب کے پاس ہم نے چھوڑ دیا

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۰، بحوالہ بیہقی عن جامع بن شداد، توحید کا سبق طارق نے مکہ میں، اور اخلاق حسنہ کا سبق مدینہ میں پایا تھا، اور بالآخر اپنی قوم سمیت مسلمان ہو گیا تھا،

[2] جو لوگ سمجھتے ہیں کہ احادیث رسول آنحضرت کے زمانہ میں قلمبند نہیں کی گئیں، وہ اس نکتہ پر زیادہ غور کریں،

تھا۔ فرمایا، اُسے بھی بھیج دینا۔ وہ حاضر ہوا، تو اُس نے کہا؛ یا رسول اللہ۔ حضورؐ نے میری قوم کے لوگوں پر لُطف و رحمت کی ہے؛ مجھ بھی کچھ مرحمت ہو جائے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ تُم کیا چاہتے ہو؛

کہا۔ یا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا مدعا اپنی قوم کے مُدعا سے الگ ہے؛

اگرچہ میں جانتا ہوں، کہ وہ یہاں اسلام کی محبّت سے آئے؛ اور صدقات کا مال بھی لائے تھے؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ تم کیا چاہتے ہو؛

التماس دعا

کہا؛ میں اپنے گھر سے صرف اس لئے آیا تھا۔ کہ حضورؐ میرے لئے دعا فرمائیں۔ کہ خدا مجھے بخش دے؛ مجھ پر رحم کرے؛ اور میرے دل کو غنی بنا دے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے یہی دعا فرما دی؛ ۱۰ھ ہجری کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا، تو اُس قبیلہ کے لوگ پھر حضورؐ سے ملے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا؛ اُس نوجوان کی کیا خبر ہے؟ لوگوں نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ۔ اُس جیسا شخص کبھی دیکھنے ہی میں نہیں آیا، اور اُس جیسا قانع کوئی سنا ہی نہیں گیا، اگر دنیا بھر کی دولت اُسکے سامنے تقسیم ہو رہی ہو، تو وہ نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا؛[1]

وفد بنی سعد ھذیم ۹ھ

یہ قبیلہ ایک شاخ قضاعہ کی تھا؛ جس وقت یہ بستی نبویؐ میں پہنچے؛ تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے ہیں؛

اُنہوں نے آپس میں پہلے کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر ہم کو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہئے؛ اس لئے ایک طرف ہو کر الگ بیٹھے رہے؛ جب آنحضرتؐ اُدھر سے فارغ ہوئے۔ ان کو بُلایا۔ پوچھا۔ کیا تُم مسلمان ہو؛ اُنہوں نے کہا؛ ہاں؛ فرمایا۔ تُم اپنے بھائی کے لئے دعا میں کیوں شامل نہ ہوئے؛

آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہو جاتا ہے

عرض کیا؛ ہم سمجھتے تھے؛ کہ بیعت رسولؐ سے پہلے ہم کوئی کام بھی کرنے کے مجاز نہیں؛ فرمایا؛ جس وقت تم نے اسلام قبول کیا۔ اُسی وقت سے تُم مسلمان ہو گئے ہو؛

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۴۵ جلد اوّل؛ جو لوگ تبلیغ اسلام کی خدمت اپنے ذمہ لیتے ہیں؛ انہیں اس نوجوان کے نمونہ پر عمل کرنا چاہئے؛

اتنے میں وہ لڑکا بھی آپہنچا، جسے یہ لوگ اپنی سواریوں کے پاس بٹھلا آئے تھے، وفد نے کہا۔ یارسول اللہ، یہ ہم سے چھوٹا۔ اور اسی لئے ہمارا خادم ہے، فرمایا، ہاں، اَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ (چھوٹا اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے) خدا اسے برکت دے، اس دعا کی یہ برکت ہوئی۔ کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا قوم میں سب سے اچھا جاننے والا ہوگیا،

جب یہ وفد لوٹ کر وطن گیا، تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا[1]

وفد بنو اسد | یہ دس شخص تھے، جن میں وابصہ بن معبد، اور طلحہ بن خویلد بھی تھے،

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اصحاب کے اندر مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اُنمیں سے ایک نے کہا، یارسول اللہ، ہم شہادت دیتے ہیں، کہ خدا اکیلا ہے، لاشریک ہے، اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں، دیکھئے، یارسول اللہ، ہم از خود حاضر ہوگئے ہیں، اور آپنے تو ہمارے پاس کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا،

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا قُلْ لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (حجرات، ع ۲) ترجمہ۔ یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں، کہ اسلام لے آئے ہیں، کہدو، کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ، بلکہ خدا تم پر اس بات کا احسان جتاتا ہے کہ اُس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی۔ اگر تم اس دعوی میں سچے بھی ہو،

منّت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی

منّت شناس ازو، کہ بخدمت بداشتت

پھر اُن لوگوں نے سوال کیا، کہ جانوروں کی بولیوں اور شگونوں وغیرہ سے فال لینا کیسا ہے۔ رسول اللہ نے ان سب سے انہیں منع فرمایا،

اُنہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ایک بات باقی رہ گئی ہے، یعنی خط کشی (رمل) اسکی بابت کیا ارشاد ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسی ایک نبی نے لوگوں کو سکھلایا تھا، جس کسی کو صحت سے وہ علم مل گیا۔ بیشک وہ تو علم ہے۔

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵ - [2] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵

وفد بہراء | یہ لوگ مدینے میں آئے۔ مقدادؓ کے گھر کے سامنے آکر اونٹ بٹھلائے۔ مقداد نے گھر والوں سے کہا۔ کہ ان کے لئے کچھ تیار کرو، اور خود ان کے پاس گئے، اور خوش آمدید کہکر اپنے گھر پہلے آئے۔ ان کے سامنے حیش رکھا گیا، حیش ایک کھانا ہے۔ جو کھجور اور ستو ملا کر گھی میں تیار کیا جاتا ہے، گھی کے ساتھ کبھی چربی بھی ڈال یا کرتے ہیں؛ اسی کھانے میں سے کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مقداد نے بھیجا، نبیؐ نے کچھ کھا کر وہ برتن واپس فرما دیا، اب مقدادؓ دونوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے وہ مزے لے لے کر کھایا کرتے، خوب کھایا کرتے، مگر کھانا کم نہ ہوا کرتا تھا، ان لوگوں کو دیکھ کر یہ حیرت ہوئی، آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا،

مقدادؓ، ہم نے تو سُنا تھا کہ مدینہ والوں کی خوراک ستو، جو وغیرہ ہیں، تم تو ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو، جو ہمارے ہاں بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے، اور جو ہر روز ہم کو میسر بھی نہیں آسکتا، اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں؛

مقداد نے کہا، صاحبو، یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے کیونکہ اسے آنحضرت کے انگشتان مبارک لگ چکی ہیں،

یہ سنتے ہی سب نے باتفاق کہا، اور اپنا ایمان تازہ کیا، کہ بیشک وہ اللہ کے رسولؐ ہیں؛

یہ لوگ مدینہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے، قرآن اور احکام سیکھے، اور واپس چلے گئے؛

(حاشیہ: طعام میں برکت)

وفد عذرہ کا بیان | بماہ صفر ۹ھ ہجری یہ وفد حاضر ہوا تھا، ۱۹ شخص اس میں تھے، ان میں حمزہ بن نعمان بھی تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تم کون ہو؛

انہوں نے کہا، ہم بنی عذرہ ہیں، اور قصی کے (ماں کی طرف سے) بھائی ہیں، ہم نے ہی قصی کو ترقی دلائی، اور خزاعہ و بنی بکر کو مکہ سے باہر نکالا تھا، اسلئے ہم کو قرابت بھی حاصل ہے، اور نسب بھی، آنحضرتؐ نے مرحبا و خوش آمدید فرمایا؛

---

[۱] مقداد بن عمرو بن ثعلبہ قوم کندہ سے ہیں۔ بوجہ تبنیت قرشی الزہری کہلاتے ہیں۔ نجبائی رسول ساور فضلا صحابہ میں سے ہیں۔ ۳۳ھ کو بعمر ۷۰ سال وفات پائی مدینہ میں دفن ہوئے؛

اور یہ بھی بشارت سنائی، کہ عنقریب شام فتح ہو جائیگا، ہرقل اُن کے علاقہ سے بھاگ جائیگا،
پھر آنحضرت نے حکم دیا، کہ کاہنوں سے جا کر سوال نہ کیا کریں، اور جو قربانیاں وہ کیا کرتے ہیں،
آیندہ نہ کریں، اب صرف عید اضحیٰ کی قربانی باقی رہ گئی ہے، یہ لوگ کچھ دنوں مدینہ طیبہ میں رہے
اور پھر انعام و جائزہ سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے[۱]،

وفد خولان[۲] | یہ دس شخص تھے، جو بماہ شعبان سنہ ۱۰ ہجری کو خدمت نبوی صلعم میں حاضر ہوئے تھے، انہوں
نے آکر عرض کیا، کہ ہم اپنی قوم کے پسماندگان کی جانب سے وکیل ہو کر آئے ہیں، خدا اور رسولؐ
پر ہمارا ایمان ہے، ہم حضورؐ کی خدمت میں لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں، اور ہم اقرار کرتے
ہیں، کہ خدا اور رسولؐ کا ہم پر احسان ہے، ہم یہاں محض زیارت کیلئے حاضر ہوئے ہیں،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مَنْ زارنی بالمدینۃ کان فی جواری یوم القیامۃ
(جسنے مدینہ میں آکر میری زیارت کی، وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا) پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، عم انس کا کیا ہوا، (یہ ایک بت کا نام ہے، جو اس قوم کا معبود تھا)
وفد نے عرض کیا، ہزار شکر ہے، کہ اللہ نے حضور کی تعلیم کو ہمارے لئے اُس کا بدل بنادیا ہے
بعض بعض بوڑھے اور بوڑھی عورتیں رہ گئی ہیں، جو اسکی پوجا کئے جاتی ہیں،
اب انشاء اللہ ہم اسے جا کر گرا دینگے، ہم مدتوں دھوکے، اور فتنہ میں رہے، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی دن کا واقعہ تو سناؤ،
وفد نے عرض کیا، یا رسول اللہ، ایک دفعہ ہم نے سو ۱۰۰ بیل گائے جمع کئے، اور وہ سب کے سب
ایک ہی دن عم انس کے لئے قربان کئے گئے، اور درندوں کے لئے چھوڑ دیئے گئے، حالانکہ
ہم کو گوشت اور جانوروں کی بہت زیادہ ضرورت تھی،
انہوں نے یہ بھی عرض کیا، کہ چوپایوں اور زراعت میں سے عم انس کا حصہ برابر نکالا جاتا
تھا، جب کوئی زراعت کرتا، تو اُس کا وسطی حصہ عم انس کیلئے مقرر کرتا، اور ایک کنارہ کا خدا کے نام مقرر
کر دیتا، اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی، تو خدا کا حصہ تو عم انس کے نام کر دیتے مگر عم انس کا حصہ خدا کے نام پر نہ کرتے

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۴،

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں فرائض دین سکھلائے، اور خصوصیت سے ان باتوں کی نصیحت فرمائی:۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نمونہ

(۱) عہد کو پورا کرنا (۲) امانت کا ادا کرنا (۳) ہمسایہ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا۔ (۴) کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ کرنا۔ یہ بھی فرمایا، کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگا[۱]۔

وفد محارب

یہ دس شخص تھے، جو قوم کے وکیل ہوکر سنہ ۱۰ ہجری میں آئے تھے،

بلالؓ انکی مہمانی کیلئے مامور تھے، صبح وشام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے، ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو دیا،

اُن میں سے ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غور سے دیکھنا شروع کیا، پھر فرمایا کہ میں نے تم کو پہلے بھی دیکھا ہے،

یہ شخص بولا، خدا کی قسم، ہاں، حضورؐ نے مجھے دیکھا بھی تھا، اور مجھ سے بات بھی کی تھی، اور میں نے بدترین کلام سے حضورؐ کو جواب دیا، اور بہت بری طرح سے حضورؐ کے کلام کو رد کیا تھا، یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے، جہاں حضورؐ لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، ٹھیک ہے،

اُس شخص نے کہا، یا رسُول اللہ، اُس روز میرے دوستوں میں مجھ سے بڑھکر کوئی بھی حضورؐ کی مخالفت کرنے والا اور اسلام سے دُور دُور رہنے والا نہ تھا،

وہ سب تو اپنے آبائی مذہب ہی پر مر گئے، مگر خدا کا شکر ہے۔ کہ اُس نے مجھے آجتک باقی رکھا اور حضورؐ پر ایمان لانا مجھے نصیب ہُوا۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب کے دل خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہیں،

اُس شخص نے کہا، یا رسُول اللہ، میری پہلی حالت کے لئے معافی کی دُعا فرمائیے،

اسلام پہلے سب گناہوں کو مٹا دیتا ہے

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسلام اُن سب باتوں

[۱] زاد المعاد، صفحہ ۵۰۹،

کو مٹا دیتا ہے، جو کفر میں ہوئی ہوں[۵۱]؛

وفد غسان کا حال رمضان ۱۰ھ ہجری | قبیلہ غسان کے تین شخص ۱۰ھ ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے، اسلام قبول کرنیکے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کرکے واپس گئے تھے، معلوم ہوتا ہے، کہ ان کو اشاعت اسلام میں کامیابی نہ ہوئی، اُن میں سے دو پہلے وفات پاچکے تھے، اور ایک اُس وقت تک زندہ تھا، جبکہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضؓ نے شام کو فتح کیا تھا[۵۲]؛

وفد بنی الحارث | یہ وفد شوال ۱۰ھ ہجری میں نبی صلعم کے پاس حاضر ہوا تھا، ان کے علاقہ میں خالد بن ولیدؓ کو اشاعت اسلام کے لئے بھیجا گیا تھا، اُنکی تعلیم سے لوگ مسلمان ہوگئے تھے، حضرت خالد بن ولیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع بھیجدی، اور خود اُنکی تعلیم کے لئے وہاں ٹھہر گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ بھیجا، کہ تم واپس آجاؤ۔ اور اُس قوم کے چند سرکردہ لوگوں کو بھی ساتھ لاؤ، اِس وفد میں قیس بن الحصین و عبداللہ بن فراد وغیرہ تھے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا، کیا وجہ ہے، کہ جاہلیت میں جس کسی نے تم سے جنگ کی وہ مغلوب ہی ہوا؛

اُنہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ، ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے، جب لڑائی کے

مغلوب نہ ہونے کی باتیں | لئے جمع ہوجاتے ہیں، تو پھر متفرق نہیں ہوتے۔ اپنی طرف سے ظلم کی ابتداء نہیں کرتے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سچ ہے، یہی وجہ ہے؛

یہ وفد انتقال مبارک سے چار ماہ پیشتر آیا تھا، یہ علاقہ نجران کے باشندے تھے[۵۳]؛

وفد بنی عبس کا حال | یہ لوگ مسلمان ہوکر آئے تھے، اُنہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے منادانِ اسلام سے سُنا ہے، کہ حضورؐ یہ ارشاد فرماتے ہیں ہ

---

۵۱ زاد المعاد صفحہ ۵۰۹؛ ۵۲ زاد المعاد جلد ۱؛ ۵۳ زاد المعاد صفحہ ۴۹۳؛

ہجرت کی بابت فیصلہ

لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہ ہمارے پاس زر و مال بھی ہے۔ اور مویشی بھی، جن پر ہماری گزران ہے، پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہیں، تو مال و متاع ہمارے کیا کام آئینگے، اور مویشی ہمیں کیا فائدہ دیں گے، بہتر ہے، کہ ہم سب کچھ فروخت کرکے سب کے سب خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اتقوا اللہ حیث کنتم. فلن یلتکم من اعمالکم شیئًا، تم جہاں آباد ہو، وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو، تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں آنے کی[1]

اس جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا ہے، کہ سب مسلمانوں کو مرکز اسلام میں جمع ہو کر اسلامی رقبہ کو محدود و تنگ کر لینا مناسب نہیں، مسلمانوں کو مختلف دور دست ملکوں میں پہنچنا اور اسلام کی دعوت کو پہنچانا چاہیئے،

جو لوگ اب ترک وطن کرکے اسلامی ملکوں میں جا بسنے کو بہتر سمجھتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا کرنا آنحضرتؐ کی تعلیم کے برخلاف ہے، اور صوابدید مذہب کے بھی خلاف ہے،

وفد غامد کا بیان یہ وفد سنہ ۱۰ ہجری میں آیا تھا۔ اس میں دس آدمی تھے۔ یہ مدینہ سے باہر آ کر اترے ایک لڑکے کو بٹھلا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ کر آئے ہو، لوگوں نے کہا۔ ایک لڑکے کو۔ فرمایا، تمہارے بعد وہ سو گیا، ایک شخص آیا۔ خورجی چرا کر لے گیا۔ ایک شخص بولا، یا رسول اللہ خورجی تو میری تھی، فرمایا، ہاں، گھبراؤ نہیں۔ وہ لڑکا اٹھا۔ چور کے پیچھے پیچھے بھاگا، اسے جا پکڑا، سب اسباب صحیح سالم مل گیا ہے،

یہ لوگ آنحضرت کی خدمت سے جب واپس پہنچے، تو لڑکے سے معلوم ہوا، کہ ٹھیک اسی طرح اس کے ساتھ ماجرا ہوا تھا، یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو مقرر فرما دیا، کہ انہیں قرآن یاد کرا دیں۔ اور شرائع اسلام سکھلا دیں،

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۱۱ ، جلد اول ،

جب وہ واپس جانے لگے، تو انہیں شرائع اسلام ایک کاغذ میں لکھوا کر دیدیئے گئے۔[1]

وفد بنی فرازہ ۲۳ | جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے تو بنی فرازہ کا ایک وفد جس میں دس پندرہ آدمی شامل تھے۔ خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ ان کو اسلام کا اقرار تھا۔ ان کی سواری میں لاغر کمزور اونٹ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہاری بستیوں کا کیا حال ہے؟

ایک نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! بستیوں میں قحط ہے۔ مواشی مر گئے، باغ خشک ہو گئے۔ بال بچے بھوکے مر رہے ہیں، آپ خدا سے دعا کریں کہ ہماری فریاد سُنے۔ آپ ہماری سفارش خدا سے کریں۔ خدا ہماری سفارش آپ سے کرے۔

خدا کسی کی شفاعت نہیں کرتا | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا ان باتوں سے پاک ہے۔ خرابی ہو تیرے لئے، بھلا۔ میں تو خدا کے پاس شفاعت کرونگا۔ لیکن خدا کس کے پاس شفاعت کرے؟ وہ معبود ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب سے بزرگ تر ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اُسی کا حکم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی قوم میں بارش کیلئے دعا فرمائی، جو الفاظ کہ محفوظ ہیں وہ یہ ہیں:۔ اللّٰھم اسق عبادك وبھائمك وانشر رحمتك واحی بلادك المیّتۃ اللّٰھم اسقنا غیثاً مغیثاً مریئاً طبقاً واسعاً عاجلاً غیر اٰجل۔ نافعاً غیر ضار۔ اللّٰھم سقیا رحمۃ لا سقیا عذاب لا ھدم ولا غرق ولا محق۔ اللّٰھم اسقنا الغیث وانصرنا علی الاعداء ترجمہ:۔ اے خدا۔ اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر۔ اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنی مُردہ بستیوں کو زندہ کر دے۔ الٰہی ہم پر فریادرس بارش جو راحت رساں آرام بخش ہو جلد آئے۔ دیر نہ لگائے۔ نفع پہنچائے، ضرر نہ کرے، سیراب کر دے۔ الٰہی ہم کو رحمت سے سیراب کر دے، نہ عذاب و ہدم و غرق و محق سے بھر دے۔ الٰہی بارش باراں سے ہمیں سیراب کر دے، اور دشمنوں پر ہم کو نصرت عطا کر۔[2]

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۱۲ ۔ [2] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵۔

وفد سلامان شوال ۱۰ ہجری [۲۴]

یہ ستّرہ شخص تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے، انہی میں حبیب بن عمرو تھا۔ اس نے سوال کیا تھا کہ سب

سب اعمال سے افضل کیا ہے

اعمال سے افضل کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وقت پر نماز پڑھنا"

ان لوگوں نے عرض کیا، کہ ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی، دعا فرمایئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے فرمادیا "اللّٰھم اسقھم الغیث فی دارھم"

حبیب نے عرض کیا، یا رسول اللہ۔ ان مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمایئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ اور ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔

جب وفد اپنے وطن لوٹ کر گیا، تو معلوم ہوا، کہ ٹھیک اُسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی[۱]

وفد نجران [۲۵]

اُن جملہ روایات پر جو وفد نجران کے عنوان کی تحت میں دواوین احادیث میں پائی جاتی ہیں، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ عیسائیان نجران کے معتمد دو دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اسلئے اسی ترتیب سے انکا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابو عبداللہ حاکم کی روایت عن یونس بن بکیر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا تھا۔ جب اُسقف نے اس خط کو پڑھا، تو اس کے بدن پر لرزہ پڑ گیا، اور وہ کانپ اُٹھا۔ اُس نے فوراً شرجیل بن وداعہ کو بلایا۔ یہ قبیلہ ہمدان کا شخص تھا۔ کوئی بڑا کام بغیر اسکی رائے کے حاکم یا مشیر یا پادری طے نہیں کیا کرتے تھے۔

اُسقف نے اُسے خط دیا۔ اور اُس نے پڑھ لیا۔ تو

اُسقف بولا "ابو مریم! فرمایئے، آپ کی کیا رائے ہے"؟

شرجیل نے کہا "صاحب، یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ خدا نے ابراہیم سے یہ وعدہ کیا

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۱۱

ہوا ہے، کہ اسمٰعیلؑ کی نسل[۱] میں نبوت بھی ہوگی، ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو۔ لیکن نبوت کے متعلق میری کیا رائے ہو سکتی ہے، کوئی دنیوی بات ہوتی تو میں اسپر پورا غور کر سکتا، اور اپنی رائے عرض کر سکتا تھا"

اسقف نے کہا "اچھا بیٹھ جائیے"

اسقف نے پھر ایک دوسرے شخص کو جسکا نام عبد اللہ بن شرجیل تھا۔ اور قوم حمیر سے تھا، بلایا، اور نامہ نبویؐ دکھلا کر اسکی رائے دریافت کی۔ اسنے شرجیل کا سا جواب دیا۔

اسقف نے پھر ایک تیسرے شخص جبار بن قیس کو بلایا۔ یہ بنو الحارث بن کعب میں سے تھا۔ نامہ دکھلایا۔ اور رائے دریافت کی۔ اس نے بھی ان دونوں کا سا جواب دیا۔

جب اسقف نے دیکھا کہ ان میں سے کوئی بھی جواب نہیں دیتا تو اس نے حکم دیا کہ گھنٹے بجائے جائیں، اور ٹاٹ کے پردے گرجا پر لٹکائے جائیں۔ ان کا دستور تھا۔ کہ اگر کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی تو لوگوں کے بلانے کا طریق دن کے لئے یہ تھا، کہ گھنٹے بجاتے اور ٹاٹ کے پردے گرجا پر لٹکا دیتے۔ اور رات کیلئے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور پہاڑی پر آگ

---

[۱] اولاد اسمٰعیلؑ میں نبوت ہونیکی بابت بائبل کی کتابوں میں بہت سے حوالے ملتے ہیں۔

اول[۱] یہ کہ اسحٰقؑ اور اسمٰعیلؑ سے خدا نے برابر کے وعدے کئے تھے۔ دوم[۲] یہ کہ عرب میں پیدا ہونیوالے نبی کے نشانات اور علامات کی پیشگوئیاں بہت انبیاء نے کی ہیں۔ اور چونکہ عرب میں صرف اسمٰعیلؑ کی اولاد ہی آباد ہوئی تھی اس لئے ان پیشگوئیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی موعود اسمٰعیلی ہوگا۔ سوم[۳] موسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ پیشگوئی استثناء میں بہت واضح ہے۔ درس ۱۸ میں...... "ان کیلئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہیگا" کتاب استثناء باب ۱۸۔ یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیلؑ ہیں۔ اور موسیٰؑ جیسا نبی حضرت محمد رسول اللہؐ ہی ہیں جو موسیٰؑ کی طرح صاحب کتاب، صاحب شریعت، صاحب جہاد، مہاجر، غازی ہیں۔ اور منہ میں کلام سے مطلب وحی کے اصل الفاظ کا محفوظ رہنا ہے۔ یہ خصوصیت صرف قرآن مجید ہی کی ہے۔ بائبل کے مجموعہ میں سے کسی کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں کہ اس کے الفاظ بھی اصلی محفوظ رہے ہوں۔ اس پیشینگوئی کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری پیشینگوئی بھی پڑھو۔ "خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا۔ اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں شریعت روشن ہے، ملائکہ کے لشکر کے ساتھ آیا ہے" اس میں فاران کا پتہ درج ہے جو مکہ کا نام ہے۔ شرجیل نے انہی حوالہ جات کا خیال کر کے مندرجہ بالا فقرہ استعمال کیا تھا۔

روشن کر دیتے۔ اس گرجا کے متعلق تہتر گاؤں تھے۔ جن میں ایک لاکھ سے زیادہ جنگجو مردوں کی آبادی تھی۔ وادی کے بالائی اور نشیبی حصّہ کا طول ایک اسپ سوار کے ایک دن کی راہ کا تھا۔ جب کل علاقہ کے یہ لوگ (سب کے سب عیسائی تھے) جمع ہو گئے تو سقف نے وہ نامہ مبارک سب کو سنایا۔ اور رائے دریافت کی۔ مشورہ کے بعد قرار دادیہ ہوئی۔ کہ شرجیل اور عبداللہ اور جبار کو نبیؐ کی خدمت میں روانہ کیا جاوے۔ وہ وہاں کے سب حالات معلوم کرکے مفصّل بتلائیں۔

یہ لوگ مدینہ پہنچے۔ اور چند روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کے متعلق گفتگو بھی کی۔ اسی گفتگو پر ان آیات کا نزول ہوا:۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝[1]

(آل عمران۔ ع ۶)

عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی سی ہے خدا نے اُسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا کہ (انسان زندہ) بن جا۔ وہ زندہ ہو گیا۔ سچی بات تیرے پروردگار کی جانب سے ہی ہے۔ اب تم اس سچ کو لمبا کھینچنے والوں میں نہ رہو اور جو کوئی تم سے اس علم کے بعد جھگڑا کرے اُسے کہہ دو کہ ہم اپنی اولاد کو بلاتے ہیں تم اپنی اولاد کو بلاؤ۔ اسی طرح ہماری عورتیں اور تمہاری عورتیں۔ ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں، پھر خدا کی طرف متوجہ ہوں اور خدا کی لعنت جھوٹوں پر ڈالیں۔

[1] عیسائیوں کی تعلیم اور مقولہ ہے، کہ تثلیث کو بلا دلیل مان لینا چاہیئے۔ قرآن کریم نے اول دلیل دی کہ اگر عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس سے وہ خدا یا فرزند خدا نہیں ہو سکتے۔ دیکھو آدم بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے تھے۔ چونکہ یہ یقین تھا کہ دلیل کارگر نہ ہو گی۔ اسلئے بحث کیلئے ایک اچھوتا پہلو نکالا۔ یعنی خدا سے دعا مانگنا۔ اور جھوٹے پر لعنت برسانا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر مسیحؑ خدا یا ابن خدا ہیں، تو ایسے لوگوں کی ضرور حمایت کریں گے جو ان کا اصل درجہ

ان آیات کے نزول پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ وحسینؓ کو بھی بُلایا، اور فاطمہؓ (سیدۃ النساء العٰلمین) بھی باپ کی پس پشت آکر کھڑی ہوگئیں[1]۔

اِن عیسائیوں نے علٰحدہ ہو کر بات چیت کی، شرجیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اِس شخص کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا آسان نہیں ہے۔ دیکھو تمام وادی کے لوگ اکٹھے ہوئے تب انہوں نے ہمکو بھیجا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بادشاہ ہے، تب بھی اوس سے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا کیونکہ تمام عرب میں سے ہم ہی اُسکی نگاہ میں کھٹکتے رہیں گے، اور اگر یہ نبی مرسل ہے، تب تو اُسکی لعنت کے بعد ہمارا پر کاہ بھی زمین پر باقی نہ رہے گا، اِسلئے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اُسکی ماتحتی قبول کریں، اور رقم جزیہ کا فیصلہ بھی اُسکی رائے پر چھوڑ دیں کیونکہ جہاں تک میں نے سمجھا ہے یہ سخت مزاج نہیں ہے۔ دونوں ساتھیوں نے اتفاق کیا۔ اور انہوں نے جاکر عرض کر دیا کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لئے یہی ہے۔ کہ جو کچھ حضور کے خیال میں کل صبح تک ہمارے لئے بہتر معلوم ہو، وہ ہمپر مقرر کر دیا جاوے۔

اگلے روز حضرت نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ اور ایک معاہدہ جسے مغیرہ صحابی نے لکھا تھا اور ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک عوف، اقرع بن حابس صحابہ کی شہادات اُس پر ثبت تھیں، انہیں مرحمت فرمایا۔ معاہدہ کا ایک فقرہ خاص طور پر ناظرین کے ملاحظہ طلب ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کو کیسی فیاضی سے مراعات وحقوق مرحمت فرماتے تھے۔

دنیا پر ظاہر کر رہے ہیں، لیکن یہ اگر غلط ہے تو خدا خود فیصلہ فرمادیگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مباہلہ صرف توحید کے اثبات اور استحکام کے لئے نکالا ہے، جبکہ باب استدلال بند ہو۔ یہ لازم نہیں کہ ذرا ذرا سے اختلافات کو ہم مباہلہ سے طے کرانے کے خواہشمند ہوں۔

[1] دیگر روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہے۔ ان کے جمع کرنے سے مقصد عیسائیوں کو دکھلا دینا تھا۔ کہ ہم ابھی مباہلہ کو تیار ہیں گو اُن کی زن و فرزند اس وقت مدینہ میں تھے۔

لنجران جوار اللّٰہ وذمّۃ محمّد النّبی علی انفسھم وملّتھم وارضھم واموالھم وغائبھم وشاھدھم وعشیرتھم وتبعھم وان لا یغیّروا لما کانوا علیہ ولا یغیّر حقّ من حقوقھم وملّتھم..... ولا یغیّر کلما تحت ایدیھم من قلیل اوکثیر۔ ولیس علیھم ربیّۃ ولا دم جاھلیّۃ ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطاء ارضھم الجیش الخ[1]	نجران والوں کو خدا اور محمّد رسول اللہ کی حفاظت حاصل ہوگی، جان اور مذہب اور زمین اور جائداد کے متعلّق، اُن سب کو جو حاضر یا غایب ہیں صاحب قبیلہ ہیں یا اتباع کرنیوالے ہیں۔ انکی حالت میں اور حقوق میں کوئی تغیر نہ کیا جاویگا، اور جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اُسی نہ بدلا جائیگا۔ پچھلے زمانہ کی شبہات یا قتل کی جھگڑے اُبیر نہ چلائے جائیں گے، وہ بیگار میں نہ پکڑے جاوینگے۔ اُن سے دہ یکی نہ لی جاوے گی۔ اُن کے علاقہ سے فوج عبور نہ کرے گی ✦

فرمان حاصل کرکے یہ لوگ نجران کو واپس چلے گئے۔ بشپ (اُسقف) اور دیگر سر برآوردہ لوگوں نے ایک منزل آگے بڑھکر ان سے ملاقات کی۔ ڈیپوٹیشن نے یہ فرمان اسقف کے سامنے پیش کردیا۔ وہ چلتے چلتے ہی اس فرمان کو پڑھنے لگا، اس کا چچیرا بھائی بشر بن معاویہ جسکی کنیت ابو علقمہ تھی، اس کے برابر تھا (وہ بھی اس تحریر کے معنی کی طرف اس قدر متوجّہ ہوا کہ بے خیال ہوگیا)۔ اور اونٹنی نے اُسے زمین پر گرادیا۔ اس نے گرتے ہی کہا۔ خرابی ہو، اُس شخص کی، جس نے ہمکو اسقدر تکلیف میں ڈالا ہے۔

بشر نے یہ اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا تھا۔

اسقف بولا۔ دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ بخدا وہ تو نبی مرسل ہے۔

بشر نے جواب دیا۔ بخدا۔ اب میں بھی ناقہ کا پالان اسی کے پاس جاکر اُتاروں گا۔

یہ کہکر اُس نے اپنا رخ بدل دیا۔ اور مدینہ کو چل پڑا۔

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ✦

اسقف نے اسکے پیچھے پیچھے ناقہ لگائی، چلاّ چلاّ کر کہتا تھا، کہ میری بات تو سنو، میرا مطلب تو سمجھو، میں نے یہ فقرہ اسلیئے کہا تھا، کہ ان قبائل میں مشتہر ہو جائے۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے یا فیاضی قبول کر لی ہے حالانکہ دیگر قبائل نے اب تک اُس کی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے۔ اور ہماری طاقت اور شوکت اوروں سے بڑھکر بھی ہے۔

بشر بولا۔ نہیں۔ نہیں، بخدا نہیں، اب میں نہیں رُکنے کا، تیرے منہ سے ایسی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی تھی۔

بشر نے پھر یہ اشعار پڑھے، اور مدینہ کو چلا آیا۔

الیک تعدو قلقا وضینها   معترضا فی بطنها جنینها

مخالفا دین النصاری دینها

یہ بشر تو خدمت نبوی میں پہنچکر وہیں حضور میں رہا، اور بالآخر درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ اب اس ڈیپوٹیشن کا بقیہ حال سنو۔

جب یہ لوگ نجران پہنچ گئے، تو نجران کے گرجا میں رہنے والے ایک منک (راہب) نے بھی کسی سے یہ تمام داستان سن پائی، کہ ایک نبی تہامہ میں پیدا ہوا ہے۔ اس کا خط آیا تھا۔ یہاں سے تین شخص اس کے پاس بھیجے گئے تھے۔ وہ اس سے سند لیکر آئے تھے اسقف وہ سند پڑھ رہا تھا۔ اس کا بھائی سواری سے گر گیا۔ اس نے نبی کو برا بھلا کہا، اسقف نے منع کیا، اور بتلایا کہ وہ سچا نبی ہے، اُسے برا نہ کہو۔ وہ یہ سُن کر مدینہ کو چلا آیا اسقف نے بہتیرا روکا، نہ رُکا۔

راہب نے جو گرجا کے برج کے بالائی حصہ پر (سالہا سال) سے رہا کرتا تھا۔ چیخنا شروع کردیا، کہ مجھے اتار دو، ورنہ میں اوپر سے کود پڑونگا۔ خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔ یہ راہب بھی چند تحائف لیکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوگیا۔

ایک پیالہ، ایک عصا، ایک چادر اس نے بطور تحفہ پیش کی تھی، وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی۔ راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی۔ اور پھر آنحضرت صلعم سے اجازت لیکر، اور واپس آنیکا وعدہ کرکے نجران چلا گیا تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ تک واپس نہ گیا تھا۔

(۲) اس ڈیپوٹیشن سے کچھ عرصہ کے بعد اسقف ابوالحارث جو گرجا کا امام تھا۔ اور قسطنطنیہ کے رومی پادشاہ اسکا نہایت ادب اور احترام کیا کرتے تھے۔ اور عام لوگ اکثر کرامات وغیرہ اسکی ذات سے منسوب کیا کرتے تھے، اور یہ شخص اپنے مذہب کا مجتہد شمار ہوتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، اس کے ساتھ ایہم نامی علاقہ کا جج اور حاکم بھی تھا۔ اسے سیّد کے لقب سے ملقب کرتے تھے۔ اور عبدالمسیح الملقب عاقب بھی تھا، جو سارے علاقہ کا گورنر اور امیر بھی تھا۔ باقی ۲۴ مشہور سردار اور تھے۔ کل قافلہ ۶۰ سواروں کا تھا۔ یہ عصر کے وقت مسجد نبوی میں پہنچے تھے۔ وہ انکی نماز کا وقت تھا۔ (غالباً اتوار کا دن ہوگا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنی مسجد میں نماز پڑھ لینے کی اجازت فرما دی تھی۔ اور انہوں نے مسجد سے شرق کی جانب رخ کرکے نماز ادا کی تھی، بعض مسلمانوں نے انہیں مسجد نبوی میں عیسائی نماز پڑھنے سے روکنا چاہا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا۔

یہودی بھی انہیں دیکھنے آتے تھے، اور کبھی کبھی کسی مسئلہ میں گفتگو بھی ہو جایا کرتی تھی ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہودیوں نے بیان کیا، کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے، اور ان عیسائیوں نے کہا، کہ وہ عیسائی تھے؛ اس بحث پر قرآن مجید کی ان آیات کا نزول ہوا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ	ان سے کہو کہ اے کتاب والو۔ ابراہیم کے بارہ میں کیوں جھگڑا کرتے ہو۔ تورات اور انجیل تو اس کے

الَّا مِنْ بَعْدِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ هٰاَنْتُمْ هٰؤُلَاۤءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ (آل عمران رکوع ۷)

بعد اتری ہیں جن باتوں میں تمہارے پاس کچھ علم تھا۔ اُس میں تو جھگڑتے ہی تھے۔ مگر جس بات میں کچھ بھی علم نہیں ہے اُس میں جھگڑا کیوں کرتے ہو۔ ابراہیمؑ یہودی تھا نہ عیسائی تھا وہ تو پکا موحد تھا۔ اور مسلمان تھا۔ اور وہ مشرک بھی نہ تھا۔

سب خلقت میں ابراہیمؑ سے قریب تر وہ ہیں جنہوں نے اس کا اتباع کیا ہے اور محمد نبی اور ان پر ایمان رکھنے والے لوگ۔ ہاں خدا مومنین کا دوستدار ہے۔

ایک دفعہ یہودیوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر اعتراض کرنے کی غرض سے کہا! محمد صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم آپ کی بھی عبادت کرنے لگیں۔ جیسا کہ عیسائی عیسیٰ کی عبادت کیا کرتے ہیں۔

نجران کا ایک عیسائی بولا!

ہاں محمد صاحب! بتلا دیجئے کیا آپ کا بھی ارادہ ہے۔ اور اسی عقیدہ کی دعوت آپ دیتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی پناہ! کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت کروں۔ یا کسی دوسرے کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ خدا نے مجھے اس کام کے لئے نہیں بھیجا۔ اور مجھے ایسا حکم بھی نہیں دیا۔

اِس واقعہ پر قرآن مجید میں ان آیات کا نزول ہُوا۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ

جس بشر کو خدا کتاب اور حکم اور نبوت عنایت کرے یہ اُسکے شایان نہیں۔ کہ پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ

لہ عرب کے مشرک جو بت پرستی کرتے تھے وہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہمارا مذہب حضرت ابراہیمؑ کے مذہب پر ہے۔ اس فقرہ میں مشرکین کا رد ہے

كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ (آل عمران - ع ۸)

خدا کے سوا میرے بندے بن جاؤ، وہ تو یہی کہا کرتا ہے کہ کتاب الٰہی کو سیکھ کر اور شریعت کا درس پاکر تم اللہ والے بن جاؤ۔
یہ نبی تو نہیں کہتا، کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی رب بنالو، بھلا وہ کفر کے لئے کہہ سکتا ہے، تم لوگوں کو جو اسلام لاچکے ہو۔

محمد بن سہیل کی روایت میں ہے۔ کہ آل عمران کی شروع سے ۸۰ آیات تک، کا نزول بھی اسی وفد کی موجودگی میں ہُوا تھا، جب یہ واپس جانے لگے، تو آنحضرتؐ سے پھر ایک سند انہوں نے حاصل کی، جس میں گرجاؤں اور پادریوں کی بابت زیادہ صراحت تھی، اس فرمان کی پوری نقل ذیل میں کی جاتی ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. من محمد النبی الی الاسقف ابی الحارث واساقفۃ نجران وکھنتھم ورھبانھم واھل بیعتھم ورقیقھم وملتھم وسواطبتھم وعلی کل ما تحت ایدیھم من قلیل او کثیر۔ جوار اللّٰہ ورسولہ۔ لا یغیر اسقف من سقفیۃ ولا راھب من رھبانیۃ ولا کاھن من کھانیۃ ولا یغیر حق من حقوقھم ولا سلطانھم ولا مما کانوا علیہ علی ذٰلک جوار اللّٰہ ورسولہ ابداً ما نصحوا واصلحوا علیھم غیر منقلبین

یہ تحریر محمد نبی صلعم کی جانب سے ہے، اسقف ابوالحارث کے لئے نجران کے دیگر اسقفوں، کاہنوں، راہبوں ان کے معتقدوں، غلاموں، اس مذہب والوں پولیس والوں کے متعلق اور ان کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو ان کے ہاتھ میں ہیں سب کو خدا اور رسولؐ کی حفاظت حاصل ہوگی، گرجا کے چھوٹے بڑے عہدہ داروں میں سے کسی کو بدلا نہ جائے گا، کسی حق میں یا اختیارات میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ انکی موجودہ حالت میں تغیر نہ ہوگا بشرطیکہ رعایا کے خیر خواہ خیر اندیش رہیں، نہ ظالم کا ساتھ دیں اور نہ خود

بظالمیہ ولا ظالمین کتب المغیرۃ بن شعبہ[۱] ظلم کریں؛

چلتے وقت اُنہوں نے درخواست کی، کہ ایک امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ بھیجدیا جاوے، جسے جزیہ[۲] ادا کر دیا کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن جراح کو ان کے ساتھ بھیجدیا، اور فرمایا کہ یہ شخص میری امت کا امین ہے[۳]؛

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے فیضان صحبت سے علاقہ میں اسلام پھیل گیا تھا؛

وفد نخع کا بیان یہ نصف ماہ محرم سنہ ۱۱ ہجری کو خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا۔ اس کے بعد کوئی وفد حاضر نہیں ہوا؛ یہ دو سو اشخاص تھے؛ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آئے تھے، ان کو دار الضیافہ (مہمان خانہ) میں اُتارا گیا تھا؛

ایک شخص ان میں زرارہ بن عمرو تھا، اُس نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے راستہ میں خواب دیکھے، جو عجیب تھے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیان کرو؛

ایک خواب اور اُس کی تعبیر کہا میں نے دیکھا، کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے، جو سپید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے؛

---

[۱] فتوح البلدان بلاذری؛

[۲] لفظ جزیہ (جو ایرانی لفظ گزیہ کا معرب ہے) اور اس لفظ کے ساتھ رسم "جزیہ لگانے کی" بھی عرب میں ایران سے پہنچی تھی جبکہ عرب کا ایک حصہ قبل از اسلام ایران کے ماتحت تھا، اور دربار ایران اس بارہ میں رومن امپائر کے قانون پر عمل کرتا تھا، مگر اب جزیہ پر بہت سے اعتراضات کئے گئے؛ اور مسلمانوں کی طرف سے بہت سے جوابات دئے گئے ہیں؛

میں اس جگہ مختصر طور پر صرف ایک روایت کا حوالہ دونگا، جس سے معلوم ہو جائیگا کہ اسلامی جزیہ کس اصول پر لگایا جاتا تھا۔ اور کیونکہ جزیہ ادا کرنے والے مفتوحین کو فاتحین کے اعلےٰ حقوق حاصل ہو جاتے تھے؛ فقہ کی معتبر ترین کتاب میں ہے؛

"اگر وہ لوگ جن سے جزیہ لینا چاہئے جزیہ ادا کرنا منظور کریں (الف) انکی حفاظت اسی طور پر کرنا چاہئے جیسے مسلمانوں کی؛ اور (ب) ان کیلئے وہی قواعد ہوں گے جو مسلمانوں کے لئے ہیں۔ کیونکہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے؛ کفار (غیر مسلم) جزیہ اسلئے ادا کرتے ہیں، کہ انکے خون کو مسلمانوں کے خون کی۔ اور اُن کے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت حاصل ہو جائے" ہدایہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲۱۴۔ ہدایہ انگریزی ترجمہ چارلس ہملٹن جلد ۲ صفحہ ۲۱۴

[۳] زاد المعاد صفحہ ۴۹۵؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! کیا تمہاری عورت کے بچہ ہونے والا تھا؟ اس نے کہا۔ ہاں؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ اس کے فرزند پیدا ہوا ہے۔ جو تیرا بیٹا ہے؛

زرارہ نے کہا! یا رسول اللہ۔ ابلق ہونے کے کیا معنے ہیں؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! قریب آؤ، پھر آہستہ سے پوچھا! کیا تیرے جسم پر برص کے داغ ہیں، جسے تم لوگوں سے چھپاتے رہے ہو؛

زرارہ نے کہا! قسم ہے اس خدا کی جس نے آپکو رسول بنا کر بھیجا! کہ آج تک میرے اس راز کی کسی کو اطلاع نہ تھی؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بچہ پر یہ اسی کا اثر ہے؛

زرارہ نے دوسرا خواب سنایا! کہ میں نے نعمان بن منذر[1] کو دیکھا! کہ گوشوارے، بازو بند، خلخال پہنے ہوئے ہے؛

دوسرا خواب اور تعبیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اسکی تاویل ملک عرب ہے، جو آب و آسائش و آرائش حاصل کر رہا ہے؛

زرارہ نے عرض کیا! میں نے دیکھا! کہ ایک بڑھیا ہے، جس کے کچھ بال سفید، کچھ سیاہ ہیں، اور زمین سے باہر نکلی ہے؛

تیسرا خواب و تعبیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ دنیا ہے جس قدر باقی رہ گئی ہے؛

زرارہ نے عرض کیا!

چوتھا خواب اور تعبیر

میں نے دیکھا! کہ ایک آگ زمین سے نمودار ہوئی، میرے اور میرے بیٹے عمر کے درمیان آگئی، اور وہ آگ کہہ رہی ہے، جھلسو، جھلسو، بینا ہو کہ نابینا ہو، لوگو اپنی غذا، اپنا کنبہ، اپنا مال مجھے کھلانے کے لئے دو؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ ایک فساد ہے، جو آخر زمانہ میں ظاہر ہو گا؛

---

[1] نعمان بن منذر عرب کا مشہور قدیم بادشاہ گزرا ہے، جسکی حکومت و حکمت زبان زد عرب ہے؛

زرارہ نے عرض کیا، کہ یہ کیسا فتنہ ہوگا،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگ اپنے امام کو قتل کرینگے، آپس میں پھوٹ پڑ جائیگی
ایک دوسرے سے ایسے گتھ جائینگے، جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پنجہ ڈالنے میں گتھ جاتی ہیں، بدکار
ان دنوں اپنے آپکو نکوکار سمجھیگا، مومن کا خون پانی سے بڑھکر خوشگوار سمجھا جائیگا،
اگر تیرا بیٹا مر گیا، تب تو اس فتنہ کو دیکھ لیگا، تو مر گیا، تو تیرا بیٹا دیکھ لیگا،
زرارہ نے عرض کیا، یارسول اللہ، دعا کیجئے، کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھوں،
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، الٰہی یہ اس فتنہ کو نہ پالے،
زرارہ کا تو انتقال ہوگیا، اور اسکا بیٹا بچ رہا، اُسنے سیدنا عثمانؓ کی بیعت کو توڑ دیا تھا[1]

مدینہ میں دس سالہ قیام نبوی کے اہم واقعات، اور وفات،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ پہونچے، تو ابھی اطمینان سے قیام بھی نہیں کیا تھا کہ دشمنانِ مکہ نے متواتر سازشوں، حملوں، لڑائیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا
راقم کتاب کو چونکہ ہجرت کے بعد ہی یہ حالات لکھنے پڑے، اسلئے ترتیب مضامین بھی کسی قدر پریشان ہوگئی ہے،
اب اس باب میں اُن اہم واقعات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے جو ایام قیام مدینہ میں ہوئے
میں نے اختصار کیلئے قریبًا ہر سال کے متعلق ایک واقعہ ضرور قلم بند کیا ہے،
اس باب پر غور کرنے سے ناظرین کو سیرت پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

[1] زاد المعاد صفحہ ۱۸۵ ج ۲

بہت سی باتیں معلوم ہونگی جن کے مطابق ضرورت ہے کہ امت اپنا روّیہ درست کرے وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ۔

تعمیر مسجد نبوی | مسجد نبوی جس جگہ بنائی گئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ خود بخود اس جگہ آکر بیٹھ گئی تھی، جب آنحضرت[1] مکہ سے مدینہ تشریف لائے تھے!

یہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اسعد بن زرارہ (نقیب محمدی) کی تربیت و نگرانی میں تھے اسعد نے پہلے سے یہاں نماز کی مختصر سی جگہ بنا رکھی تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے لئے اس جگہ کو پسند فرمایا، تو ان یتیم لڑکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا، اور قبیلہ بنو النجار نے چاہا کہ اسکی قیمت ادا کرنے کی اجازت انہیں مل جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں باتیں منظور نہ فرمائیں، زمین کی قیمت دس دینار طے ہوئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق سے یہ قیمت دلا دی، اور پھر زمین کو ہموار و درست کرکے مسجد بنائی گئی جس کا طول سو گز تھا،

مسجد کی تعمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اینٹ پتھر خود بھی اٹھا کر لاتے تھے، اور زبان مبارک سے فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ	الٰہی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے، تو
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃ	انصار اور مہاجرین کو بخش دے!

صحابہ بھی اینٹ گارا لاتے تھے، اور یہ شعر رجز میں پڑھتے تھے!

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالرَّسُوْلُ یَعْمَلُ	رسول خدا کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں،
لَذَاکَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ	یہ بڑی گمراہی کا کام ہے!

مسجد کی دیواریں جو کچی اینٹوں کی تھیں، تین گز بلند تھیں، کھجور کے تنے ستون کی جگہ اور کھجور کے پتے کڑی شہتیر کی جگہ ڈالے گئے تھے!

[1] صحیح بخاری عن انس کتاب الصلوٰۃ، باب ہل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ۔

صحابہ نے کہا، چھت ڈال لیں تو اچھا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں موسیٰ جیسا عریش ہی خوب ہے[1]،

یہ چھت ایسی تھی کہ اگر بارش ہو جاتی تو پانی ٹپکتا، مٹی گرتی، فرش کیچڑ سا ہو جاتا، مومنین اسی پر سجدہ کیا کرتے تھے[2]،

عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا ۱ھ — حضرت عبداللہ یہود کے بڑے فاضلوں میں سے ہیں، یوسف صدیق سے اُن کا سلسلہ نسب ملتا ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ کہتے ہوئے سُن لیا۔ ذیل کے الفاظ یاد کر لئے تھے:

ایھا الناس افشوا السلام	لوگو! آپس میں بیگانے سب کو سلام کیا کرو،
واطعموا الطعام	کھانا کھلایا کرو،
وصلوا الارحام	قرابت داروں سے اچھا برتاؤ رکھو،
وصلوا باللیل والناس نیام	رات کو جبکہ لوگ سوتے ہوں تم خدا کی عبادت کیا کرو۔

[1] زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۰۸،

[2] نبی صلعم کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے مسجد نبویؐ میں کچھ تصرف نہیں کیا، عمر فاروقؓ نے اس مسجد میں حضرت عباسؓ کے گھر کو شامل کیا۔ جو انہوں نے مسجد کے لئے ہبہ فرمایا تھا، عثمان غنیؓ نے مسجد نبویؐ کی سنگین دیواریں بنائیں، اور پتھر کے ستون لگائے، اور ساگون کی چھت ڈالی (بخاری باب بنیان المسجد) اور فرش پر عقیق کی کنکریاں بچھائیں۔ مروان بن الحکم نے اپنے عہد سلطنت میں ایک مقصورہ محراب کی جانب بڑھایا، اور اُس پر پچی کاری کا کام کرایا، ولید بن عبد الملک نے اپنے عہد سلطنت اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد امارت مدینہ میں از سر نو اس کی عمارت کو تعمیر کرایا، شام و مصر، روم و قبط کے ۸۰ انجینئر منتخب کر کے اسکی نگرانی کے لئے بھیجے، یہ عمارت سنگ مرمر کی تھی۔ اور پہلی عمارت سے کچھ زیادہ بھی تھی ۸۸ھ یا ۹۱ھ میں مکمل ہوئی تھی، مہدی عباسی نے اپنے عہد سلطنت میں پھر کچھ ایزادی کی، پچھلی طرف سے سو گز زمین اور شامل کی گئی۔ مکمل ہونے کے بعد مسجد کا طول ۳۰۰ گز عرض ۲۰۰ گز ہو گیا تھا، یہ تعمیر ۱۶۵ھ میں ختم ہوئی،

خلیفہ متوکل نے اس عمارت کی مرمت ۲۴۷ھ میں کرائی تھی، فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۱۴،

حالیہ عمارت جو ہمارے زمانہ میں ہے، یہ سلطان عبد المجید خاں مرحوم کی تعمیر کردہ ہے۔ مفصل حال ہماری کتاب سبیل الرشاد میں ہے۔

یہ دلنشین کلمات سُنکر اُن کا قلب نورِ ایمان سے روشن ہوگیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کیا، تو پہلے نبیوں کی کتابوں کی پیشین گوئیوں کو ذاتِ مبارک پر منطبق پایا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آئے؛ اور چند مشکل مسائل جنکی بابت اُن کا خیال تھا، کہ نبی اللہ ہی ان کا جواب دیسکتا ہے؛ دریافت کئے؛ جواب باصواب سُن کر کہا یا رسول اللہ میں حضور پر ایمان لے آیا ہوں؛ لیکن اظہار اسلام کے لئے چاہتا ہوں کہ اوّل میری قوم کے لوگوں کو بُلاکر دریافت فرمالیا جاوے کہ اُنکی رائے میرے لئے کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر یہود کو طلب فرمایا؛ عبداللہ بن سلام چھپ گئے تھے؛ آنحضرتؐ نے اُن سے پوچھا۔ کہ عبداللہ بن سلام تمہاری قوم میں کیسے ہیں سب نے کہا۔ وہ عالم بن عالم سید بن سید ہیں؛ اور ہم سب سے بہتر ہیں۔ یہود یہ کہہ ہی رہے تھے؛ کہ حضرت عبداللہ اوجھل سے کلمہ طیب پڑھتے ہوئے سامنے آگئے؛ جب یہودیوں نے دیکھا؛ کہ مسلمان ہوگئے ہیں؛ تو اسی وقت کہنے لگے۔ کہ تو جاہل بن جاہل ذلیل بن ذلیل شخص ہے؛ اور ہم میں سب سے بدتر ہے؛

خداوند کریم نے اس بزرگ صحابی کے اسلام سے جملہ یہود پر اپنی حجت ختم فرمادی؛

فاضل راہب کا اسلام سنہ حضرت عبداللہ بن سلام کے بعد ابو قیس صرمہ بن ابی انس نے بھی اسلام قبول کیا، یہ عیسائی المذہب راہب؛ نہایت فصیح شاعر و واعظ اور الٰہیات کے فاضل تھے؛ اس بزرگ کے اسلام سے خداوند رحیم نے جملہ نصاری پر حجت ختم فرمائی؛

نماز سنہ اول ہجریہ میں فرض نماز میں دو رکعتوں کا اضافہ ہُوا؛

تکمیل نماز

دو رکعتیں سفر کے لئے مقرر رکھی گئیں۔ اور حضر میں نماز ظہر و عصر و عشاء کے لئے چار رکعتیں کردی گئیں[1] ایام قیام مکہ میں دو ہی رکعتوں کا حکم رہا تھا؛

جب یہ خیال کیا جاتا ہے؛ کہ مکہ میں کیونکر ہر ایک مسلمان اسلام لاتے ہی غریب الوطن بنجاتا تھا؛ کیونکر اقارب اور احباب اُس سے بیگانہ و اغیار بن جاتے تھے؛ اور کیوں کر

[1] صحیح بخاری [illegible] باب ہجرۃ النبی [illegible]

ہر ایک مسلمان ہر وقت مکہ کے چھوڑ دینے پر آمادہ اور مستعد رہتا تھا، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مکہ میں سب مسلمان مسافرانہ ہی رہتے تھے، اور یہی وجہ ہے۔ کہ خداوند کریم نے بھی اُن کو مدینہ میں پہنچ جانے کے بعد ہی مقیم تسلیم فرمایا۔

نماز اسلام کا وہ رکن ہے، جو مسلمان پر سب سے پہلے فرض ہوتا ہے۔ (سات برس کے بچہ کو پڑھنا مستحب، اور دس برس کے بچہ کو پڑھنا فرض ہے) اور سب سے آخر تک فرض رہتا ہے۔ (یعنی تا دمِ مرگ) نماز کی فرضیت صحت و بیماری، خوشی و غم۔ سفر و حضر اور خوف و خطر۔ غرض کسی حالت میں بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی، خواہ ہم گرم سے گرم تر ملک میں ہوں۔ یا سرد سے سرد تر ملک میں، کسی جگہ بھی، کوئی موسم۔ کوئی عارضہ ایسا نہیں، جو مسلمان کو نماز کی معافی دیتا ہو۔

مدت العمر تک عبادت الٰہی کی مداومت رکھنا کمال استقلال کا مظہر ہے، ہر روز پنجگانہ نماز کے اوقات کی حفاظت رکھنا، پابندی اوقات کی زبردست تعلیم ہے۔ جسم اور لباس اور مکان کو نجاست و آلودگی سے پاک صاف رکھنے کا اہتمام صحت جسمانی کے قیام کی بہترین تدبیر ہے، دل و زبان، اعضا و دماغ کو عظمت الٰہی اور جلال کبریائی کے سامنے مؤدب و مہذب رکھنا نورانیت روحانی کے لئے عجیب روشنی ہے۔

(۲) نماز میں جس قدر پابندی ہے، وہ جلد سو جانے، اور جلد جاگ اٹھنے کی حسبِ طبع تعلیم دیتی ہے، وہ جس طرح ہر ایک ٹائم ٹیبل کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے، اُس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ اسلام میں شہوانی و نفسانی خیالات کو نماز کے ذریعہ کیسا ملیا میٹ کیا گیا ہے۔

(۳) نماز کے لئے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی تمدن اور ترقی کی جان ہے، اتحاد و یگانگت اور تبادلہ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے، ایک جاہل بہت سی باتیں نظیر و نمونہ سے سیکھ سکتا، اور ایک عالم بآسانی تبلیغ کر سکتا ہے، ایک امیر غریب کے دوش بدوش کھڑا ہو کر مساوات کا سبق لیتا، اور ایک غریب امیر کے برابر بیٹھ کے سچے دل سے انصاف سے

اپنی رُوح کو خرسند کر سکتا ہے؛

(۴) جو لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں، یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سُستی کرتے ہیں، وہ ان اخلاقی فضائل سے محروم رہتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کے فرد ایسے اعلےٰ اخلاق سے خالی ہوں گے، وہ کیا ہونگے۔

خداوند کریم نے فرمایا ہے:-

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔

نماز، نماز پڑھنے والوں کو ناپاک کاموں اور لائق انکار فعلوں سے روک دیتی ہے؛ اور اللہ کے ذکر میں تو فوائد اور فیوض، انوار و اسرار اس سے بھی بہت زیادہ، اور بہت بڑھ کر ہیں؛

مواخات (۱) اللہ جل جلالہ نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بتلایا ہے؛ اور یوں ارشاد فرمایا ہے:-

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖۤ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا

اور تم سب خدا کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم لوگ تو آگ کے ایک گڑھے کے کنارہ پر تھے جس سے خدا نے تمہیں نجات و خلاصی عنایت کی؛

اس اخوت کا اثر یہ تھا۔ کہ ایک مسلمان کسی مخالف قوم سے معاہدہ کر لیتا تھا اور کل قوم اُس معاہدہ کی کامل پابندی کرتی تھی؛

ایک مسلمان اگر کسی دور دست ملک میں چلا جاتا تھا؛ تو تمام قوم اُسکی خیر عافیت کے لئے بیتاب رہتی تھی؛ اور اگر وہ کسی ظالم کے ظلم کا شکار ہو جاتا تو تمام قوم اُس کے انتقام اور خونبہا لینے کو اپنا اعلےٰ فرض جانتی تھی؛

قوم کے ہر ایک یتیم، ہر ایک رانڈ، ہر ایک طالب علم کی ضروریات کا پورا کرنا ہر مسلمان اپنے لئے ایسا ہی فرض سمجھتا تھا؛ جیسا اپنی اولاد اور اپنے ماں جائے بھائی کی اولاد و بیوہ کیلئے سمجھتا تھا؛

(۲) اِس اخوت سے بڑھکر ایک اور اخوت تھی جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک شخص کے ساتھ قائم فرمایا کرتے۔ ایسی اخوت مکہ میں اہل مکہ الف کے درمیان اور مدینہ میں ب مہاجرین و انصار کے درمیان نیز باہمی اہل مدینہ کے درمیان بھی قائم فرمائی گئی تھی۔ جو مواخات مہاجرین و انصار کے درمیان قائم ہوئی وہ زیادہ تر مشہور رہے؛

اس مواخات کے بعد باہمی تعلقات کا اثر یہاں تک ہُوا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی وراثت[1] میں سے حصّہ لیتا تھا! اور بھائی بننے سے پہلے گھنٹہ کے بعد امیر بھائی غریب بھائی کو اپنی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائداد کا نصف تقسیم کر دیتا تھا۔ مورخین نے اُن بزرگوں کے نام بھی درج کئے ہیں جن میں یہ سلسلہ مواخات مستحکم کیا گیا تھا۔ ہم تبرّکاً چند اسماء مبارک درج کرتے ہیں؛

(الف) (۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	علی مرتضیٰ رضؓ
(ب) (۲) ابو بکر صدّیق رضؓ	خارجہ بن زیدؓ عقبی بدری
(۳) عمر فاروق رضؓ	عتبان بن مالکؓ بدری
(۴) عثمان ذو النّورینؓ	اوس بن ثابتؓ عقبی بدری
(۵) جعفرؓ بن ابی طالب ہاشمی	معاذ بن جبلؓ عقبی بدری
(۶) ابو عبیدہ بن جراحؓ قرشی الفہری	سعد بن معاذؓ بدری۔ اہتزلہ عرش الرحمٰن
(۷) عبد الرحمن بن عوفؓ قرشی الزہری	سعد بن ربیعؓ عقبی بدری
(۸) زبیر بن العوامؓ قرشی الاسدی	سلمہ بن سلامۃ العقبی
(۹) طلحہ بن عبید اللہؓ قرشی التیمی	کعب بن مالکؓ عقبی
(۱۰) سعید بن زیدؓ قرشی العدوی	ابی بن کعبؓ عقبی بدری
(۱۱) مصعب بن عمیرؓ قرشی العبدری	ابو ایوبؓ عقبی بدری

[1] تقسیم وراثت کا دستور اُس وقت تک رہا، جبتک کہ قوم میں فراغت اور آسودگی عام نہوئی۔ اسکے بعد وراثت ثانی طرف منتقل کر دی گئی

(۱۲) ابوحذیفہ بن عتبہؓ	عباد بن بشرؓ
(۱۳) عمار بن یاسرؓ	حذیفہ بن الیمانؓ
(ج) (۱۴) سلمان فارسی	ابوالدرداء حکیم الامتؓ
(۱۵) منذر بن عمرؓ	ابوذر غفاری

رضی اللہ علیہم اجمعینؓ

دُنیا میں برادرہڈ کا ایسا اعلےٰ نمونہ اسلام کے سواء اور کسی جگہ نظر نہیں آتا؛

اذان

سنہ ۲ھ میں اذان کا طریق جاری ہؤا؛

اذان کی ضرورت اور منشاءِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

اذان کی ضرورت اول اس لئے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کے جمع کرنے کے واسطے کونسا طریق اختیار کیا جائے کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر آگ روشن کر دی جایا کرے؛ (جیسا مجوس میں دستور تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ سینگ (بگل) بجایا جایا کرے؛ (جیسا کہ یہود کا معمول تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ گھنٹے بجائے جایا کریں (جیسا کہ نصاری کیا کرتے تھے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا؛ دوسرے دن عبداللہ بن زید انصاریؓ؛ اور حضرت عمر فاروقؓ نے یکے بعد دیگرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ انہوں نے خواب میں ان الفاظ کو سنا ہے؛ جو اب اذان میں کہے جاتے ہیں؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی الفاظ کے با آواز بلند پکارنے کو مشروع فرمادیا؛ یہ الفاظ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس منشاء عالی کو پورا

---

[۱] تاریخ ابن خلدون۔ امام ابن تیمیہ ابن القیم کا مختار یہ تھا کہ مواخات میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کو شامل کیا گیا تھا؛ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے؛ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ کو مواخات میں اپنے ساتھ شامل کیا ہو کیونکہ حضرت مرتضیٰ بھی مہاجر ہیں؛ دیگر علماء نے اس رائے کو قبول نہیں کیا۔ اور انہوں نے اور بھی چند ایسی نظیریں بیان کی ہیں جن میں فریقین مہاجر تھے؛ اور یہی قوی مذہب ہے؛

سلسلہ مواخات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا؛ اول تو اس لئے کہ وہ رشتہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بھائی لگتے تھے، دوسرے اسلئے کہ اگر کسی ایسے مسلمان کو بھائی بناتے؛ جو رشتہ میں بھائی نہ ہوتا؛ تو آئندہ طرح طرح کی مشکلات جدیدہ کے پیدا ہونے کا احتمال تھا؛

کرتے ہیں، جو تشریع احکام میں ہمیشہ منظور نظر اقدس رہا ہے،

اذان اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریق ہے کہ عالمگیر مذہب کیلئے ایسا ہی ہونا ضروری تھا، اذان درحقیقت اصول اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے مسلمان اسی کے ذریعہ سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندگان کے کانوں تک اپنے اصول پہونچا دیتے، اور راہ نجات سے آگاہ کر دیتے ہیں، چھوٹے چھوٹے رسالوں (ٹریکٹ) کی تقسیم اور ملک گیر تن کے تشدد بھی اس خوبی کو نہیں پا سکتے، اذان ثابت کرتی ہے، کہ اسلام نے گھونگوں اور دھاتو کو انسانی آواز پر ترجیح نہیں دی، اور یہ بھی ایک طریق بُت پرستی کے انسداد اور توحید کی تائید کا ہے،

سلمان پارسی کا اسلام ۲ ہجری میں سلمان پارسی مسلمان ہوئے۔ یہ اصفہان کے باشند تھے، ان کے مذہب قدیم میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی،

دین حقہ کی تلاش میں گھر سے نکلے، اور عرب تک آئے، کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا تھا، دس سے زیادہ مذاہب کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے تھے، جس یہودی کے پاس رہا کرتے تھے، وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبی کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا جب حضرت سلمانؓ نے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو اُن علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سُنے تھے، آنحضرتؐ کو پہچان لیا، اور مسلمان ہو گئے، اور ملک فارس کا پہلا پھل کھلائے،

تحویل قبلہ ۲ھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی، کہ جس بارہ میں کوئی حکم الٰہی موجود نہ ہوتا، اس میں اہل کتاب سے موافقت فرمایا کرتے[۵]،

نماز آغاز نبوۃ ہی میں فرض ہو چکی تھی، مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا، اسلئے مکہ کی تیرہ سالہ اقامت کے عرصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رکھا،

---

۵ عن ابن عباس، تیسیر الوصول جلد ۱، باب ..السلم ..والفرق،

مدینہ میں پہونچکر بھی یہی عمل رہا، مگر ہجرت کے دوسرے سال (یا ۱۷ ماہ کے بعد) خدا نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا، یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلی منشا کے موافق تھا۔ کیونکہ آنحضرتؐ دل سے چاہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے، جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جسے مکعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے کعبہ، اور صرف عبادت الٰہی کیلئے بنائے جانے کی وجہ سے بیت اللہ، اور عظمت و حرمت کی وجہ سے مسجد الحرام کہا جاتا تھا،

اس حکم میں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے

(۱) یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ پاک کو جملہ جہات سے یکساں نسبت ہے،

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا

(۲) اور یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ عبادت کے لئے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات مردم میں شائع رہا ہے،

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا

(۳) اور یہ بھی بتایا گیا ہے، کہ کسی طرف منہ کرنا اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا،

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

(۴) اور یہ بھی بتایا گیا ہے، کہ تعیین قبلہ کا بڑا مقصد یہ بھی ہے، کہ متبعین رسولؐ کے لئے ایک متمیز علامت قرار دی جائے،

لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ،

یہی وجہ تھی۔ کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے۔ اس وقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا، کیونکہ مشرکین مکہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے، اور کعبہ کو تو انہوں نے خود ہی اپنا بڑا معبد بنا رکھا تھا، اسلئے شرک چھوڑ دینے اور اسلام قبول کرنیکی بیّن علامت مکہ میں یہی رہی کہ مسلمان ہونے والا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرے

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہنچے۔ وہاں زیادہ تر یہودی یا عیسائی ہی آباد تھے۔ وہ مکہ کی مسجد الحرام کی عظمت کے قائل نہ تھے۔ اور بیت المقدس کو تو وہ بیت ایل یا ہیکل تسلیم کرتے ہی تھے۔ اسلئے مدینہ میں اسلام قبول کرنے اور آبائی مذہب چھوڑ دینے کی علامت یہ ٹھہرائی گئی ۔ کہ مکہ کی مسجد الحرام کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جایا کرے۔

حکم الٰہی کے مطابق یہی مسجد ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کا قبلہ قرار دی گئی۔ اس مسجد کو قبلہ قرار دینے کی وجہ اللہ تعالےٰ نے خود ہی بیان فرمادی ہے :۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ یہ مسجد دنیا کی سب سے پہلی عمارت ہے جو عبادت الٰہی کی غرض سے بنائی گئی۔ پس چونکہ اسے تقدم زمانی اور عظمت تاریخی حاصل ہے۔ اسلئے اس کو قبلہ بنایا جانا مناسب ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ۔ دوم، یہ کہ اس مسجد کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور حضرت ابراہیم ہی یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے جد اعلےٰ ہیں۔ اسلئے ان شاندار قوموں کے پدر بزرگوار کی مسجد کو قبلہ قرار دینا گویا اقوام ثلثہ کو اتحاد نسبی وجسمانی کی یاد دلا کر اتحاد روحانی کے لئے دعوت دینا اور متحد بن جانے کا پیغام اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ سنا دینا تھا۔

میں یقین کرتا ہوں۔ کہ کعبہ کے تقدم زمانی اور عظمت تاریخی کا انکار کوئی مذہب بھی نہیں کرسکتا یہودی اور عیسائی متفق ہیں۔ کہ یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے قائم کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسکی تعمیر فرمائی۔ اسلئے کعبہ کی تعمیر یروشلم کی تعمیر سے تقریباً ۹۲۱ سال اور حضرت مسیح سے ایکہزار نو سو اکیس سال پیشتر کی ہے۔ مسٹر آر سی۔ دت نے اپنی تاریخ سویلیزیشن آف انشیئنٹ انڈیا، میں متعدد عالموں کی شہادات کو جمع کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو وید کا ابتدائی زمانہ ہے، مسیح سے چودہ سو سے دو ہزار سال پیشتر کا تھا۔ نیز لکھا ہے۔ کہ اس دور میں کوئی مندر نہ تھا۔ اس سے ثابت ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت

آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا!

مجموعہ بائیبل سے معلوم ہوتا ہے! کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو پہلے سے بتلا دیا تھا کہ جو مسجد آخر میں قبلہ قرار دی جاویگی، وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے برتر ہوگی،

نمونہ کے لئے چند حوالجات ملاحظہ فرمایئے!

اوّل: یسعیاہ نبی کی کتاب کا ۶۰ باب ملاحظہ کیجئے! اس میں تمام عبارت مکہ کی تعریف میں ہے۔ خصوصًا ۵ ورس سے دیکھو!

"سمندر کی فراوانی تیری طرف پھریگی! اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی ۶۔ اونٹنیں کثرت سے تجھے آکے چھپا لیں گی! مدیان اور عیفہ کے اونٹ وے سب جو سبا کے ہیں، آوینگے! وے سونا اور لبان لاویں گے! اور خداوند کی بشارت سناویں گے! ۷۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی! نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے! وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاوینگے! اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا!"

واضح ہو کہ شوکت کا گھر ٹھیک لفظی ترجمہ بیت الحرام کا ہے! اور خانہ کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں مذکور ہے! جس سے پہلے نوشتوں کی تصدیق ہوتی ہے! اس گھر کو بزرگی دینے سے مطلب اسے قبلہ قرار دینا ہے!

یہ بات، کہ اس مقام پر شوکت کے گھر سے مراد کعبہ ہے! نہ کوئی اور مقام! اس دلیل سے صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ ورس ۶و۷ میں مدیان، عیفا، سبا، قیدار اور نبیط کے لوگوں کا جمع ہونا، قربانیاں کرنا بتلایا گیا ہے! یہ پانچوں حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے یا پوتے ہیں! جو عرب میں آباد ہوئے۔ اور جن کی نسل کے قبیلے صرف محمد رسول اللہؐ کے دین میں داخل ہوئے۔ نہ عیسائی تھے نہ یہودی تھے۔ اور ان سب نے مل کر صرف ایک مذبح منیٰ ہی پر قربانیاں پیش کی تھیں! قوموں کے نام منیٰ کا پتہ۔ عرب کا فاطبۃً مسلمان ہو جانا! حجۃ الوداع میں سب کا نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہونا!

ایسے تاریخی واقعات ہیں جو مندرجہ بالا آیت کے معنی کو بالکل یقینی بنا دیتے ہیں۔

دوم حجی نبی (ق - م - ۵۲۰ سال) کی کتاب میں ہے :-

"۹- اِس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا۔ رب الافواج فرماتا ہے اور میں اِس مکان کو سلامؔ (سلامتی یا اسلام) بخشونگا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔"

سوم - مکاشفات یوحنا ۳ باب ۱۲ درس میں ہے :-

"۱۲- میں اُسے جو غالب ہوتا ہے، اپنے خدا کی ہیکل کا ستون بناؤنگا۔ اور اپنے خدا کا شہر یعنی نئے یروسلم کا نام جو میرے خدا کے حضور سے آسمان سے اُترتی ہے اور اپنا نیا نام اُسپر لکھونگا، جسکا کان ہے، سُنے کہ روح کلیسیاؤں سے کیا کہتی ہے"

یوحنا نے نئے یروسلم اور نئے نام کا ذکر کیا ہے۔ نیا یروسلم کعبہ ہے، اور خدا کا نیا نام جس سے اہل عرب بھی باوجود اہل زبان ہونے کے ناواقف تھے، اسم پاک رحمٰن ہے جسے اسلام نے ہی ظاہر کیا، نئے یروسلم کا آسمان سے اترنا یہ معنی رکھتا ہے، کہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانیکا حکم آسمان سے نازل ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (ہمنے دیکھا کہ تم آسمان کیطرف اپنا چہرہ کرکے دیکھ رہے ہو، اِسلئے حکم ہے، کہ جو قبلہ تمہیں پسند ہے، اُسی کی طرف پھر جاؤ)

---

۵۱ عربی بائیبل مطبوعہ ۱۸۷۱ء مقام آکسفورڈ صفحہ ۱۳۳۹۔ پر اس آیت میں لفظ سلام اور اردو بائیبل مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۱ء میں لفظ سلامتی ہے۔ اسلئے مسلمانوں کا حق ہے کہ اسکا ترجمہ اسلام کریں۔ کیونکہ ہر نماز کے بعد مسلمان اسی لفظ سلام کا استعمال اس دعا میں کرتے ہیں :- اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاَرْزُقْنَا السَّلَامَ۔ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔

۵۲- اہل عرب اسم رحمٰن سے جبکا نزول قرآن میں ہوا۔ بہت ناراض ہوتے تھے، وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ (سورہ فرقان) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ ۔

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (سورہ انبیاء) رحمٰن کا ذکر آجائے پر وہ بہت انکار کرتے ہیں۔ سہیل نے انعقاد صلح حدیبیہ کے وقت کہا تھا :- وَاَمَّا الرَّحْمٰنُ فَوَاللّٰهِ لَا نَعْرِفُهٗ خدا کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے ۔

چہارم - زبور ۸۴ میں ہے

(عربی)

"(۴) طُوبَى لِلسَّاكِنِينَ فِي بَيْتِكَ أَبَدًا يُسَبِّحُونَكَ (سلاه)"

"(۵) طُوبَى لِأُنَاسٍ عِزُّهُمْ بِكَ. طُرُقُ بَيْتِكَ فِي قُلُوبِهِمْ"

"(۶) عَابِرِينَ فِي وَادِي الْبُكَاءِ. يُصَيِّرُونَهُ يَنْبُوعًا"

"أَيْضًا بِبَرَكَاتٍ يُغَطُّونَ مُورَةً"

(کتاب المقدس طبع بنفقة الجمعية البريطانية والاجنبية لاجل انتشار الكتاب المقدسة في مطبعة المدرسة من المدينة اوكسفورد في سنة ۱۸۷۱ مسيحية)

(اردو)

"(۴) مبارک وے ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں وے سدا تیری ستایش کرینگے (سلاہ)"

"(۵) مبارک وہ انسان جسمیں قوت تجھ سی ہے۔ ان کے دل میں تیری راہیں ہیں"

"(۶) وے بکّا کی وادی میں گزر کرتے ہیں۔ اُسے ایک کنواں بناتے"

"پہلی برسات اُسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی"

(کتاب مقدس۔ مطبوعہ آرفن سکول۔ مرزاپور ۱۸۷۰ء)

(انگریزی میں ہے)

(4) "Pleased are they that dwell in thy house: they will be still praising thee." (Selah)

(5) "Blessed is the man whose strength is in thee; in whose heart are the ways of them."

(6) "Who passing through the valley of Baca make it a well; the rain also filleth the pools."

ان ہر سہ زبان کی عبارات سے جو ایک ہی مشن سوسائٹی کی شائع کردہ ہیں متفق طور پر مندرجہ ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں :-

(۱) درس چہارم کی رو سے یہ کہ خدا کا ایک گھر ہے، اور وہاں کے باشندوں کو مبارک بتلایا گیا ہے، اور ان کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ خدا کی تسبیح و ستائش کرتے ہونگے

(۲) درس پنجم کی رو سے یہ کہ اُن لوگوں کی عزت و قوت کا باعث اللہ تعالیٰ ہی ہوگا، اور اسباب دُنیوی ان کی عزت و قوت کا باعث نہ ہونگے۔

(۳) درس ۶ کی رو سے لفظ بکّا، عربی۔ اردو۔ انگریزی تینوں زبانوں میں موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ بکّا وہ اسم معرفہ (پروپر ناؤن) ہے جو کسی زبان میں بھی نہیں بدلا گیا۔ اور انگریزی تحریر میں اسمائے معرفہ کا پہلا حرف بڑے حرف سے لکھے جانے کا جو قاعدہ ہے اُسی کے مطابق انگریزی کی بائیبل میں لفظ بکّا کا پہلا حرف بی بھی بڑی بی کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

(۴) لفظ وادی عربی و اردو میں اور لفظ وے لی (valley) جو بمعنے وادی ہے انگریزی میں لفظ بکّا سے پہلے موجود ہے۔

(۵) ہر سہ زبان کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ وہاں بسنے والے وادی بکّا[۱] میں ایک کنواں بھی بنائیں گے۔

اب ہم ان سب کا ثبوت دیتے ہیں :-

(الف) ساکنین بیت جس کا ذکر درس ۴ میں ہے، وہ اسمٰعیلؑ اور ان کی اولاد ہے، حضرت

---

[۱] ابن ہشام المتوفی ۲۱۳ھ کی سیرت صفحہ ۳۹ میں ہے، انّ بکّۃ اسم البطن مکّۃ لانّھم یتباکون فیھا۔ دوسرا قول وجہ تسمیہ کی بابت یہ ہے۔ انّما سمّیت بکّۃ۔ الّا انّھا کانت تبکّ اعناق الجبابرۃ اذا احدثوا فیھا شیئًا۔ (ابن ہشام صفحہ ۳۹)

ابراہیمؑ کی دعا قرآن مجید میں ہے:۔ رَبَّنَا اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ۔ (اے خدا۔ میں نے اپنی ذریت کو اس وادی میں جس میں روئیدگی نہیں ہوتی تیرے عزت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے)۔

(ب) یہ وادی جس کی صفت آیت بالا میں غیر ذی زرع ہے اسی کا نام قرآن مجید کی دوسری آیت میں بکہ ہے، اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کیلئے بنایا گیا ہے، وہ ہے جو بکہ میں ہے) اب قرآن اور زبور کا اتفاق ہو گیا۔ کہ مکہ کا نام خدا کے ہاں بکہ ہے۔

(ج) اب ایک کنواں بنانے کا ثبوت باقی رہا۔ جو وادی بکہ میں ہو۔ بخاری کی حدیث (کتاب الانبیا صفحہ ۳۳) عن ابن عباس میں اسمٰعیل علیہ السلام اور انکی والدہ کے یہاں آ کر آباد ہونے کی بابت ایک طویل و مسلسل حدیث ہے۔ اس کے فقرہ نمبر ۲ میں یہ عبارت ہے:۔ فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِیَ سَعَتْ جب ہاجرہ اس وادی میں پہنچی تو وہاں (پانی کیلئے) دوڑی۔ پھر فقرہ نمبر ۲۹ میں ہے:۔ وغمز عقبہ علی الارض قال فانبثق الماء فدھشت ام اسمٰعیل فجعلت تحفر (فرشتہ) نے ایڑی زمین پر ماری۔ پانی ابل پڑا۔ اسمٰعیل کی ماں حیران ہو گئی۔ پھر اُسے کھود کر کنواں بنانے لگی۔

ناظرین! آپ نے دیکھا، کہ زبور کے اس مقام میں بکہ کا نام بھی نکل آیا۔ وہاں کی مسجد کا نام بیت اللہ بھی ثابت ہو گیا، وہاں ایک کنوئیں کا ہونا بھی تحقیق ہو گیا۔ اور وہاں کے رہنے والوں کا مبارک ہونا۔ ہمیشہ یادِ خدا میں رہنا بھی ثابت ہو گیا!

ہمارے مضمون تحویل قبلہ کی مناسبت سے یہ کافی دلیل ہمارے مدعا کی ہے!

اس کے بعد اس قدر اور بھی گذارش کر دینا چاہتا ہوں کہ درس ۵ میں عربی عبارت کا مفہوم اردو اور انگریزی زبور کی عبارت اور مفہوم سے زیادہ صاف ہے۔

عربی میں ہے:۔ "طرق بیتک فی قلوبھم" اس کا لفظی ترجمہ ہے "انکو دلوں میں

تیرے گھر کی راہیں ہیں"۔ لیکن اردو زبور میں ہے "ان کے دل میں تیری راہیں ہیں" اور انگریزی میں ہے:- "In whose heart are the ways of them"

اردو اور انگریزی نے لفظ بیت (گھر) کا ترجمہ اڑا دیا ہے۔ اردو میں "تیری راہیں" اور انگریزی میں "them" "ان کی راہیں" لکھا ہے۔ قرآن پاک اس بارہ میں صاف ہے:-

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ

(سورہ ابراہیم آیت ۳۷)

اے میرے خدا میں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں جہاں روئیدگی نہیں تیرے شوکت والے گھر کے پاس بسایا ہے اے خدا۔ یہ اسلئے کیا کہ یہ سب (بسنے والے) نمازوں کو قیام دیں، اب تو لوگوں کے دلوں میں ان (بسنے والوں) کی محبت ڈالدے اور انکو سب طرح کے میووں کی روزی دیا کر کہ یہ شکر گذار رہیں

دوسری عرض یہ ہے کہ درس ۵ کا پہلا جزو عربی میں یہ ہے "طوبی لاناس عزھم بک" اس میں لفظ اناس بصیغہ جمع ہے۔ اور عزھم میں "ھم" بھی ضمیر جمع ہے لیکن اردو میں یہ الفاظ ہیں "مبارک وہ انسان جسمیں قوۃ تجھ سے ہے" اور انگریزی میں یہ الفاظ ہیں

"Blessed is the man whose strength is in thee."

اردو میں لفظ "انسان" اور "جس" ، اور انگریزی میں لفظ "مین" اور "ہو" واحد کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ عربی ترجمہ کی صحت اور اردو انگریزی ترجمہ کی غلطی اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اسی درس کے دوسرے جزو میں اردو میں "ان کے" اور انگریزی میں "them" جمع کے لئے موجود تھے۔

عربی توراۃ کا فقرہ "طُوبٰی لِاُنَاسٍ عِزُّھُم بِكَ" درحصل فقرہ نمبر ۳ "طُوبٰی لِلسَّاكِنِينَ فِي بَيْتِكَ" ہی کی صفت ہے۔

الغرض توراۃ کے اس مقام سے مکہ۔ بیت اللہ۔ زمزم۔ اولاد اسمعیل صاف طور پر ثابت ہیں

وللّٰہ الحمد

فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے اسی گھر کو جو وادی بکا میں ہے ہمارا قبلہ بنایا، نہ کہ یروشلم کو، کیونکہ ایک ایسے دین (اسلام) کیلئے جسکی بابت لیظہرہ علی الدّین کلّہ (وہ سب دینوں پر اپنا غلبہ کرے) فرمایا گیا ہے، اسی گھر کا قبلہ ہونا مناسب تھا نہ کہ اُس کا، جسے ہر ایک کافر فاتح نے توڑا، اور ویران کیا، اور بالآخر سنڈاس کی جگہ بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی کئی دفعہ غلام بننا، قیدی ہونا، جلاوطن ہونا پڑا ہو۔

خدا نے زبور کی مندرجہ بالا آیت ۴ و ۵ میں جو وادی بکا کے بیت اللہ کے پاس رہنے والوں کو مبارک بادی دی ہے، اس کا ہزاروں برس سے یہ بھی اثر رہا ہے، کہ اس قوم پر اور اس گھر (کعبہ) پر کسی غیر قوم کا قبضہ نہیں ہوا۔

زکوٰۃ — علم الاقتصاد یا تمدّن یا پولیٹیکل اکانومی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افراد قوم میں بہ لحاظ فقر و دولت کیونکر ایک تناسب قائم کیا جائے۔

حکیم سولون کے عہد سے لیکر آجتک کوئی انسانی دماغ اس عقدہ کی گرہ کشائی نہیں کر سکا۔

یوروپ میں

نہلسٹ (جن کا مقصد یہ ہے، کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تصرف و یکساں حقِ مالکیت ہو۔)

سوشیالسٹ، (جنکا مقصد یہ ہے، کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اُٹھا دیا جائے، اور جمہور کی ملک میں کر دیا جائے)۔

نیشنلسٹ، (جنکا مقصد یہ ہے کہ، ارضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے)؛

فرقے اسی لئے پیدا ہو گئے ہیں، کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔

املاک پر سے حقِ ملکیت مالکان کا اُٹھا دیا جانا اسقدر عملاً محال ہے، کہ دنیا میں کبھی

بھی اس کا رواج نہ ہوگا۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ (سورۂ نحل)

رزق میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے اور جنکو یہ برتری ملی ہے وہ اپنا حصّہ اُن لوگوں کو جنکے وہ مالک ہو چکے ہیں (اسلئے) واپس نہ کریں گے کہ سب آپس میں برابر ہو جائیں۔

اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی برترین متمدّن قوم بنانا چاہتا ہے، اس مسئلہ پر توجہ کی اور اُسے ہمیشہ کے لئے طے کر دیا، اور اسی کا نام فرضیت زکوٰۃ ہے۔

(۳) زکوٰۃ ۲ھ ہجرت میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی سے مسکینوں کا ہمدرد۔ غریبوں پر رحم کرنیوالا۔ دردمندوں کا غمگسار تھا۔ اور اسلام میں شروع ہی سے مساکین اور غربا کی دستگیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی۔ اُن کی ہمدردی کو غربا کا رفیق بنایا جاتا تھا، اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غربا و مساکین کے لئے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے، تاہم کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہ تھا۔ جس پر بطور "آئین و ضابطہ" کے عمل کیا جاتا ہو۔ اِسلئے دولتمند جو کچھ بھی کرتے تھے اپنی فیاضی و نیکدلی سے کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض اور اسلام کا تیسرا رُکن (کلمۂ شہادت اور نماز کے بعد) قرار دیا۔ زکوٰۃ، در حقیقت اُس صفت ہمدردی و رحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے، جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً و فطرتاً موجود ہے۔

زکوٰۃ، ادا کرنے سے ادا کرنیوالے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت۔ اخلاقِ انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ اور بخل و امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے۔ اور یہ فائدہ بھی، کہ غربا و مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے۔ اور اس لئے بےحد دولت کا جمع ہو جانا بھی اُس میں تکبّر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا۔

اور یہ فائدہ بھی ہے، کہ غربا کے گروہ کثیر کو اُس کے ساتھ ایک اُنس و محبت اور اُس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے مال میں اپنا ایک حصّہ موجود و قائم سمجھتے ہیں، گویا دولتمند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی مثال پیدا کر لیتی ہے، جس میں اونٰے اور اعلےٰ حصّے کے حصّہ دار شامل ہوتے ہیں۔

قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔

اسلام نے مساکین کا حق امرا کی دولت میں بنام نہاد زکوٰۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنیوالے مالوں میں مقرر کیا ہے جن میں سے ادا کرنا بھی ناگوار نہیں گزرتا۔ اموال نامیہ میں تجارت زراعت اور مواشی (بھیڑ بکری، اونٹ، گائے) نقدیت معادن اور دفائن شمار ہوتے ہیں[۵]

اب یہ دکھلانا ضروری ہے۔ کہ جو نقد و جنس زکوٰۃ سے حاصل ہو، اس کے مستحق کون کون لوگ ہیں، قرآن مجید میں ہے:۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ	زکوٰۃ و صدقات کا مال۔ (۱) فقیروں اور (۲) مسکینوں کے لئے
لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ	ہے۔ (فقیر و مسکین کا فرق کتب فقہ میں دیکھو)،
وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا	(۳) اور تحصیلداران زکوٰۃ کیلئے (جنکی تنخواہیں ادا ہونگی)
وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ	(۴) اور اُن لوگوں کے لیے جنکی دل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نو مسلم لو
وَفِي الرِّقَابِ	(۵) اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے،
وَالْغٰرِمِيْنَ	(۶) اور ایسے قرضداروں کا قرضہ چکانیکے لئے جو قرض نہ اُتار سکتے ہوں،
وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	(۷) اور اللہ کے رستہ میں (یعنی جنگ کاموں کے لئے) (اسکی تفصیل بھی کتب فقہ میں دیکھئے)
وَابْنِ السَّبِيْلِ (سورۂ توبہ ع)	(۸) اور مسافروں کے لئے ہے۔

جن آٹھ مدات پر زکوٰۃ کی تقسیم کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے، کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور

---

[۵] جنس و مقدار زکوٰۃ کی شرح کتب فقہ میں درج ہے۔ وہاں دیکھنی چاہیئے۔ اُس کا موضوع کتاب ہذا سے زائد تھا۔

قوم اور افراد کی نوعی و شخصی ضروریات کو کیسی خوبی سے پورا کر دیا گیا ہے۔

اس تقسیم کے نمبر ۵ پر مزید غور کرنا چاہیئے کہ اسلام، اسلامی سلطنت کی کل آمدنی کو ۸ مدات پر تقسیم کر کے پانچویں مد آزادی غلامان قرار دیتا ہے۔

جو لوگ تاریخ پر عبور رکھتے ہیں، انہیں علوم ہے کہ غلامی دنیا کے تمام متمدن ممالک چین، ہندوستان، مصر، روما، ایران میں ہزاروں سال سے رائج تھی، حضرت مسیح نے غلامی کے خلاف ایک حرف بھی بیان نہیں کیا، مگر پولوس نے غلامی کو تقویت دینے کیلئے ضرور زور دیا ہے۔ پولوس کہتے ہیں:-

"اے غلامو! تم اُن کی جو جسم کی نسبت تمہارے خاوند ہیں، اپنے دلوں کی صفائی سے ڈرتے اور تھرتھراتے ہوئے ایسے فرمانبردار بنو جیسے مسیح کے" افسیون باب ۶ درس ۵۔

علیٰ ہذا القیاس دیکھو اتمطاؤس باب ۶-۱ و ۲۔ طیطاؤس ۲-۹ نیز الپطرس ۲-۱۸۔

پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے غلاموں کی تائید میں وعظ شروع کیا۔ اور اس بارہ میں مختلف مدارج مقرر کئے۔

اوّل- آزادیٔ غلامان کو نیکی کا اصل اصول بتلایا۔ والسائلین و فی الرقاب۔ بقرہ ع ۱۲

دوم- آزادیٔ غلامان کو حصول نجات کا ذریعہ بتلایا۔ فلا اقتحم العقبۃ وما ادرٰک ما العقبۃ فک رقبۃ۔ سورہ بلد پ ۳۰

سوم- آزادی غلامان کو بعض تقصیرات میں بطور تعزیر و کفارہ کے مقرر فرمایا۔ مثلاً قتل خطا، (جیسے حالیہ قانون قتل مستلزم السزا کہتا ہے) کی تین حالتوں-

(الف) مقتول مسلمان ہو-
(ب) مقتول مسلمان ہو، مگر دشمن قبیلہ کا فرد ہو
(ج) مقتول (غیر مسلم اور) زیر معاہدہ قوم میں سے ہو۔
} ایک غلام آزاد کرنا چاہیئے (سورہ نساء ع ۱۳)

(د) نقض یمین کا کفارہ ... ... آزادی غلام ہے (مائدہ ع ۱۲)

(ھ) ظہار کا کفارہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آزادی غلام ہے (مجادلہ۔ ع ۱)

(و) رمضان کا ایک روزہ توڑنے کا کفارہ ۔ ۔ ۔ ″ (حدیث شریف)

(ز) آقا غلام کو سخت مارے، اُسکا کفارہ ۔ ۔ ۔ ″ (حدیث شریف)

بالآخر ان سب کے بعد اسلامی سلطنت کی آمدنی کا آٹھواں حصّہ ہمیشہ کے لئے اسی کام کے لئے خاص کر دیا ہے۔

اُنیسویں صدی میں انگلستان نے آزادیٔ غلاماں پر لاکھوں روپے صرف کئے تھے، یہ ایسا فخر ہے، کہ یوروپ کی کوئی سلطنت اسکی برابری نہیں کرسکتی، لیکن اسلام کے الٰہی حکم کو دیکھو۔ کہ تیرہ سو برس پہلے سے اس کام کیلئے کل آمدنی کا ایک آٹھواں مقرر کر دیا گیا ہے۔ کیا کوئی اہل دل اب بھی ایسا ہے، جو اسلام کی اس فضیلت کا انکار کریگا؟۔

تقسیم زکوٰۃ کے نمبر ۶ پر بھی غور کرنا چاہیئے، حالیہ زمانہ نے قرضداروں کی سہولت کے لئے بینک قائم کئے ہیں، لیکن بینکوں کے قیام کا نتیجہ یہ ہے کہ سینکڑوں املاک غریب لوگوں کے قبضہ سے نکل نکل کر بینک کے پاس چلی گئی ہیں، اور خاص خاص لوگوں کے سوا، عوام میں افلاس و تنگدستی کی ترقی ہو گئی ہے۔ قرض کا بلا سود کے ملنا محال ہو گیا ہے، اور انہی مشکلات کی وجہ سے بعض طبائع نے جواز سود کی صورتوں کے نکالنے میں موشگافیاں کی ہیں۔

لیکن دیکھو اسلام کا احسان، کہ اُس نے قرض سے برباد ہونے والوں کے بچاؤ کا کیسا عجیب انتظام کیا ہے۔

بیشک سُود کی حُرمت کا حکم سُنانا بھی اسلام ہی کا حق ہے، جس نے قرضداروں کی گلو خلاصی کے لئے ایسے عجیب انتظامات بھی کئے ہیں۔

اب زکوٰۃ کے متعلق یہ حدیث یاد رکھنی چاہیئے:۔

ان ھذہ الصدقات من اوساخ الناس وانھا لا تحل لمحمد ولا لآل محمد	یہ صدقہ کا مال لوگوں کی میل کچیل ہوتا ہے۔ محمد اور محمد کے کنبہ والوں کو یہ حلال نہیں ہے

اس حرمت کے حکم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضورؐ کا کنبہ، چچے، پھوپھیاں، چچیرے بھائی اور ان سب کی اولاد۔ اور ان سب کے لونڈی غلام بھی داخل ہیں تاکہ کسی شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پر کسی قسم کے وہم کا شائبہ بھی نہ گذر سکے۔

رمضان۔ سنہ ۲ ہجری مقدس | رمضان کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوئے۔ اور سال میں ایک مہینے کے روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن قرار پایا۔

(۱) روزے صحت کو بڑھاتے ہیں؛

(۲) امراء کو غربا کی حالت سے عملی طریق پر باخبر کرتے ہیں؛

(۳) شکم سیروں اور فاقہ مستوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دینے سے قوم میں مساوات کے اصول کو تقویت دیتے ہیں؛

(۴) قوت ملکیہ کو قوی اور قوت حیوانیہ کو کمزور بناتے ہیں؛

(۵) قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ روزے خدا ترسی کی طاقت انسان کے اندر محکم کر دیتے ہیں، (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ تاکہ تم تقویٰ والے بنجاؤ)

تقوی کی مثالوں پر غور کرو:۔

گرمی کا موسم ہے۔ روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ تنہا مکان میں ٹھنڈا پانی اس کے سامنے موجود ہے، مگر وہ پانی نہیں پیتا۔

روزہ دار کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے، بھوک کی وجہ سے جسم میں ضعف بھی محسوس کرتا ہے، کھانا میسر ہے، کوئی شخص اُسے دیکھ بھی نہیں رہا، مگر وہ کھاتا نہیں کھاتا۔

پیاری دل پسند بیوی پاس موجود ہے۔ محبت کے جذبات اُسکی خوبصورتی سے تمتع لینے کی تحریک کرتے ہیں، الفت نے دونوں کو ایک دوسرے کا شیدا بنا رکھا ہے لیکن روزہ دار اس سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ خدا کے حکم کی عزت اور عظمت اُسکے دل میں اسقدر جانشین ہوگئی ہے کہ

کوئی جذبہ بھی اس پر غالب نہیں آسکتا، اور روزہ ہی اس عظمت اور جلال الٰہی کے دل میں قائم ہونے کا باعث ہوتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ایک ایماندار خدا کے حکم کی وجہ سے جائز و حلال پاکیزہ خواہشات کے چھوڑنے کی عادت کر لیتا ہے تو وہ بالضرور خدا کے حکم کی وجہ سے حرام، ناجائز اور گندی عادات و خواہشات کو چھوڑ دے گا، اور اُنکے ارتکاب کی کبھی جرأت نہ کریگا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے جسکا روزہ دار کے اندر پیدا کر دینا اور مستحکم کر دینا شریعت کا مقصود ہے۔ اسی لئے حدیث صحیح میں ہے:۔

من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس للّٰہ حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه۔

جو روزہ دار جھوٹ کہنا، لغو بکنا، اور لغو فضول کام ہوں کا کرنا چھوڑ نہیں دیتا، تو خدا کو کچھ پرواہ نہیں ہے، اگر وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:۔

اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد فلیقل انی امرؤ صائم۔

جب کوئی شخص کسی دن روزہ رکھے تو نہ کوئی بیہودہ لغو زبان سے نکالے نہ بکواس اور شور کرے۔ اور اگر کوئی اور شخص اسے گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تب کہدے کہ میں روزہ دار ہوں (گالی کا جواب دینا یا جھگڑنا مجھے شایاں نہیں)

(ب) رمضان کا مہینہ قمری حساب پر رکھا گیا ہے کیونکہ جب نصف دنیا پر سردی کا موسم ہوتا ہے تو دوسرے نصف حصہ پر گرمی کا موسم ہوتا ہے، قمری مہینہ ادل بدل کر تمام دنیا کے مسلمانوں کیلئے مساوات قائم کر دیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شمسی مہینہ مقرر کیا جاتا تو نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ سرما کی سہولت میں، اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ گرما کی سختی اور تکلیف میں رہا کرتے، اور یہ امر عالمگیر مذہب کے اصول کے خلاف ہوتا۔

(ج) روزہ رکھنا دشوار نہیں ہے، اگرچہ جس شخص کے شہوانی خیالات ہوں یا جو جسمانی ناز و نعم کی زندگی کا شیدائی مقصد سمجھتا ہو اس کیلئے روزہ رکھنا بیشک سخت گراں ہے۔

روزہ اور رمضان کی غرض

رمضان کا اسلام میں فرض ہونا، بلکہ رکن اسلام ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ اسلام کس قدر ایمانی اور ملکوتی طاقتوں کو بڑھانے والا اور کس قدر جسمانی و شہوانی خیالات کو ملیامیٹ کرنے والا ہے[۱]!

سنہ ۳ ہجری کے ماہ رمضان میں امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے پہلوٹے فرزند ہیں۔

سنہ [illegible] ہجری کی برکات میں سے بڑی برکت یہ ہے کہ شراب کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کچھ لوگ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے تھے، میں انہیں شراب پلا رہا تھا، اتنے میں منادی ہونے لگی کہ شراب حرام ہو گئی، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی کہہ دیا کہ جتنی شراب باقی ہے اسے باہر پھینک دو۔ اس روز مدینہ کی گلی کوچہ میں شراب بہ نکلی تھی!

آج دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف اقوام ٹمپرنس سوسائٹیوں کے ذریعہ انسداد شراب کی کوشش میں مصروف ہیں، یہ جملہ اقوام اسلام کی اس تعلیم کے زیر بار احسان ہیں، کیونکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے شراب کی قلیل و کثیر مقدار کو حرام مطلق قرار دیا ہے۔

اسلام نے شراب کا نام ام الخبائث رکھا ہے (برائیوں اور پلیدیوں کی ماں)

انسان کے جسم پر، روحیہ پر، اخلاق پر، ملک کے امن و انتظام پر، قبائل کے عادات پر، فوج کی اطاعت و قوت پر جو برا اثر شراب کا تجربہ اور مشاہدہ میں آ رہا ہے، اس سے واضح ہے کہ شراب کے لئے "ام الخبائث" کیسا موزوں، اور زیبا نام ہے!

بعض لوگ اسلام کی صداقت پر پردہ ڈالنے کے لئے کہا کرتے ہیں، کہ اسلام نے شہوانی خیالات کو تحریک دے کر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی تحریص دلائی ہے۔ ان کو ذرا غور کرنا چاہیے کہ شراب کو حرام ٹھہرانے والا کس قدر شہوانی خیالات کا دشمن ہو گا۔ اور جس مذہب میں شراب ہی حرام ہو، اس میں داخل ہونے سے عیاش طبیعتوں کو کتنی جھجک ہو گی،

---

[۱] مسیح نے فرمایا۔ ۱۷۔ جب تو روزہ رکھے اپنے سر پر چکنا لگا۔ اور منہ دھو۔ ۱۸۔ تاکہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے، روزہ دار ظاہر ہو۔ اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلا دے۔ انجیل متی [illegible]

ولادت و شہادت امام حسین علیہ السلام

اسی ۴ھ کے ۱۰ شعبان میں امام حسینؓ پیدا ہوئے، جو عشرہ محرم ۶۱ھ میں میدان کربلا میں نہایت مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔ اُن کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کے سچے فدائیوں کو صداقت کی تائید میں جان و مال و حرمت کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ امام حسینؓ نے اس جنگ میں صبر و استقلال، رضا و توکل، احقاق حق، و اتباع صداقت کے ایسے نمونے دکھلائے جنکی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور یہ سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان تربیت کا اثر و نتیجہ تھا۔ (رضی اللہ عنہ وعن سائر اتباعہم اجمعین)

ثمامہ بن اثال سردار نجد کا مسلمان ہونا ۵ھ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی جانب روانہ فرمائے تھے وہ واپس ہوتے ہوئے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لائے تھے۔ فوج والوں نے انہیں مسجد نبویؐ کے ستون کے ساتھ لا باندھا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تشریف لا کر دریافت کیا، کہ "ثمامہ کیا حال ہے"؟

ثمامہ نے کہا، محمدؐ میرا حال اچھا ہے، اگر آپ میرے قتل کیے جانے کا حکم دیں گے تو یہ حکم ایک خونی کے حق میں ہوگا، اور اگر آپ انعام فرمائینگے تو ایک شکر گذار پر رحمت کریں گے۔ اور اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہیئے بتلا دیجئے۔

دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا۔ ثمامہ نے کہا میں کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان فرمائینگے تو ایک شکر گذار شخص پر فرمائینگے۔

تیسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ سے وہی سوال کیا۔ اس نے کہا کہ میں اپنا جواب دے چکا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔

سردار نجد کا اسلام

ثمامہ رہائی پا کر ایک کھجور کے باغ میں گیا، جو مسجد نبویؐ سے قریب ہی تھا۔ وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد نبویؐ میں لوٹ کر آ گیا، اور آتے ہی کلمہ پڑھ لیا!

ثمامہ نے کہا، یا رسول اللہ۔ قسم ہے خدا کی کہ سارے عالم میں آپ سے زیادہ اور کسی شخص سے مجھے نفرت نہ تھی، لیکن اب تو آپ ہی مجھے دنیا میں سب سے بڑھکر پیارے معلوم ہوتے ہیں۔

بخدا آپ کے شہر سے مجھے نہایت ہی نفرت تھی، مگر آج تو مجھے وہ سب مقامات سے پسندیدہ تر نظر آتا ہے۔ بخدا آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے اور کسی دین سے بغض نہ تھا لیکن آج تو آپ کا دین ہی مجھے محبوب تر ہو گیا ہے؛

ثمامہ نے یہ بھی عرض کیا، کہ مَیں اپنے وطن سے مکہ کو عمرہ کے لئے جا رہا تھا۔ راستہ میں گرفتار کر لیا گیا تھا، اب عمرہ کے بارہ میں کیا ارشاد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اسلام قبول کرنے کی بشارت دی، اور عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت فرمائی۔

ثمامہ مکہ پہنچا، تو وہاں کے ایک شخص نے پوچھا، کہو تم صابئی بن گئے؟ ثمامہ نے کہا۔ نہیں۔ مَیں محمد رسول اللہ پر ایمان لا یا ہوں، اور اسلام قبول کیا ہے، اور اب یہ یاد رکھنا کہ ملک یمامہ سے تمہارے پاس ایک دانہ گندم بھی نہیں آئیگا، جبتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ ہوگی[1]

ثمامہ نے اپنے ملک میں پہنچتے ہی مکہ کی طرف آنے والا اناج بند کر دیا، غلہ کی آمد کے رُک جانے سے اہل مکہ بلبلا اُٹھے۔ اور آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے انہیں التجا کرنی پڑی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو لکھدیا کہ غلہ بدستور جانے دے (ان دنوں اہل مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے) اِس قصہ سے نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ایک شخص کی جان بخشی فرمائی جو خود بھی اپنے آپ کو واجب القتل سمجھتا تھا[2]، اور نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ حالات اور اخلاق کا کیسا گہرا اثر لوگوں پر پڑتا تھا، کہ ثمامہ جیسا شخص جو اسلام اور مدینہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت نفرت و عداوت رکھتا تھا تین روز کے بعد بخوشی خود مسلمان ہو گیا تھا۔

---

[1] صحیح بخاری عن ابی ہریرہؓ، کتاب المغازی؛

[2] ثمامہ سید ملک نجد کے گرفتار کئے جانے کی وجہ ہر چند کہ اس روایت میں بیان نہیں ہوئی، لیکن یہ یقینی ہے کہ یہ گرفتاری بالضرور کسی جرم کے بعد ہوئی تھی، غور کیجئے ثمامہ کے الفاظ پر کہ وہ خود اپنے آپ کو واجب القتل تسلیم کرتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُسے بلا کسی شرط کے، بلا کسی معاوضہ کے، اور بلا تکلیف تبدیل مذہب کے آزاد فرما دیا۔ تو اُس کے دل پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و احسان نے وہ کام کیا۔ کہ اُس کی ہدایت کا سامان ہو گیا؛

بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی اور طینت کی پاکی و رحمدلی کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ مکہ کے جن کافروں نے آنحضرت کو مکہ سے نکالا تھا، اور بدر۔ اُحد۔ خندق میں ابتک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے تباہ و برباد کرنے کے لئے ساری طاقت صرف کر چکے تھے، اُن کے لئے رحمۃ للعالمین یہ پسند نہیں فرماتے، کہ اُن کا غلہ روک دیا جائے۔ اور اُن کو تنگ و ذلیل کر کے اپنا فرماں بردار بنایا جائے۔

صلح حدیبیہ ۶ھ ہجری مقدس

اس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک خواب مسلمانوں کو سنایا۔ فرمایا، "میں نے دیکھا گویا میں اور مسلمان مکہ پہنچ گئے ہیں، اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں" اس خواب کے سننے سے غریب الوطن مسلمانوں کو اس شوق نے جو بیت اللہ کے طواف کا اُن کے دل میں تھا، بے چین کر دیا۔ اور انہوں نے اُسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر مکہ کے لئے آمادہ کر لیا۔ مدینہ سے مسلمانوں نے سامان جنگ ساتھ نہیں لیا، بلکہ قربانی کے اونٹ ساتھ لئے، اور سفر بھی ذیقعدہ کے مہینے میں کیا جس میں عرب قدیم رواج کی پابندی سے جنگ ہرگز نہ کیا کرتے تھے، اور جس میں ہر ایک دشمن کو بھی بلا روک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہوا کرتی تھی جب مکہ ۹ میل رہ گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ سے قریش کے پاس اپنے آنے کی اطلاع بھیج دی، اور آگے بڑھنے کی اجازت بھی اُن سے چاہی۔

عثمان بن عفانؓ جن کا اسلامی تاریخ میں ذوالنورین لقب ہے، سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے جانے کے بعد لشکر اسلامی میں یہ خبر پھیل گئی، کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو قتل یا قید کر دیا ہے اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے سر و سامان جمیعت سے جان نثاری کی بیعت لی۔ کہ اگر لڑنا بھی پڑا تو ثابت قدم رہیں گے، بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ قرآن مجید میں ہے لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ، اس بیعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کو عثمانؓ کا دہنا ہاتھ قرار دیا، اور اُن کی جانب سے اپنے دہنے ہاتھ پر بیعت کی۔

---

۱ بخاری عن عبد اللہ بن زید وسلمہ۔ ۲ بخاری عن ابن عمر۔ ۳ صحیح بخاری عن براء و جابر۔

اس بیعت کا حال سُن کر قریش ڈر گئے، اور اُن کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ میں حاضر ہوئے، عروہ بن مسعود[1] جو قریش کی جانب سے آیا تھا۔ اُس نے قریش کو واپس جا کر کہا۔

اے قوم مجھے بارہا نجاشی (بادشاہ حبش) قیصر (بادشاہ قسطنطنیہ) کسرے (بادشاہ ایران) کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ مگر مجھے کوئی بھی ایسا بادشاہ نظر نہ آیا، جس کی عظمت اُسکے درباروں کے دل میں ایسی ہو، جیسے اصحاب محمدؐ کے دل میں محمدؐ کی ہے۔

محمدؐ تھوکتا ہے، تو اس کا آبِ دہن زمین پر گرنے نہیں پاتا کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی پر گرتا ہے، اور وہ شخص اُس آبِ دہن کو اپنے چہرہ پر مل لیتا ہے۔

جب محمدؐ کوئی حکم دیتا ہے۔ تو تعمیل کے لئے سب مبادرت کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو آبِ مستعمل وضو کیلئے ایسے گرے پڑتے ہیں، گویا لڑائی ہو پڑیگی۔ جب وہ کلام کرتا ہے تو سب کے سب چُپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ اُن کے دل میں محمدؐ کا اتنا ادب ہے کہ وہ اُسکے سامنے نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ میری رائے ہے کہ اُن سے صلح کر لو، جس طرح بھی بنے[2]۔

سوچ سمجھ کر قریش صلح کرنے پر آمادہ ہوئے، صلح کیلئے مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئے۔

(۱) دس سال تک باہمی صلح رہیگی، جانبین کی آمد و رفت میں کسی کو کچھ روک ٹوک نہ ہو گی۔

(۲) جو قبائل چاہیں، قریش سے مل جائیں، اور جو قبائل چاہیں، وہ مسلمانوں کی جانب شامل ہو جائیں، دوست دار قبائل کے حقوق بھی یہی ہوں گے۔

(۳) اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہو گی۔ اُس وقت ہتھیار اُن کے جسم پر نہ ہوں، گو سفر میں ساتھ ہوں۔

(۴) اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو

---

[1] یہ عروہ جو آج قریش کا سفیر بنکر آیا تھا، چند سال کے بعد خود بخود مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لئے سفیر اسلام بن کر گیا تھا۔

[2] صحیح بخاری عن مسور بن مخرمہ باب الشروط فی الجہاد صفحہ ۹۷۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دینگے، لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اُسے واپس نہ کرینگے؛

آخری شرط سُن کر تمام مسلمان بجز ابوبکر صدیقؓ گھبرا اُٹھے، عمر فاروقؓ اس بارے میں زیادہ پُرجوش تھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنس کر اس شرط کو بھی منظور فرمالیا۔

معاہدہ حضرت علیؓ مرتضیٰ نے لکھا تھا۔ انہوں نے شروع میں لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سہیل جو قریش کی طرف سے کمشنر معاہدہ تھا، بولا بخدا ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کسے کہتے ہیں، باسمک اللہم لکھو؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی لکھ دینے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے پھر لکھا، یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور قریش کے درمیان منعقد ہوا ہے

سہیل نے اس پر بھی اعتراض کیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی درخواست پر محمد بن عبد اللہ لکھنے کا حکم دیا[1]؛

معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا کہ اس شرط سے ڈر کر کوئی شخص آئندہ مسلمان نہ ہوگا۔ لیکن یہ شرط ابھی طے ہی ہوئی تھی، اور عہدنامہ لکھا ہی جارہا تھا۔ دونوں طرف سے معاہدہ پر دستخط بھی نہ ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو جو اہل مکہ کی طرف سے معاہدہ پر دستخط کرنے کا اختیار رکھتا تھا، کا بیٹا ابوجندل اُسی جلسہ میں پہنچ گیا۔ ابوجندل مکّہ میں مسلمان ہوگیا تھا۔ قریش نے اُسے قید کر رکھا تھا۔ اور اب وہ موقعہ پاکر زنجیروں سمیت بھاگ کر لشکر اسلامی میں پہنچا تھا۔ سہیل نے کہا۔ اسے ہمارے حوالہ کیا جائے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عہدنامے کے مکمل ہوجانے پر اُس کا خلاف نہ ہوگا، یعنی جب تک عہدنامہ مکمل نہ ہوجائے اُسکی شرائط پر عمل نہیں ہوسکتا؛

عہدنامہ کب واجب العمل ہوتا ہے

[1] بخاری عن مسور بن مخرمہ باب الشروط فی الجہاد۔ یہی سہیل جو آج اسم مبارک محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر اعتراض کرتا ہے، چند سال کے بعد دلی شوق و اُمنگ سے مسلمان ہوگیا تھا۔ انتقال نبویؐ کے بعد مکّہ معظمہ میں اس نے اسلام کی حقانیت پر ایسی پُردرست تقریر کی تھی جو ہزاروں مسلمانوں کیلئے استحکام و تازگیٔ ایمان کا باعث ٹھہری تھی بیشک یہ اسلام کا عجیب اثر ہے، کہ وہ جانی اور دلی دشمنوں کو دم بھر میں اپنا فدائی بنا لیتا ہے۔

سہیل نے بگڑ کر کہا، کہ تب ہم صلح ہی نہیں کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور ابوجندل قریش کے سپرد کر دیا گیا۔

قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں اُس کی مشکیں باندھیں۔ پاؤں میں زنجیر ڈالی اور کشاں کشاں لیگئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے وقت اس قدر فرما دیا تھا کہ ابوجندل خدا تیری کشائش کے لئے کوئی سبیل نکال دیگا۔

ابوجندل کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھ کر مسلمانوں کے اندر جوش و طیش تو پیدا ہُوا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر ضبط و صبر کئے رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسّی آدمی کوہ تنعیم سے صبح کے وقت جبکہ مسلمان نماز میں مصروف تھے اس ارادے سے اُترے کہ مسلمانوں کو نماز کے اندر قتل کر دیں، یہ سب لوگ گرفتار کر لئے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ازراہِ رحمدلی و عفو چھوڑ دیا، اسی واقعہ پر قرآن مجید میں اس آیت کا نزول ہوا۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ	خدا وہ ہے جس نے وادی مکہ میں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دئیے، اور تمہارے ہاتھ بھی (اُن پر قابو پا لینے کے بعد) اُن سے روک دئیے۔
(سورۃ الفتح آیت ۲۴)	

الغرض یہ سفر بہت خیر و برکت کا موجب ہُوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاندین کے ساتھ معاہدہ کرنے میں فیاضی۔ تحمل۔ دور بینی اور حملہ آور دشمنوں کی معافی میں عفو اور رحمۃ للعالمینی کے انوار کا ظہور دکھلایا۔

حدیبیہ ہی سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لیگئے۔ اسی معاہدہ کے بعد سورۃ الفتح کا نزول حدیبیہ میں ہُوا تھا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ کیا یہ معاہدہ ہمارے لئے فتح ہے۔ فرمایا۔ ہاں[۲]

---

[۱] صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد صفحہ ۸۰۔ [۲] بخاری عن ابووائل۔

ابوجندل نے زندان مکہ میں پہنچکر دین حق کی تبلیغ شروع کر دی، جو کوئی اُسکی نگرانی پر امور ہوتا، وہ اُسے توحید کی خوبیاں سُناتا، اللہ کی عظمت وجلال بیان کر کے ایمان کی ہدایت کرتا۔ خدا کی قدرت کہ ابوجندل اپنے سچے ارادے اور سعی میں کامیاب ہو جاتا اور وہ شخص مسلمان ہو جاتا، قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کر دیتے۔ اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اُسی قیدخانہ میں کرتے؛

الغرض اس طرح پر ایک ابوجندل کے قید ہو کر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ایک سال کے اندر قریباً تین[۳] سو اشخاص ایمان لے آئے؛

اب قریش پچھتائے کہ ہم نے کیوں عہدنامے میں ان ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط درج کرائی، پھر اُنہوں نے مکہ کے چند منتخب شخصوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ ہم عہدنامہ کی اس شرط سے دست بردار ہوتے ہیں۔ ان نومسلموں کو اپنے پاس بُلا لیجئے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ سے خلاف کرنا پسند نہ فرمایا[۱]، اس وقت عام مسلمان بھی سمجھ گئے کہ

[۱] ابوجندل کی طرح ایک شخص ابوبصیر تھا۔ وہ مسلمان ہو کر مدینہ پہونچا؛ قریش نے اُسے واپس لانے کیلئے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے؛ آنحضرت نے ابوبصیر اُن کے سپرد کر دیا۔ راستہ میں ابوبصیر نے اُن میں سے ایک کو دھوکا دیکر مار دیا؛ دوسرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کیلئے گیا؛ اُسکے پیچھے پیچھے ہی ابوبصیر بھی پہونچا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فساد انگیز فرمایا؛ اس عتاب سے خوفزدہ ہو کر وہ وہاں سے بھی بھاگا؛ قریش نے ابوجندل اور اُس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو مکہ سے نکال دیا۔ ابوجندل کو چونکہ مدینہ آنے کی اجازت نہ تھی، اسلئے اُس نے مکہ سے شام کے رستہ پر ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا؛ جو قافلہ قریش کا آتا جاتا اُسے لوٹ لیتا (کیونکہ قریش فریق جنگ تھے) ابوبصیر بھی اسے ہی جا ملا؛

ایک دفعہ ابوالعاص بن ربیع کا قافلہ بھی شام سے آیا؛ ابوجندل وغیرہ ابوالعاص سے واقف تھے، سیدہ زینبؓ بنت رسولؐ کا اس سے نکاح ہُوا تھا (مگر ابوالعاص کے مشرک رہنے سے فراق ہو چکا تھا) ابوجندل نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ مگر کسی جان کا نقصان نہ کیا۔ اسلئے کہ ابوالعاص اُن میں تھا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدھا مدینہ آیا۔ اور حضرت زینبؓ کی وساطت سے ماجرا کی اطلاع نبی صلعم تک پہنچائی؛ نبی صلعم نے معاملہ کو صحابہ کے مشورہ پر چھوڑ دیا؛ صحابہ نے ابوالعاص کی تائید میں فیصلہ کیا؛ جب ابوجندل کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی، تو انہوں نے سارا اسباب رسی دھاگے تک ابوالعاص کو واپس کر دیا۔ ابوالعاص مکہ پہنچا، سب لوگوں کا روپیہ پیسہ اسباب ادا کیا، پھر منادی کرائی کہ اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر رہ گیا ہو تو بتلا دے۔ سب نے کہا کہ تو بڑا امین ہے؛ ابوالعاص نے کہا۔ اب میں جاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں مجھے ڈر تھا

برکاتِ معاہدہ

ابوجندل۔ ابوبصیر۔ ابوالعاص کے واقعات

معاہدہ کی وہ شرط جو ظاہراہم کو ناگوار تھی اُس کا منظور کر لینا کس قدر مفید ثابت ہُوا۔

"ابوجندل کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے"۔

ابوجندل کے قصّہ سے ہر شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم کا مادہ رکھتا ہو وہ سمجھ سکتا ہو کہ اسلام کی صداقت کیسی الہٰی طاقت کے ساتھ پھیل رہی تھی۔ اور کس طرح طالبان حق کے دل پر قبضہ کر رہی تھی کہ وطن کی دوری۔ اقارب کی جدائی۔ قید۔ ذلت۔ بھوک۔ پیاس۔ خوف وطمع۔ تلوار۔ پھانسی غرض دنیا کی کوئی چیز اور کوئی جذبہ اُن کو اسلام سے نہ روک سکتا تھا۔

صلح کا حقیقی فائدہ امام زہری نے معاہدہ کی دفعہ اوّل کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ کہ جانبین سے آمدورفت کی روک ٹوک کے اُٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جُلنے لگے۔ اور اسطرح اُن کو اسلام کی حقیّت اور حقیقت معلوم کرنے کے موقعے ملے۔ اور اسی وجہ سے اس سال کتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

مسلمانوں کا طواف کعبہ کیلئے جانا، اور اُس کے نتائج ۷ سنہ ہجری مقدس معاہدہ حدیبیہ کی شرط دوم[۱] کی رو سے مسلمان اس سال مکہ پہنچکر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے۔ اِس لئے اللہ کا رسول[۲] دو ہزار صحابہؓ کو ساتھ لیکر مکہ پہنچا۔ مکہ والوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں آنے سے تو نہ روکا لیکن خود گھروں کو قفل لگا کر کوہ بوقبیس کی چوٹی پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے چلے گئے۔ پہاڑ پر سے مسلمانوں کے کام دیکھتے رہے۔

خدا کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم تین دن تک عمرہ کے لئے مکہ میں رہا۔ اور پھر ساری جمعیّت کے ساتھ مدینہ کو واپس چلا گیا۔

اِن منکروں پر مسلمانوں کے سچّے جوش سادہ اور مؤثر طریق عبادت کا اور اُن کی اعلےٰ دیانت وامانت کا کہ خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہ ہُوا تھا) عجیب اثر ہُوا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۴ | کہ اگر اس سے پہلے مسلمان ہوجاتا۔ تو لوگ الزام لگاتے کہ ہمارا مال لیکر مسلمان ہوگیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل اور ان کے ساتھیوں کو بھی اب مدینہ منورہ بلا لیا تھا تاکہ وہ قریش کو نہ لوٹ سکیں۔

جس نے سینکڑوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا؛

خالدؓ ابن ولید کا ایمان لانا — انہی ایمان لانے والوں میں خالد بن ولید تھے؛ جو جنگ اُحد میں کافروں کے رسالہ کے افسر تھے، اور مسلمانوں کو انہوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا؛ یہ وہی خالد ہیں جنہوں نے اسلامی جنرل ہونے کی حیثیت میں مسلیمہ کذاب کو شکست دی، تمام عراق اور نصف شام کا ملک فتح کیا تھا؛ مسلمانوں کے ایسے جانی دشمن اور ایسے جانباز اعلیٰ سپاہی کا خود بخود مسلمان ہو جانا اسلام کی سچائی کا معجزہ ہے[۱]؛

عمرو بن عاص کا اسلام لانا — انہی ایمان لانے والوں میں عمرو بن العاص تھے۔ قریش نے انہی کو مسلمانوں سے عداوت اور بیرونی معاملات میں اعلیٰ قابلیت رکھنے کی وجہ سے اس ڈیپوٹیشن (وفد) کا سردار بنایا تھا جو شاہ حبش کے پاس گیا تھا۔ تاکہ وہ حبش میں گئے ہوئے مسلمانوں کو قریش کے حوالے کر دے؛ اسی عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ملک مصر کو فتح کیا تھا؛ ایسے مدبر و پالیٹیشن اور فاتح ممالک کا مسلمان ہو جانا بھی اسلام کا اعجاز ہے؛

اِن ہی اسلام لانے والوں میں عثمان بن طلحہ بھی تھے، جو کعبہ کے اعلیٰ مہتمم و کلید بردار تھے جب یہ نامی سردار جن کی شرافت حسب و نسب سارے عرب میں مسلّمہ تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ جا پہنچے؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے ہم کو دے ڈالے؛

عدی بن حاتم طائی کا ایمان لانا — ۹ سنہ ہجری مقدسہ — اس مشہور سردار کے ایمان لانے کی تقریب یہ ہوئی کہ ۹ھ میں یمن کے قبیلہ بنی طے نے بغاوت کی تھی؛ اُس وقت اُس علاقہ کے حاکم علی مرتضیٰ تھے؛ انہوں نے فسادیوں کو پکڑ کر مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ اِن میں حاتم طائی مشہور سخی کی بیٹی بھی تھی؛ اُس نے نبی صلعم کی خدمت میں یوں عرض کیا۔

"میں سردار قوم کی بیٹی ہوں؛ میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا؛ بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا؛ غریبوں پر رحم کیا کرتا؛ وہ مر گیا؛ بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا؛ اب آپ مجھ پر رحم کریں"

[۱] ۲۱ھ میں حمص میں وفات پائی؛ ایک سو سے زیادہ لڑائیوں میں شامل ہوئے تھے؛ ان کا خطاب سیف اللہ تھا انہوں نے اپنا وصی عمر فاروق کو بنایا تھا ۱۲

[حاشیہ:] عمرو بن العاص کا اسلام

[حاشیہ:] ابن حاتم کا اسلام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنکے فرمایا تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں اس کے بعد اُسے معہ اُس کے متعلقین کے چھوڑدیا اور زادِ راہ اور لباس بھی عنایت فرمایا۔

عدی بن حاتم کا قصہ

عدی بن حاتم کا اپنا بیان ہو کہ مجھے رسُول اللہ کے نام سے سخت نفرت تھی، کیونکہ میں عیسائی المذہب تھا، اپنی قوم کا سردار تھا، میری قوم غنیمت کا ایک چہارم حصّہ مجھے ادا کیا کرتی تھی، میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا کہ میں سچے دین پر بھی ہوں، اور اپنے علاقہ کا بادشاہ بھی ہوں، اِس لئے مسلمان ہونے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں، میں نے اپنے شتر خانہ کے داروغہ کو کہہ رکھا تھا کہ دو عمدہ اونٹ جو تیز رفتار ہوں، ہر وقت میرے مکان پر موجود رکھا کرے۔ اور جب اُسے اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی خبر ملے مجھے فوراً بتلائے، ایک روز داروغہ آیا۔ کہا صاحب محمدی فوج کے آجانے پر جو کچھ کرنے کا ارادہ ہو وہ کر گزریئے۔ کیونکہ مجھے دُور سے کچھ جھنڈے نظر آتے ہیں، یہ سُن کے میں نے اونٹ منگائے۔ بیوی۔ بچے اور زر و مال کو لادا اور شام کو چل دیا، میری بہن آنحضرتؐ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام ہی میں پہونچی، اُس نے اپنی رہائی کی تمام کیفیت سُنائی۔ میری بہن نہایت دانا اور عقیل تھی میں نے پوچھا کہ اس شخص (رسُول اللہ) کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے، اُس نے کہا، میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اُس کے پاس چلا جا۔ کیونکہ اگر وہ نبی ہے۔ تب تو سابقین کی فضیلت کو کیوں ضائع کیا جائے، اور اگر وہ بادشاہ ہے، تب بھی اس کے پاس جانے سے تو ذلیل نہ ہوگا۔ کیونکہ تو۔ تو ہی ہے (یعنی تو خود ہی اپنی قابلیتوں میں بینظیر ہے) بہن کے مشورہ پر میں مدینہ میں آیا، اُس وقت نبی اللہ مسجد میں تھے، میں نے جا کر سلام کیا، فرمایا۔ کون، میں نے کہا عدی بن حاتم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ساتھ لے کے اپنے گھر چلے، راستہ میں ایک کھوسٹ بڑھیا ملی۔ اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرالیا آپ دیر تک اُسکے پاس کھڑے رہے، اور وہ اپنی لمبی داستان سناتی رہی۔ میں نے اپنے

دل میں کہا، یہ شخص بادشاہ تو ہرگز نہیں،

پھر آنحضرتؐ گھر میں پہنچے، ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے پھینک دیا، فرمایا، اس پر بیٹھو، میں نے کہا نہیں حضور بیٹھیں، فرمایا نہیں، تم ہی بیٹھ جاؤ، میں گدے پر بیٹھ گیا، اور آنحضرتؐ زمین پر بیٹھ گئے، اب پھر میرے دل نے یہی گواہی دی کہ یہ بادشاہ ہرگز نہیں،

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم رکوسی[1] ہو، میں نے کہا، ہاں، فرمایا، تم تو اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار سے چہارم لیا کرتے ہو، میں نے کہا، ہاں، نبی صلعم نے فرمایا۔ کہ ایسا کرنا تو تیرے دین میں جائز نہیں، میں نے کہا سچ ہے، اور میں نے دل میں کہا کہ یہ ضرور نبی ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ اس سے کچھ پوشیدہ نہیں،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا، عدی۔ شاید اس دین میں داخل ہونے سے تم کو یہ امر مانع ہے، کہ سب لوگ غریب ہیں۔ بخدا ان میں اس قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہ رہیگا،

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو شاید یہ امر بھی مانع ہے، کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن بہت ہیں، بخدا وہ وقت قریب آرہا ہے، جب تو سُن لیگا۔ کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی۔ اور مکہ کا حج کریگی، اور اُسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا،

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے۔ کہ حکومت اور سلطنت آجکل دوسری قوموں میں ہے، واللہ وہ وقت قریب آرہا ہے۔ جب تو سُن لیگا۔ کہ ارض بابل کا سفید محل نوشیرواں کا درباری دیوانخانہ مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوگا۔

عدی! بتلاؤ۔ کہ لا الٰہ الا اللہ کے کہنے میں تجھے کیا تامل ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی

عدی بن حاتم کا اسلام

ابن حاتم کا اسلام

---

[1] ر۔ ک۔ و۔ س۔ ی عیسائیوں کے ایک قدیم فرقہ کا نام ہے،

اور بھی کوئی معبود ہو سکتا ہے؟

عدی! بتلاؤ۔ کہ اللہ اکبر کے کہنے میں تجھے کیا عذر ہے۔ کیا اللہ سے بھی کوئی بڑا ہے

عدی کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد میں مسلمان ہو گیا۔ میرے اسلام لانے سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر بشاشت اور فرحت نمایاں تھی؛

عدی کہتا ہے۔ کہ اس ارشاد نبوی کے بعد دو سال پورے ہو چکے تھے، اور تیسرا سال جا رہا تھا کہ میں نے ارض بابل کے محلات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا۔ اور ایک بڑھیا کو قادسیہ سے مکہ تک حج کیلئے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا، اور مجھے امید ہے کہ تیسری بات بھی ہو کر رہیگی[1]

حج | اسلام کا پانچواں رکن حج ہے؛

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام وہ پیغام محبت ہے۔ جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتا، بیگانوں کو یگانہ اور ناآشناؤں کو صدیق بنا دیتا ہے؛

احکام اسلام کا منشا بھی یہی ہے۔ کہ افراد مختلف کو ملت واحدہ بنا کر کلمۂ واحدہ پر جمع کر دیا جائے

(الف) اہل محلہ میں محبت و اتحاد پیدا کرنے۔ قائم رکھنے کے لئے پنجگانہ نمازوں کے وقت اہل محلہ پر محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کیا گیا ہے؛

(ب) اہل شہر میں محبت و تعلقات بڑھانے کے لئے ہفتہ میں ایک بار ان کا مسجد جامع میں اکٹھا ہونا اور مل کر نماز جمعہ ادا کرنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے؛

(ج) اہل شہر اور دیہات قرب و جوار کے رہنے والوں میں تعارف و تعلق محبت و شناسائی قائم کرنے اور مستحکم رکھنے کے لئے سال میں دو بار عیدین کی نماز کو سنن ہدیٰ میں سے قرار دیا گیا ہے، ہر دو موقعہ پر دیہات والے شہر کی جانب آتے ہیں، اور شہر والے شہر سے باہر نکل کر ان سے ملاقی ہوتے اور رل مل کر عبادت الٰہی ادا کرتے ہیں؛

اسلامی عالم میں رابطہ دین کے مضبوط کرنے مختلف قوموں مختلف نسلوں مختلف

---

[1] تاریخ طبری، عدی بن حاتم نے ۶۸ھ میں بعمر ۱۲۰ سال کوفہ میں وفات پائی۔

زبانوں مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لئے حج عمر بھر میں ایک دفعہ اُن سب اشخاص پر جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں فرض کیا گیا ہے؛

(۲) حج میں سب کے لئے وہ سادہ بن سلا لباس جو نسل انسانی کے پدر اعظم آدم علیہ السلام کا تھا۔ تجویز کیا گیا ہے؛ تا کہ ایک ہی رسولؐ۔ ایک ہی قرآن۔ ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت۔ ایک ہی لباس میں ایک ہی سطح پر نظر آئیں۔ اور چشم ظاہر بین کو بھی ان اتحاد معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلاف ظاہری محسوس نہ ہو سکے؛

(۳) حج کے لئے وہ مقام قرار دیا گیا ہے۔ جہاں صابی، یہودی، عیسائی اور مسلمانوں کے جد اعظم حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے دنیا کی سب سے پہلی عبادتگاہ بنائی تھی؛ چونکہ اقوام بالا کا مجموعہ دنیا کی دیگر اقوام سے زیادہ ہے۔ اس لئے اس مقام کے اختیار کرنے کی تائید کثرت رائے اور قدامت زمانہ دونوں طرح سے ہوتی ہے؛

(۴) حج سے مقصود شوکت اسلام کا اظہار بھی ہے اور مسلمانوں کو سفر بحر و بر سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں؛

حج کے فوائد

پادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں رشل کارونیشن کے انعقاد سے . . . .
ایک مارشل کا جو مقصود تعلیم فوجی رویو سے . . . .
کانفرنس کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے انعقاد اور ڈیلی گیٹوں کے اجتماع سے . . . .
ایوان تجارت کا جو مقصود عالمگیر نمائشوں کے قیام سے
ہے وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں؛

(۵) تاریخ ہمہ کے جویائے صنادید عالم کے متلاشی، عالمان طبقات الارض، واقفان علم الالسنہ اور محققان تاریخ اقوام و ماہرین جغرافیہ عالم کو جن باتوں کی تلاش و طلب ہوتی ہے، وہ سب امور

حج سے پورے ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں حج ۹ھ ہجرت کو فرض ہوا۔ اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج بنایا۔ اور تین سو صحابہ کو اُن کے ہمراہ کیا۔ تاکہ سب کو حج کرائیں۔

اُن کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ کہ وہ سورۂ براءت کا اعلان کریں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سورہ براءت کی پہلی چالیس آیتوں کو مع ان احکام کے پڑھ سنایا۔ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہونے پائیگا[۱] اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا[۲]۔

۱۰ھ ہجری — اس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا۔ اور جملہ اطراف میں اطلاع بھیجدی گئی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لیجانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد انبوہ در انبوہ خلقت مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئی۔ اس انبوہ میں ہر درجہ و ہر طبقہ کے شخص تھے۔

ذی الحلیفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ اور یہیں سے لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ کا ترانہ بلند کیا۔ اور مکہ معظمہ کو احرام کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

اس مقدس کارواں کے ساتھ راستہ میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے[۳]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا راہ میں جب کسی ٹیلہ یا کریوہ سے گزر ہوتا تھا تین تین بار تکبیر باواز بلند فرماتے تھے[۴]۔

۱؎ دیکھو یسعیاہ ۳۵ باب ۸ درس سو جو ناپاک ہے۔ اُس پر سے گزر نہ کریگا۔ وہ اُنہیں کیلئے ہے۔

۲؎ عن ابی ہریرہ۔ صحیح بخاری باب لا یطوف بالبیت عریان۔ ۳؎ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۵۳۔

۴؎ عن جابر بن عبداللہ۔ صحیح بخاری کتاب الشہادۃ۔ اب دیکھو یسعیاہ باب ۴۲ درس ۱۱۔ بیابان اور اسکی بستیاں۔ قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائینگے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکارینگے۔

جب مکہ کے قریب پہنچے، تو ذی طوی میں[1] تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرے۔ اور پھر بالائے مکہ سے ان سب قوموں اور انبوہ کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور روز روشن میں کعبۃ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالےٰ کے جلال کو آشکارا فرمایا[2]۔

زیارت کعبۃ اللہ سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ انکی چوٹیوں پر چڑھ کے اور کعبہ کی جانب رخ کر کے کلمات توحید و تکبیر پڑھے۔ اور لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير لا اله الا الله وحدہٗ انجز وعدہٗ ونصر عبدہٗ وهزم الاحزاب وحدہٗ[3] کے ترانے گائے۔

---

[1] اُس وقت انّک بالواد المقدس طویٰ کی شان اس قافلہ الٰہیہ پر نمودار تھی۔

[2] اسی موقعہ کے متعلق یسعیاہ نبی کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے کہا ہے ۱ اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ ۲ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا۔ اور اُس کا جلال تجھ پر نمود ہوگا۔ ۳۔ اور قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گی۔ ۴۔ اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف نگاہ کر وے سب کے سب اکٹھے ہوتے ہیں وے تجھ پاس آتے ہیں تیرے بیٹے دور سے آویں گے اور تیری بیٹیاں گود میں اٹھائی جاوینگی۔ ۵ تب تو دیکھیگی اور روشن ہوگی، ہاں تیرا دل اُچھلے گا اور کشادہ ہوگا کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی، اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی، اونٹ کثرت سے آ کے تجھے چھپا لیں گے۔ مدیان اور عیفہ کے جوان اونٹ۔ وے سب جو سبا کے ہیں۔ آوینگے۔ وے سونا اور لُبان لاوینگے۔ اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سناویں گے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے ہجرت فرما جانا مکہ کے لئے داغ اور کعبہ کے لئے موجب حسرت تھا لیکن اب پورے جاہ و جلال کے ساتھ توحید خالص کا اظہار و استحکام اور اشاعت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہونا۔ اور کعبہ کا طواف کرنا بیشک بیت اللہ کے لئے دو چند مسرت کا باعث ہے۔ اول تو بچھڑے ہوئے فرزندان دین کا ملنا۔ دوئم دین حنفہ کا باشوکت ہونا۔ واضح ہو کہ مدیان حضرت ابراہیم کے بیٹے کا نام تھا جو قتورہ بی بی کے بطن سے تھے۔ اور عیفہ مدیان کے فرزند کا نام ہے۔ سبا ابن یقسان بھی حضرت ابراہیم کے پوتے ہیں۔ (کتاب پیدائش ۲۵ باب ۱ تا ۴ درس) یہ سب عرب میں آباد ہوئے۔ اور اس حج میں وہ قبائل بھی حاضر ہوئے جن کے مورث اعلیٰ مدیان، عیفہ، سبا ہیں۔ اس لئے پیشینگوئی جس میں صراحت سے یہ نشان دیا گیا تھا، اکمل پوری ہوئی۔

[3] ترجمہ ادعیہ مذکورہ عربی کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے۔ اور ستائش بھی اسی کے لئے شایاں ہے۔ وہ سب چیزوں کی قدرت رکھتا ہے۔

آٹھویں ذی الحج کو قیام گاہ مکہ سے روانہ ہو کر منیٰ ٹھہرے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشا، صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں۔

نویں ذی الحج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ آکر اترے۔ اس وادی کے ایک جانب عرفات اور دوسری جانب مزدلفہ ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات میں تشریف لائے۔ تمام میدان سرتا سر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور ہر ایک شخص تکبیر و تہلیل، تحمید و تقدیس میں مصروف[۱] تھا۔ اس وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار یا چوبیس ہزار کا مجمع احکام الٰہی کی تعمیل کے لئے ہمہ تن حاضر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصواء پر سوار ہو کر خطبہ کا آغاز فرمایا[۲]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۲ | خدا جس کے سوا عبادت کا کوئی بھی شایان نہیں، ایک ہے۔ اسی نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اسی نے اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اسی نے خود تمام فوجوں کو شکست دی۔" ناظرین ان کلمات قدسی میں اللہ تعالیٰ کی تحمید و تقدیس بھی ہے۔ اور مادہ پرست لوگوں کو نصرت الٰہی بشکل مصور دکھائی گئی ہے۔ چند سال (اکیس) ہی ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم اسی مکہ میں اکیلا تھا۔ پھر اس کی دعوت پر ایک ایک دو دو آدمی اس کے ساتھ ملتے گئے۔ وہ سب اسی کوہ صفا کے دامن اور ارقم صحابی کے گھر میں تختے بند کر کے جمع ہوا کرتے تھے۔ پھر کچھ اور زیادہ ہو گئے۔ تو ملک نے انکی مخالفت کی۔ کچھ حبش کو چلے گئے۔ کچھ رہ گئے۔ تو زندان خانوں میں ڈالے گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین سال تک محصور رہے۔ آخر مکہ مسلمانوں کے لئے ناقابل سکونت ثابت ہوا۔ اور سب لوگ مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جانا رات کی تاریکی میں تھا۔ ایک رفیق کے سوا اس وقت کوئی ہمسفر ساتھ نہ تھا۔ دشمنوں کو ان کے بچ جانے کا رنج ہوا۔ ان کے مامن قیام گاہ پر نو برس تک برابر حملے کرتے رہے آخر سب تھک تھکا کر بیٹھ رہے۔ اب وہی محمدؐ ہے۔ وہی مکہ ہے۔ وہی عرب ہے۔ کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے توحید کے نعرے لگائے جاتے اور فتح و نصرت ربانی کے ترانے سنائے جاتے ہیں۔ شخص واحد کا ایسی عداوتوں مخاصمتوں جنگوں اور ریشہ دوانیوں کے بعد ایسی لاثانی کامیابی حاصل کرنا بجز وعدہ خداوندی اور کیا ہے جو پورا ہو سکتا ہے۔ یسعیاہ میں ہے سلع (مدینہ) کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے (۴۲۔۱۱)۔ ۔۔ ۱۵ تم زمین پر سرتا سر اسی کی ستائش کرو۔ یسعیاہ ۴۲۔۱۰۔

[۱] دیکھو مکاشفات یوحنا ۱۴ باب۔ مکاشفات کے متعلق یہ درس یاد رکھنا چاہیئے۔ یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اسے دیا تاکہ اپنے بندوں کو وے باتیں جن کا جلد ہونا ضرور ہے، دکھاوے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مکاشفات جو مسیح کے اس دنیا سے جانے کے بعد ہوئی ہیں، زمانہ ما بعد مسیح سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔

شرح باب ہذا	۱۴ باب
(الف) بره سے اصطلاح مکاشفات میں گرانمایہ جو مراد ہے جو بعد از نبیت سے برتر ہو یہاں سوال اللہ مراد ہیں۔	(الف) پھر میں نے نگاہ کی اور دیکھا کہ برہ صیہون پہاڑ پر کھڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ بیوم حجۃ الوداع

(۱) یا ایھا الناس انی لا ادری واینا کم نجتمع فی ھذا المجلس ابدا	لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہونگے!

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۳

(ب) جن کے ماتھوں پر اس کے باپ کا نام لکھا تھا!

(ج) ۲۔ پھر میں نے آسمان سے ایک آواز سُنی جو بہت پانیوں کے شور اور بڑے گرجنے کی آواز کی مانند تھی۔ اور ربینے بربط نوازوں کی آواز جو اپنی بربط بجاتے تھے سُنی

(۳) (د) اور وے تخت کے سامنے۔ اور اُن چار دن جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا نیا گیت گا رہے تھے!

(ہ و) اور کوئی اُن ایک لاکھ چوالیس ہزار کے سوا جو زمین سے خریدے گئے تھے اس گیت کو سیکھ نہ سکا!

(ز) یہ وے لوگ ہیں جو عورتوں کے ساتھ گندگی میں نہ پڑے کہ کنوارے ہیں!

(ح) یہ وے ہیں جو برّے کے پیچھے جاتے ہیں جہاں کہیں وہ جاتا ہے!

(ط) یہ خدا اور برّہ کے لئے پہلے پھل ہو کے آدمیوں میں سے مول لئے گئے ہیں!

(۵) (ی) اور اُن کے منہ میں مکر پایا نہ گیا کیونکہ وے خدا کے تخت کے آگے بے عیب ہیں!

سیہون سے مقدس پہاڑ مراد ہوتی ہے یہاں پہاڑی سے عرفات کی پہاڑی مراد ہے! ایک لاکھ ۴۴ ہزار کی تعداد صحابہ حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے احادیث میں مذکور ہے!

(ب) یہ درس ترجمہ ہے سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود کا!

(ج) اس میں عام آوازہ تسبیح وتحمید کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل بربط وباجہ کے ساتھ اپنی دعائیں پڑھا کرتے تھے!

(د) نیا گیت سے زبان عربی مراد ہے جو اہل کتاب کے لیے نئی تھی۔ گویا گانے سے ظاہر ہے کہ گانا نہو گا بلکہ تغنی وترنم ہوگا

(ہ) رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے اس خطبہ کے سُننے کا شرف ایک لاکھ ۴۴ ہزار ہی کو ملا تھا!

(و) خریدے جانے کا ذکر قرآن مجید ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم

(ز) مومنین کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے والذین ھم لفروجھم حافظون۔

(ح) صحابہ کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے والذین معہ نیز بالفاظ الذین یتبعون النبی الامی!

(ط) یہ صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار نیز بایں الفاظ حدیث اختارھم اللہ لرسولہ

(ی) یہ صفت قرآن مجید میں بدیں الفاظ بیان ہوئی ہے ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ واجر عظیم

(۲) اِنَّ دِمَاءَکُم وَاَموَالَکُم وَاَعرَاضَکُم حَرَامٌ علیکُم کحُرمَةِ یومکم هذا فی بلدکم هذا فی شهرکم هذا وستلقون ربکم فیسئلکم عن اعمالکم

لوگو، تمہارے خون، تمہارے مال، اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی، اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو، تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائیگا۔

الا فلا ترجعوا بعدی ضلالاً یضرب بعضکم رقاب بعض۔[1]

خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا، کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

(۳) الا کل شئ من امر الجاهلیة تحت قدمیّ موضوع۔

لوگو، جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔

ودماء الجاهلیة موضوعة وان اول دمٍ اضع من دمائنا دم ابن ربیعة بن الحارث کان مسترضعاً فی بنی سعدٍ فقتلته هذیل۔

جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ بناتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا میں چھوڑتا ہوں۔

وربا الجاهلیة موضوعة واول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب فانه موضوع کله۔

جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیامیٹ کر دیا گیا، پہلا سود اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے، وہ سب کا سب چھوڑ دیا گیا۔

(۴) فاتقوا الله فی النساء۔ فانکم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بکلمة الله ولکم علیهن الا یوطئن فرشکم احداً تکرهونه فان فعلن ذلک فاضربوهن ضرباً

لوگو اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے انکو بیوی بنایا، اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں جس کا آنا تم کو ناگوار ہو، لیکن اگر وہ ایسا کریں

[1] غزوہ الی مکہ، صحیح بخاری، باب حجۃ الوداع

غیر مبرّح

ولهنّ علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف

(۵) وقد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعده ان اعتصمتم به کتاب الله

(۶) ایها الناس انه لا نبی بعدی ولا امة بعدکم الا فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شهرکم وادوا زکاة اموالکم طیبة بها انفسکم وتحجون بیت ربکم واطیعوا ولاة امرکم تدخلوا جنة ربکم[1]

(۷) وانتم تسئلون عنی فما انتم قائلون

قالوا نشهد انک

قد بلغت

وادیت

ونصحت

فقال باصبعه السبابة یرفعها الی السماء

تو اُن کو ایسی مار مارو، جو نمودار نہ ہو،

عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اُن کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ،

لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں، کہ اگر اُسے مضبوط پکڑ لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوسکے وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے،

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونیوالی ہے، خوب سُن لو، کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو، اور پنجگانہ نماز ادا کرو، سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکاۃ نہایت دلی خوشی کیساتھ دیا کرو، خانۂ خدا کا حج بجالاؤ، اور اپنے اولیائے امور و حکام کی اطاعت کرو جسکی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہوگے،

لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائیگا مجھے ذرا بتلادو کہ تم کیا جواب دوگے؟

سب نے کہا ہم اس کی شہادت دیتے ہیں، کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیئے،

آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کردیا،

آپ نے ہم کو کھوٹے، کھرے کی بابت اچھی طرح بتلادیا

اسوقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت

[1] مجمع الزوائد ... [illegible] ... ۲۱۵ ... [illegible]

وینکتھا الی النّاس	کو اُٹھایا، آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے
	اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے (فرماتے تھے)
اَللّٰھُمَّ اشْھَد	اے خدا سن لے (تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں)
اَللّٰھُمَّ اشْھَد	اے خدا گواہ رہنا (کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں)
اَللّٰھُمَّ اشْھَد۔ ثلاث مرّاتٍ	اے خدا شاہد رہ (کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں)
(۸) الا لیبلغ الشاھد الغائب	دیکھو جو لوگ موجود ہیں۔ وہ ان لوگوں کو جو
فلعل بعض من یبلغہ ان یکون	موجود نہیں ہیں، اسکی تبلیغ کرتے رہیں ممکن ہے کہ
اد عی لہ من بعض من سمعہ ؎۵۲	بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو
	یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ
	کی جائے؎

ناظرین، اس خطبہ نبوی کو پڑھیں۔ غور سے پڑھیں۔ تدبّر و تفکر سے پڑھیں۔ کہ
آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر اپنے الوداعی خطبہ میں قرآن مجید پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی
ہے۔ اور کیونکر قرآن مجید پر عمل کرنیوالے کے لئے یہ حتمی وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا؎
(۲) کیونکر مسلمانوں کے باہمی حقوق۔ جان و مال و عزت کو محفوظ فرمایا ہے؎
(۳) کیونکر بیویوں کے حقوق پر نہایت مستحکم الفاظ میں توجّہ دلائی ہے؎
(۴) کیونکر اپنی ذات مبارک کے متعلق اپنے عمر بھر کے کارناموں کے متعلق ہمارے
باپ داداؤں سے گویا مہریں کرالی ہیں۔
(۵) کیونکر ہر ایک مسلمان کو تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ذمہ دار۔ جوابدہ قرار دیا ہے؎
یہی ہیں وہ اصول و احکام جن پر عمل کرنا مسلمانوں کو دنیا اور دین میں سربلند کر سکتا
ہے اور جن کا ترک عمل انہیں خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بناتا ہے؎

؎۵۱ عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلعم؎
؎۵۲ عن ابی بکرہ۔ صحیح بخاری۔ باب حجۃ الوداع؎

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب خطبہ سے فارغ ہوئے۔ تو اُسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا[۵]

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا؛

آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کردیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کردیا؛

لہ صحیح بخاری عن عمر بن الخطاب۔ اب پڑھو مکاشفات ۱۴ باب جس کے ایک سے پانچ درس تک پچھلے صفحہ پر درج ہیں؛ چھٹا درس اب درج کیا جاتا ہے۔

۶۔ اور میں نے ایک اور فرشتہ کو انجیل ابدی لئے ہوئے دیکھا کہ آسمان کے بیچ بیچ اڑ رہا تھا تاکہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں در فرقوں اور اہل زبان اور لوگوں کو خوشخبری سنائے؛

پادری ڈبلیو ہوپر صاحب ایم۔ اے نے جنہوں نے طالبان علم الٰہیات وافادہ عامہ کلیسیا کیلئے تفسیر مکاشفات لکھی ہے اور کرسچن نالج سوسائٹی پنجاب نے ۱۸۸۵ء میں اُسے چھپوایا ہے۔ اس درس کی تحت میں صفحہ ۲۴ پر لکھا ہے عیسائیوں کا ایک فرقہ جو فرانسسکی کے نام سے موسوم ہے۔ اس درس پر ایک ابدی انجیل کی پیشگوئی نکالتا تھا وہ فرقہ کہتا ہے کہ یہ انجیل جواب ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اس ابدی انجیل کے سامنے عہد عتیق کی طرح منسوخ ہوجائے گی اور اس انجیل سے بہتر ایک انجیل نکلے گی جس کا نام ابدی انجیل ہوگا۔ وہ لوگ لفظ ابدی پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اُن کا معلّم یوہیاتیم تھا۔ ہوپر صاحب کی رائے کے اندراج کا صرف یہ مطلب ہے کہ عیسائیوں نے انجیل ابدی کے لفظ سے کسی دوسری کتاب کا نازل ہونا سمجھا ہے۔ الحمد للہ وہ قرآن مجید ہے؛ اور چونکہ آیہ اکملت یوم الحج کو نازل ہوئی تھی اسلئے یوحنا حواری نے میدان حج کے مکاشفہ کے وقت ہی اس ابدی انجیل کو دیکھا آسمانوں کے بیچ بیچ فرشتے کے اڑنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کی تعلیم اُن تمام ملکوں میں جو منطقۃ البروج کے سیدھے خطوط کی تحت میں واقع ہونگے یعنی دنیا کے آباد اور متمدن ملک اُن میں قرآن مجید کی منادی جلد پہنچ جائیگی۔ اور جو ممالک قطبین کے قریب ہیں اُن میں منادی دیر میں پہونچے گی؛

ے۲ لفظ آج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کی جانب ہی اشارہ نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ اس کا اشارہ ہزاروں سال پیشتر کے زمانہ کی جانب ہے؛ اس آج کا مطلب سمجھنے کے لئے عہد عتیق و عہد جدید کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب استثنا ہے اس کا آخری باب ۳۳ واں ہے۔ وہ اسطرح شروع ہوتا ہے؛ یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی ۲۔ اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا؛ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا؛ اور اُس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی؛ عیسائی علماء کا بھی اتفاق ہے۔ کہ یہ آئندہ کے لئے پیشگوئی ہے اور مسلمان بھی یہی تسلیم کرتے ہیں؛ اور نتیجہ یہ ہے؛ کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے بعد کے آنے والوں کو منتظر و شائق بنا کر دنیا سے سدھار جاتے ہیں؛ عہد عتیق کی آخری کتاب ملاکی نبی کی کتاب ہے۔ جو حضرت موسیٰ سے

اور میں نے تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا ہے"۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۸ ۵۴۔ ۱ سال بعد ہوئی۔ اس کتاب کے آخری باب کا شروع اس طرح ہوتا ہے "دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا۔ اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا؛ اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو یعنی عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو، وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آویگا؛ دیکھو وہ یقیناً آویگا؛ رب الافواج فرماتا ہے" ملاکی باب ۳؛ اس سے معلوم ہوا کہ عہد عتیق کی آخری کتاب بھی ہم کو منتظر بنا کر ختم ہو جاتی ہے۔ اب عہد نامہ جدید شروع ہوتا ہے۔ جسے انجیل بھی کہتے ہیں۔ انجیل کو دیکھو حضرت مسیحؑ نے اپنے سب سے آخری وعظ میں (جس کے بعد اپنی امت کو انہوں نے کوئی وعظ نہیں سُنایا) یہ الفاظ بیان کئے تھے:۔

۱۲۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں۔ کہ میں کہوں پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے؛

۱۳۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگا۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگا لیکن جو کچھ وہ سُنے گا۔ سو کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا؛

۱۴۔ وہ میری بزرگی کریگا۔ دیکھو انجیل یوحنا۔ ۱۶ باب؛

ان حوالجات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ توراۃ و انجیل ہم کو کامل تیاری تکمیل کے انتظار میں چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتی ہیں اور صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جو اس انتظار کا خاتمہ کر دیتا اور آخری شاہی فرمان "الیوم اکملت لکم" کا اعلان فرماتا ہے۔ آج کا لفظ ہزاروں سال کے منتظرین کو بشارت سُناتا۔ اور تکمیل کی خوشخبری سے مسرور بناتا ہے؛

عالمان طبقات الارض اور فاضلان سائنس جب آفرینش عالم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے ہیں تو کہا کرتے ہیں؛ کہ موجودہ عالم؛ موجودہ حالت پر ہزاروں تغیرات کے بعد اور ہزاروں سال کے بعد پہنچا ہے گویا عالم کی جو موجودہ حالت ایسی مکمل معلوم ہوتی ہے۔ کہ اُس سے برتر و بہتر کا کوئی نقشہ بھی ہمارے وہم و خیال تصور و گمان میں نہیں آسکتا۔ یہ ہزاروں سال کی ترتیب و تہذیب کا نتیجہ ہے۔

پس اسی طرح ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا لفظ الیوم (آج) بھی یہی بتلا رہا ہے۔ کہ انسانی نسل کے لئے پسندیدہ ترین مذہب کی یہ مکمل صورت بھی سینکڑوں مختص المقام۔ اور مختص الاقوام شریعتوں اور مختص الاحوال حکموں کے بعد ہزاروں سال گذر جانے پر جلوہ آرا ہوئی ہے؛ اور اب اس کا حق ہے۔ کہ وہ سب جگہ اور ہر ایک قوم۔ ہر ایک نسل۔ ہر ایک ملک میں ہر ایک شخص کو ابدی بشارت پہنچائے۔ ارحم الراحمین کے رحم و رحمانیت اور غفور الودود کی غفران و محبت کی خوشخبری ہر ایک شکستہ دل گناہگار اور عاصی تباہ کار کو سنائے سب کے لئے سلامتی اور برکت کے دروازے کھول دے۔ سب کے لئے ابدی سرور اور رضوان ربانی کا نزل مہیا کر اور ان اسباب کے فراہم ہو جانے پر اعلان کر دے۔ کہ آج مذہب کی تکمیل ہو گئی۔ آج نعمت الٰہی کے بھرپور خزانے فرزندان آدم کے حوالے کر دیئے گئے؛

ناظرین! میں حضرت مسیحؑ کی مندرجہ بالا پیشگوئی کے متعلق بھی اس جگہ کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں اس پیشگوئی کی بابت بعض کئی فاضل پادری صاحبان سے گفتگو کی۔ اُن میں سے جو صاحب اس پیشگوئی کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

حاشیہ صفحہ ۲۵۹ بابت تسلیم نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ اس پیشگوئی کا ظہور مسیح کے ۱۲ حواریوں پر پینتی کست کے دن جس کا ذکر اعمال کے دوسرے باب میں ہے، ہوا تھا۔ اُس روز روح القدس حواریوں پر اُتری تھی، وہ مختلف بولیاں بولنے لگ گئے تھے، ہر ایک کے سر پر آگ کے زبانے چمکتے ہوئے سب کو نظر آتے تھے۔

میں نے جواب دیا کہ پینتی کست کے دن جو کچھ ہوا، اسے سینٹ پطرس ہم تم سے پہلے بیان کر چکا ہے، ٹھیک اُسی وقت جب کہ روح القدس سب حواریوں پر اور پطرس پر موجود تھی۔ اعمال کے ۲ باب کی ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ درس پڑھو، ۱۴ تب پطرس نے اُن گیارھوں کے ساتھ کھڑے ہو کے اپنی آواز بلند کی اور اُن سے کہا۔ اے یہودی مردو۔ اور یروشلم کے سب رہنے والو یہ جانو اور کان دھر میری باتیں سنو۔ ۱۵۔ کہ یہ جیسا کہ تم سمجھتے ہو نشے میں نہیں۔ کیونکہ ابھی پہر دن آیا ہے، ۱۶۔ بلکہ یہ وہ ہے جو یوایل نبی کی معرفت فرمایا گیا۔ پس جب سینٹ پطرس روح القدس کی مدد سے بتلا چکا کہ پینتی کست کا تعلق یوایل (یونہ۔ یا یوایل نبی) نبی کی پیشگوئی سے ہے، اور مسیح کی پیشگوئی سے نہیں، تو اب کسی پادری کا کوئی حق نہیں رہا کہ اسے مسیح کی پیشگوئی سے متعلق بتائے، یہ دلیل تو زبردست بیرونی شہادت تھی۔ اب اندرونی شہادت بھی جو خود مسیح کے الفاظ سے ملتی ہے، پیش کی جاتی ہے۔

(۱) انجیل یوحنا ۱۶ باب کے درس ۱۲ کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں مسیح نے نہیں بتلائی تھیں، آنے والا روح حق وہ باتیں بتلائیگا۔ مگر پینتی کست کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی۔

(۲) درس ۱۳ میں ہے، کہ روح حق آئندہ کی خبریں دیگا۔ مگر پینتی کست کے دن نہ روح القدس نے اور نہ حواری نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔

(۳) درس ۱۴ میں ہے، کہ وہ روح حق مسیح کی بزرگی کریگا، پینتی کست کے دن روح نے مسیح کی بابت ایک حرف بھی نہیں کہا، صاف یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح اور روشن ہے۔ اور اسکی تھوڑی سی وضاحت یہ ہے۔

اول مسیح علیہ السلام نے ۱۲ درس میں فرمایا ہے۔ میری اور باتیں ہیں، کہ میں کہوں، پر اب تم اُنکی برداشت نہیں کر سکتے۔ ایسی باتیں جو مسیح علیہ السلام نے بیان نہیں کیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں، بے شمار ہیں، یہ باتیں زیادہ تر احسانیات کے متعلق ہیں۔ مثلاً تفکر فی ذات اللہ، تفکر فی صفات اللہ، تفکر فی افعال اللہ، تفکر فی ایام اللہ، تفکر فی الموت و ما بعدہ، توحید فی العبادۃ۔ توحید فی الاستعانت۔ تنزیہ الحق۔ تقدیس رب۔ صدیقیت۔ محدثیت۔ شہادت۔ استغناء عن النفس، بقا بالحق، وغیرہ۔ ان کے بعد احوال قبر، احوال حشر، ابواب نجاۃ ہیں۔ ان کے بعد ابواب مصالح اور ابواب ارتفاقات ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ انجیل میں انکی بابت یا تو بیان ہی نہیں ہوا ہے یا کسی قدر بیان ہے۔ تو تمثیل اور تشبیہ کے نقاب میں روپوش ہے۔

دوم مسیح علیہ السلام نے ۱۳ درس میں فرمایا ہے وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگا، اسی کے موافق قرآن مجید میں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذبح کئے ؛ یہ قربانی منٰے پر کی گئی تھی ؛

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۰ ہے والذی جاء بالصدق محمدؐ وہ ہے جو ساری سچائی لے کر آیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے یعلمھم الکتاب والحکمۃ (محمدؐ دنیا کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے) یہ ظاہر ہے کہ جو معلم شریعت و حکمت دین اور دانش کی مکمل تعلیم دیتا ہو، ساری صداقت اور کامل سچائی اسی کے پاس ہو گی؛

مسیح نے اسی درس میں فرمایا ہے، وہ اپنی نہ کہیگا بلکہ جو کچھ وہ سُنے گا سو کہیگا۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی توصیف انہی الفاظ سے فرمائی ہے ما ینطق عن الھوٰی اِن ھُوَ اِلّا وحیٌ یُوحیٰ علمہٗ شدید القویٰ؛ محمدؐ اپنی خواہش سے کچھ بھی نہیں بولتا۔ جو کچھ وہ سُناتا ہے یہ تو وحی ہے جو اُس کے پاس بھیجی گئی اور کامل طاقتوں والے نے اُسے سکھلائی ہے؛

سوم مسیح علیہ السلام نے ۱۴ درس میں کہا ہے وہ میری بزرگی کریگا۔ چنانچہ تمام قرآن کریم اور احادیث پاک کی کتابیں ان الفاظ سے مملو ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مسیح کی بزرگی کی بابت نکلے۔ بہت سے یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے جو کہتے تھے کہ ہم لوگ آپ پر ایمان لانے کو تیار ہیں۔ مگر ہم مسیح کو سچا نہیں مان سکتے؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرما دیتے تھے؛ کہ جو کوئی مسیح پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لاتا؛ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہر ایک مسلمان مسیح علیہ السلام کی بزرگی اور عظمت کا دل سے قائل ہے؛ اُن پر ایمان رکھتا ہے اُن کو پانچ اولو العزم رسولوں میں سے ایک جانتا ہے؛ اس طرح پر ۳۳ کروڑ مسلمان دنیا پر مسیح ع کی شہادت ہر وقت ادا کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام سے پہلے عیسائیوں کے پاس ایک بھی بیرونی گواہ موجود نہ تھا۔ اور اب بھی مسلمانوں کے سواء کوئی انکی شہادت نہیں دیتا ہے جس سے مریم صدیقہ کی پاکیزگی، مسیحؑ کی ولادت فوق از عادت۔ اور مسیحؑ کے معجزات کی تائید ہوتی ہو۔ عیسائی صاحبان غور کریں کہ "یہ میری بزرگی کریگا" کا ظہور اس سے بڑھ کر اور کیا متصور ہو سکتا ہے؛

ہاں ۱۴ درس کا ایک فقرہ رہ گیا۔ مسیحؑ نے بتلایا کہ وہ تمہیں آیندہ کی خبریں دیگا؛

جن عیسائی عالموں نے قرآن احادیث کا مطالعہ نہیں کیا، وہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی؛ جب میں یہ بات اُن میں ...... کسی کے مُنہ سے سنتا ہوں تو اول مجھے افسوس ہوتا ہے کہ اسکی معلومات ہماری کتابوں کی بابت کس قدر کم ہیں۔ دوم تعجب ہوتا ہے کہ جب اُنہیں خبر نہیں تو پھر ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت وہ کیوں کرتے ہیں؛ اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں پر اس جگہ مفصل لکھنے لگوں تو بجائے خود ایک کتاب بن جائے؛ اسلئے میں انشاء اللہ تعالےٰ اسکی بابت کبھی علٰحدہ لکھونگا؛ اس جگہ مختصر طور پر ذکر کرنا اسلئے ضروری ہے کہ درس ۱۴ کی تشریح اور حضرت مسیحؑ کے قول کی تصدیق ہو جائے؛

پہلی پیشگوئی۔ اہل مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، اُنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ملیامیٹ کرنے میں ہر ایک ممکن کوشش پورے زور سے کی تھی؛ اُنکی عداوت ایسی سخت اور مسلسل تھی کہ کوئی وجہ ایسا قیاس کرنے کی نہ پائی جاتی تھی۔ کہ یہی لوگ، ایک وقت اسلام کے خادم مسلمانوں کے بھائی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۱ | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی ہو جائینگے۔ لیکن قرآن مجید نے پہلے سے یہ پیشگوئی کر دی تھی۔ "ولتعلمن نبأہ بعد حین" وہ اسلام کی صداقت کو کچھ عرصہ کے بعد ضرور جان لینگے"۔ اس پیشگوئی کا ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں ہی ہو گیا۔ اور سب اہل مکہ مسلمان ہو گئے تھے۔ جن میں خالد بن الولید جیسے بھی تھے۔ جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوا تھا۔ اور عمرو بن العاص جیسے بھی جو مسلمانوں کو قید کرانے کے لئے شاہ حبش کے پاس گیا تھا اور عثمان بن ابو طلحہ جیسے بھی۔ جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عبادت کے لئے کعبہ کے اندر گھسنے نہ دیتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

دوسری پیشگوئی۔ عرب کے تمام قبائل اور جملہ اہل مذاہب نے اسلام کے جھٹلانے پر اتفاق کر لیا تھا۔ بت پرست مجوس۔ صابی۔ عیسائی۔ یہودی۔ ملحد اگرچہ آپس میں سخت اختلاف رکھتے تھے۔ تاہم وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے۔ اسلام کو پامال کرنے پر متفق تھے۔ کوئی علامت ایسی نہ تھی کہ ایسے مختلف دعاوی مختلف خواہشات والے کیونکر اسلام کی صداقت ماننے والے بن جاوینگے۔ مگر قرآن مجید نے یہ پیشگوئی کر دی تھی "سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق"۔ ہم ان کو جلد ہی اپنے نشانات ان کے گرد و پیش اور خود ان کے اندر بھی ایسے دکھلائیں گے۔ کہ ان پر یہ بات بخوبی روشن ہو جائیگی کہ اسلام سچا ہے"۔ یہ پیشگوئی اپنی پوری طاقت سے ظہور میں آئی۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں عرب کے ہر ایک مذہب ہر ایک قبیلہ نے اسلام کی سچائی کو سمجھا۔ دیکھا۔ جانا۔ اور اس پر ایمان لایا۔

تیسری پیشگوئی۔ ایرانی سلطنت رومی سلطنت کے ساتھ جنگ کر رہی تھی۔ رومیوں کو شکست ہوئی۔ ایرانی آتش پرست تھے۔ رومی اہل کتاب عیسائی تھے۔ ایرانیوں سے بت پرستان مکہ کو اور رومیوں سے مسلمانوں کو طبعاً فطرتاً ہمدردی تھی۔ جب عیسائی سلطنت کو شکست ہوئی۔ تو مکہ کے بت پرست خوب اچھلے کودے۔ اور اپنے لئے بھی فال لینے لگے۔ کہ ہم بھی مسلمانوں پر اسی طرح غالب ہو جائینگے۔ مسلمان نہایت دل شکستہ ہوئے۔ قرآن پاک نے پیشگوئی کی۔ "غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین" عیسائی اپنے ملک کی سرحد پر مغلوب ہو گئے ہیں۔ مگر وہ جلد چند سالوں کے اندر اپنے دشمنوں پر غالب آجائینگے۔ جہاں تک انسانی عقل و تجربہ کا دخل تھا۔ جہاں تک موجودہ قرائن سے نتیجہ نکالا جا سکتا تھا۔ پیشگوئی کا کسی کو یقین نہ آتا تھا۔ کیونکہ عیسائیوں کو ایسی شکست ملی تھی۔ کہ چند سال تک تو وہ پنپ بھی نہ سکتے تھے۔ ابی بن خلف نے نہایت شوخی سے قرآن کے جھٹلانے کے لئے اشتہار دیا کہ اگر پیشگوئی سچی نکلی تو میں ۳۰۰ شتر ہار جاؤنگا۔ ابوبکر صدیق نے اظہار صداقت دین کیلئے اس سے شرط لگائی۔ نزول آیت سے آٹھویں سال ٹھیک وہی ہوا۔ جو قرآن مجید نے بتلایا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ نے شرط جیت لی۔ یہ وہ پیشگوئی ہے جسکی تائید قسطنطنیہ و ایران کی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ زبان عرب میں لفظ بضع اکائیوں پر بولا جاتا ہے۔ ایک سے ۹ تک کا شمار اس میں شامل ہوتا ہے

ہو کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں آئے ؛ اور طواف افاضہ ادا کیا؛

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۲ | چوتھی پیشگوئی۔ نبوۃ کا ابتدائی عہد تھا۔ وحی کا آغاز ہو کر فقہ پڑ گیا تھا، کافروں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چڑانے کھجانے کے لئے کہنا شروع کر دیا کہ محمدؐ کا خدا اُس سے روٹھ گیا۔ محمدؐ کو اُسنے چھوڑ دیا؛ اس واقعہ پر خدا کا جو کلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تسکین کیلئے اُترا اُس میں ایک پیشگوئی بھی کی گئی ہے۔ اور فرمایا گیا "وللاخرۃ خیر لک من الاولی"؛ آپ کا پچھلا زمانہ پہلے زمانہ سے بہتر والا ہوگا؛ وحی کے متعلق اس پیشگوئی کا ظہور دیکھو۔ وہ مدنی سورتیں ہیں۔ جن میں البقرہ۔ آل عمران۔ مائدہ انعام بھی ہیں۔ جو بلحاظ احکام واسرار و فضائل وتفصیل اُن سورتوں پر فوقیت رکھتی ہیں؛ جو مکی ہیں؛ جن میں صرف عقائد یا اجمالی احکام ہیں؛ آیت کا مقتضی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبدم ترقی کرتے رہینگے؛ اور آپ کی کامیابی کا ظہور مسلسل ہوتا رہیگا؛ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی اس پیشگوئی کی مصداق اور مصدق ہے یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی زندگی کی بابت ایسی صریح پیشگوئی دشمنوں کے سامنے عین معاوضہ مقابلہ کے وقت نہیں سکتا جب تک کہ وہ مؤید من اللہ نہ ہو۔ چونکہ لفظ آخرۃ اُس آیندہ زندگی کی نسبت بھی بولا جاتا ہے۔ جس کا آغاز یوم الحساب سے ہوگا۔ اسلئے مسلمانوں کا ایمان اس پیشگوئی کی نسبت اسی آیت کے تمسک سے یہ بھی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و شرف کا پورا ظہور اس عالم میں جملہ اہل عالم پر ہوگا۔ اور چونکہ دنیاوی زندگی میں اس پیشگوئی کی صداقت کا ظہور بلحظہ بلحظہ ہوتا رہا ہے اسلئے مسلمانوں کا مندرجہ بالا اعتقاد ایک صحیح و مضبوط بنیاد پر ہے؛

پانچویں پیشگوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کا انتقال ہو گیا تھا۔ دشمن خوشیاں منانے لگے کہ اب محمدؐ کا نام لیوا بھی نہ رہا۔ قرآن مجید نے اس بارہ میں پیشگوئی فرمائی "انا اعطینٰک الکوثر" نیز فرمایا۔ ان شانئک ھو الابتر؛ کوثر لفظ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے اس میں وہ جملہ عطیات و انعامات ظاہری و باطنی بھی شامل ہیں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ملے تھے یا جنت میں ملینگے؛ (جن میں سے ایک حوض کوثر بھی ہے) نیز اُمت محمدیہ کی وہ عظیم الشان تعداد بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے جو دن میں بیسیوں بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر برکت بھیجتی؛ آپ کی صداقت کی شہادت دیتی؛ حضور کے نام نامی و اسم گرامی کی دنیا میں اشاعت کرتی ہے اور دنیا کا کوئی براعظم۔ کوئی ملک کوئی صوبہ مسلمانوں سے خالی نہیں۔ اس کے بالمقابل اُن دشمنان خدا کا نام ایسا ملیا میٹ ہوا۔ کہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ یہ پیشگوئی آج بھی پوری صداقت کے ساتھ دنیا کے سامنے اپنا نور پھیلا رہی ہے؛

چھٹی پیشگوئی۔ مسلمان مکہ سے باہر نکالے جاتے تھے؛ وہ بے خانماں و بے ساز و سامان تھے۔ تمام ملک دشمن تھا۔ اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ لوگ جلد دنیا سے فنا ہو جائینگے۔ اُس وقت قرآن مجید نے بطور پیشگوئی اعلان کیا "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" خدا تم میں سے ایمان والوں۔ نیک عمل والوں سے وعدہ کرتا ہے کہ انہیں الارض کا خلیفہ بنائیگا۔ جیسا کہ خدا نے تم سے پہلے لوگوں کو وہاں کا خلیفہ بنایا؛ مسلمانوں سے پہلے جو قوم خدا کی برگزیدہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۳ قوم کہلاتی تھی وہ بنی اسرائیل ہیں۔ الارض وہ وعدہ کی زمین ہے۔ جس کی بابت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب و موسیٰ و داؤد علیہم السلام کے ساتھ خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ابد تک فرزندان ابراہیم کو دی گئی ہے (کتاب پیدائش ۱۳ باب ۱۷ درس) حضرت ابراہیم کے بعد اس عدہ کا ظہور بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا رہا۔ ہزاروں سال تک وہی اس زمین کے مالک و حاکم رہے۔ قرآن مجید نے اس آیت میں بتلایا کہ اب وہ وعدہ براہیم کی دوسری شاخ یعنی مسلمانوں کے ساتھ پورا کیا جاویگا۔ اس پیشگوئی نے ہزاروں سال کی ہسٹری کو بدل دیا اور شام کا ملک ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت میں (جن کی خلافت کا اس آیت میں ذکر و وعدہ ہوا ہے) مسلمانوں کو مل گیا۔ آج تیرہ سو برس کی تاریخ اس پیشگوئی کی صداقت کو تسلیم کر رہی ہے۔ اور ہر ایک انکار کرنے والے کے لئے ایک بیّن و روشن علامت موجود ہے کہ شام کا ملک کس کے پاس ہے اور خدائے زمین و زمان اپنا ابدی وعدہ اب کس قوم کے ساتھ پورا کر رہا ہے۔

ساتویں پیشگوئی۔ مخالفین مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے مسلمانوں سے جن قبائل کے معاہدے تھے، وہ مخالفین کی تعداد و طاقت، کثرت و شوکت دیکھ کر مسلمانوں کی مدد کرنے سے ہٹ بیٹھے تھے۔ رب کریم نے نصرت غیبی سے مسلمانوں کو دشمنوں کے حملہ سے بچایا۔ تب معاہد قومیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور تقصیر خدمات کی معافی کی درخواست پیش کی۔ اُن کے لئے قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونہم او یسلمون (تمہیں آیندہ ایک اور زیادہ طاقتور قوم کے مقابلہ کے وقت بُلایا جائیگا۔ اُن سے جنگ ہوگی، یا وہ مسلمان ہو جائینگے۔ اگر تم اُس وقت مدد دوگے تو یہ قصور معاف ہو جائیگا) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے بعد سلطنت ایران جنوبی عرب پر اور سلطنت قسطنطنیہ شمالی عرب پر اپنی سابقہ حکومت کو بحال کرنے کی تدابیر اختیار کرنے لگی تھیں۔ خلیفہ رسول اللہ صلعم ابوبکر صدیقؓ نے اپنی قیام و حفاظت کے لئے ان طاقتوں کو کمزور کر دینا ضروری سمجھا۔ اسلئے پہلے سلطنت قسطنطنیہ کے ساتھ عراق و شام میں اور پھر سلطنت ایران کے ساتھ فارس و خراسان میں نبرد آزمائی و جنگ جوئی کی نوبت آئی۔ ان لڑائیوں میں عرب کی وہ سب قومیں جو پہلے مخلفین کا نام پا چکی تھیں اور جنکی تقصیر خدمت کی معافی کو قرآن نے آیندہ امداد پر موقوف رکھا تھا، شامل ہوئی تھیں۔ اس آیت کے ساتھ اب یہ آیت بھی پڑھ لینی چاہیئے وعدکم اللّٰہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ھذہ ... واخری لم تقدروا علیہا قد احاط اللّٰہ بہا خدا نے تم مسلمانوں کے ساتھ بہت بڑی بڑی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے اُن میں کی یہ تو پہلی غنیمت ہی جو جلدی سے مل گئی ہے۔ پھر فرمایا اسکے سوا اور غنیمتیں ہیں جن کے حاصل کرنے کی تم مقدرت نہیں رکھتے مگر خدا نے اُن پر احاطہ کر لیا ہے۔ ممالک بالا میں مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں۔ قرآن کی پیشگوئی بچند وجوہ پوری ہوئی (۱) متقصرین خدمت کو فی الواقع آزمایش کا دوسرا موقع ملا۔ (۲) مسلمانوں کا جن سلطنتوں سے پالا پڑا تھا فی الحقیقت وہ بڑی مہیب و زبردست تھیں۔ (۳) اس مقابلہ کا انجام وہی نکلا جو قرآن مجید نے بتلایا تھا جو سامنے لڑے وہ تباہ ہوئے۔ اور مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ مغانم کثیرہ ملے۔ جو محبت سے ملے وہ تحقیق سے مسلمان ہو گئے

آغاز کیا۔ ہزاروں اونٹ۔ بیلنڈھے۔ بڑہ۔ بھیڑیں قربانی کی گئیں؛

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۴ | اس پیشگوئی کی صداقت کو عرب۔ شام۔ ایران۔ خراسان کی تاریخیں پیش کر رہی ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو ممالک مصر۔ افریقہ۔ نوبہ۔ اندلس کو بھی اسی ذیل میں شامل کرلے؛

اب میں بطور نمونہ کتب احادیث کی پیشگوئیوں میں سے بھی ایک پیشگوئی کا اندراج کرتا ہوں۔ ناظرین کو یہ یاد رہے کہ ہمارے عیسائی بھائی احادیث کے حوالے منظور نہیں کیا کرتے؛ وہ کہا کرتے ہیں؛ کہ یہ کتابیں آنحضرت صلعم کی زندگی کے بعد مرتب ہوئی ہیں؛ کاش وہ مسلمانوں ہی کے طرز عمل سے سبق سیکھیں؛ کہ ہم کیونکر اناجیل اربعہ کے حوالجات کو سنتے؛ مانتے اور خود استعمال کرتے ہیں؛ صرف اسلئے کہ عیسائی اُن کو معتبر سمجھتے ہیں؛ ورنہ عیسائی کتابوں میں بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ کتابیں مسیح سے بہت عرصہ بعد تکمیل کی گئی ہیں؛ اور عیسائی علما کے نزدیک ان کے مصنفین اور زمانہ تصنیف اور بعض عبارتوں کے متعلق بہت کچھ اختلاف و شک۔ نیز ناقابل رفع تناقض موجود ہے؛

خیر میں اب حدیث درج کرتا ہوں عن المستورد القرشی انه قال عند عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنه سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ یقول تقوم الساعة والروم اکثر الناس فقال له عمرو۔ ابصر ما تقول۔ قال اقول ما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لئن قلت ذالک۔ ان فیهم لخصالاً اربعاً انّهم لَاَحلم النَّاسِ عِندَ فتنة واسرعهم افاقة بعد مصیبة واوشکهم کرة بعد فرة وخیرهم لمسکین ویتیم وضعیف۔ وخامسة حسنة جمیلة وامنعهم من ظلم الملوک۔ مستورد قرشی نے عمرو بن العاص المتوفی ۴۳ھ کے روبرو کہا؛ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے؛ قیامت اُس وقت قائم ہوگی۔ جب یورپین سب لوگوں سے زیادہ ہونگے عمرو نے کہا؛ دیکھ تو کیا کہتا ہے مستورد نے کہا میں تو وہی کہتا ہوں؛ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ عمرو نے کہا؛ تب تو ٹھیک ہے بیشک ان میں چار خصلتیں ہیں؛ (۱) وہ مصیبت کے وقت نہایت بُردبار ہیں۔ مصیبت کے بعد بہت جلد ہوشیار ہوجاتے ہیں بھاگنے کے بعد سب سے پہلے پھر حملہ کرتے ہیں۔ مسکین و یتیم و ضعیف کے لئے سب لوگوں سے بہتر ہیں؛ ایک پانچویں صفت اور ہے جو نہایت عمدہ ہے وہ بادشاہوں کے ظلم کو سب لوگوں سے بڑھکر روکتے ہیں؛ واضح ہو کہ یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے۔ امام مسلم کا رجب ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا؛ اسلئے ہر ایک مخالف کو اس قدر تو ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ پیشگوئی مسلمانوں میں تیسری صدی کے اندر پھیل چکی تھی؛ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ کل دنیا پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا؛ علم و حکمت؛ زور و طاقت تمدن و سیاست میں مسلمان سب سے فائق تر تھے؛ اُس وقت یہ کہنا کہ یہ تمام برتری و بزرگی خاک میں ملجائیگی؛ اور دنیا میں یورپین عیسائی قوموں کی حکومت ہوجائیگی؛ بالکل عقل و فکر سے باہر تھا؛ اور مسلمانوں کیلئے فال بد بھی تھا؛ مگر امام مسلم نے اسے اپنی کتاب میں درج کردیا؛ کیونکہ اُن کو صحیح طور پر معلوم ہوگیا کہ ضرور یہ ارشاد نبی پاک کا ہے بالآخر اب صدیوں کے بعد اُس کا ظہور ہو رہا ہے؛ آج کوئی بتلائے کہ کونسا ملک ہے جو عیسائی سلطنتوں کی حکومت یا اثر۔ یا ڈپلومیسی سے باہر ہے؛ اس پیشگوئی کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اور جب یہ پیشگوئی صحیح ہے تو مسیح نے ۱۶ اور یوحنا نے ۱۳ ابواب میں بھی جو علامات بتلائی تھیں؛ وہ بھی بالکل پوری ہوگئیں؛ اس قدر لکھنے کا مطلب یہی ہے کہ عیسائی بھائی حضرت مسیح کے ارشاد پر عمل کریں؛ اور محمد رسول اللہ کا اتباع اختیار کریں جنکی خبر نہایت روشن علامات کے

حج سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود شعائر اللہ کی تعظیم، حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے سنن ہدیٰ کا احیاء، کفار کے مشرکانہ رسوم کا ابطال، توحید خالص کا اعلان تعلیم اسلام کی اشاعت عامہ تھا، چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس حج میں آخری تبلیغ فرمائی تھی، اس لئے اس حج کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے، اور چونکہ اس حج میں آنحضرت نے امت سے کلمات تودیع فرمائے تھے، اسلئے اس کا نام حجۃ الوداع بھی ہے۔

الغرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان کامیابی ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم و عمل اور البلاغ والوداع کے بعد مسرور و مبتہج مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے راہ میں بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت کچھ شکایات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۵ | ساتھ انجیل میں دی گئی ہے۔

۵ پڑھو یسعیاہ ۶۰ باب ۷ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی۔ نبایوط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے۔ وے میری منظوری کیواسطے میری مذبح پر چڑھائے جاوینگے۔ اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا۔ عمل

تا نطیرین نبیط (نبیت) وقیدار حضرت اسمٰعیل کے بیٹوں کا نام ہے (دیکھو کتاب پیدائش ۲۵ باب ۱۳ ورس) اسمٰعیل قریش قیدار کی اولاد ہیں، اور دیگر اکثر قبائل نبیت، نبیط، بنایوط، نبایوث۔ یہ سب ایک ہی نام کے ہجے ہیں) کی اولاد ہیں، اس فقرہ میں اللہ پاک نے بتلایا ہے، کہ عرب کے تمام قبائل اس وقت قربانی کرینگے۔ اس ورس میں قربان گاہ کو اللہ تعالے نے اپنا مذبح بتلایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہ قربان گاہ ہے جہاں کی قربانی کو اللہ تعالے قبول فرماتا ہے، اور اسی جگہ کو قدیم سے قربان گاہ مقبولہ الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے، اس کے بعد فقرہ یہ ہے (میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا) واضح ہو کہ شوکت کا گھر ترجمہ لفظ "بیت الحرام" کا ہے۔ اور اللہ پاک نے بھی کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں بتلایا ہے، جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیامًا للناس ترجمہ۔ اللہ نے کعبہ کو شوکت کا گھر بنایا ہے تاکہ مخلوق آکر وہاں قیام کرے، قبائل عرب کے نام، منیٰ کا پتہ، منیٰ اور بیت اللہ کا ساتھ ساتھ ذکر، یہ ایسی باتیں ہیں، جو پیشگوئی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے ساتھ خاص کرتی ہیں، یسعیاہ کے ۶۰ باب کی ایک سے ۶ ورس ہم اسی مضمون کے شروع میں درج کر آئے ہیں، اب شروع باب کو ملا کر پڑھو۔ ورس ۶ میں مدیان عیفاہ سبا کے نام بھی ہیں۔ اور یہ سب قبائل حج میں موجود تھے، ورس ۶ میں سبا کے سونا اور لوبان لانے کا ذکر ہے، سبا ملک یمن ہی کا نام ہے، کیونکہ سبا نے ہی اسے آباد کیا تھا، جس سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا ہے، علی مرتضٰے اس سال یمن کے حاکم و مبلغ تھے، وہ حج کے لئے یمن سے سیدھے مکہ کو آئے تھے، اور ملک سبا (یمن) کا زر محصول انہوں نے اسی جگہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ ایسی صاف پیشگوئی ہے کہ ہمارے ہٹیلے عیسائی دوست کوئی صحیح تاویل اس کی نہیں کر سکتے۔

تک پہونچائیں شکایات کا تعلق حضرت علی ؑ مرتضیٰ کے چند افعال سے تھا، جو حکومت یمن میں جناب مرتضوی سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے۔

خطبہ غدیر درحقیقت شکایت کی بنیاد بریدہ رضہ کا قصور فہم تھا، اسلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ایک فصیح خطبہ پڑھا، اور اس خطبہ میں اہل بیت رضوان اللہ علیہم کی شان ومنزلت کا اظہار فرمایا، اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ، جس کا میں مولی ہوں، علی بھی اس کا مولی ہے۔

اس خطبہ کے بعد عمر فاروق ؓ نے علی ؓ مرتضیٰ کو اس شرف کی مبارکباد دی، اور بریدہ رضہ نے بقیۃ العمر علی مرتضیٰ ؓ کی محبت متابعت کو پورا کیا، بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل میں شہید ہوئے تھے۔

۱۱ہجری مقدس یہ وہ سال ہے جس میں خدا کے رسُول نے حق رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی جانب معاودت فرمائی، انتقال سے ۳ ماہ پہلے اس سورۃ کا نزول ہوا تھا

اذا جاء نَصْرُ اللّٰہِ والفتح ورایت النّاس یدخلونَ فِی دِینِ اللّٰہ افواجًا فسبّح بحمدِ ربك واستغفرہ انّہٗ کانَ توابًا۔	جب خدا کی مدد اور فتح پہونچگئی اور تو نے لوگوں کو فوج در فوج دین الٰہی میں داخل ہوتے دیکھ لیا، تو اب اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید و استغفار کرو کیونکہ وہی ہے جسکی طرف بازگشت ہے۔

اس سورۃ کے بعد چند بار خصوصًا حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں خدا کے رسُول ؐ نے اُمت سے کہدیا تھا، کہ میں عنقریب دنیا سے چلا جانے والا ہوں، آیت اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے نزول سے یہ مطلب اور بھی واضح ہو گیا تھا، کیونکہ نبی اللہ نے فرمایا تھا، کہ میں اسلئے مبعوث ہوا ہوں، کہ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تکمیل کر جاؤں، اور یہ آیت ظاہر کرتی ہے، کہ وہ مقصد پورا ہو چکا، تب نتیجہ یہی ہونا چاہیئے، کہ کامیابی کی مسرت اور فیروزی کی خورسندی کے ساتھ آپ اس عالم سے سدھار جائیں، اور رفیق اعلیٰ کی رفاقت سے بہرہ وری کا حظ وافر اُٹھائیں۔

آخری رمضان میں ۲۰ یوم کا اعتکاف کیا تھا، حالانکہ ہر سال ۱۰ یوم کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

اور پیاری بیٹی فاطمہؓ سے اسکی وجہ بھی بتلائی تھی کہ میری موت قریب ہے، شروع ماہ صفر میں خدا کے نبیؐ نے سفرِ آخرت کی تیاری بھی شروع کر دی، ایک ماہ پیشتر جملہ مہاجرین وانصار کو جمع فرمایا، اور خطبۂ ذیل اُن کو سُنایا۔

لوگو! مرحبا۔ خدا کی سلامتی۔ حفاظت۔ نصرت تمہارے ساتھ ہو، خدا انہیں نعمت۔ ہدایت اور توفیق عطا فرمائے، خدا انہیں اپنی پناہ میں رکھے، آفات سے بچائے، اور تم کو سلامت رکھے۔

میں تم کو تقویٰ کی، اور خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں، اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، اور تم کو اپنا جانشین بناتا ہوں، اور تم کو عذابِ الٰہی سے ڈراتا ہوں، اور خیال کرتا ہوں کہ تم بھی لوگوں کو اس سے ڈراتے رہو گے، تم کو لازم ہے، کہ سرکشی۔ تکبر۔ بڑھ کر چلنے کو خدا کے بندو اور خدا کی بستیوں میں نہ پھیلنے دو، آخرت کا گھر اُسی کیلئے ہے جو دنیا میں بڑھ کر نہیں چلتے اور فساد نہیں کرتے، اچھی عاقبت صرف متقین کی ہے، (فرمایا) میں ان فتوحات کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو حاصل ہونگی، مجھے یہ ڈر نہیں رہا۔ کہ تم مشرک بن جاؤ گے، لیکن ڈر یہ ہے، کہ دنیا کی رغبت اور فتنہ میں پڑ کر کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ، جیسے پہلی اُمتیں ہلاک ہو گئیں[۱]۔

(آخر میں فرمایا) سلام تم سب پر، اور اُن سب پر جو آج سے لے کے قیامت تک اسلام کی وساطت سے میری بیعت میں داخل ہوں۔

چند روز کے بعد خدا کا نبیؐ کوہ احد پر تشریف لیگیا، اور شہدائے احد کے گنج شہیدان پر الوداعی نماز پڑھی[۲]، پھر مدینہ کے گورستان میں آسودگان بقیع پر دعا کیلئے آدھی رات تشریف لیگئے، اور دُعا فرمائی، پھر وہ جگہ اِنَّا بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔ کا جملہ پڑھا، گویا اُن کو مژدہ تشریف آوری سُنایا تھا، چند روز کے بعد ۲۹ صفر روز دوشنبہ کو بیماری کا آغاز ہوا، سخت دردِ سر اور تپ شدید تھی۔

ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ جو رومال خدا کے رسولؐ نے سر سے باندھ رکھا تھا، میں نے اُسے ہاتھ لگایا، بدن سے سینک آتا تھا، بدن ایسا گرم تھا، کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی

آغازِ مرض

[۱] مسلم عن عقبہ بن عامر یا المتنی۔ [۲] عن عقبہ بن عامر صحیح بخاری کتاب المغازی

میں نے تعجب کیا، فرمایا، انبیاء سے بڑھکر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی، اسی لئے اُن کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے،

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے، تو یہ دعا پڑھکر اپنے ہاتھ جسم پر پھیر لیا کرتے،

اذهب الباس رب الناس واشف انت الشافي لا شفاء الا شفاءك شفاء لا يغادر سقما،

"اے نسل انسانی کے پالنے والے خطر کو دور فرمادے اور صحت عطا کر، شفا دینے والا تو ہی ہے، اور اُسی شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے، ایسی صحت دے جو کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے،"

ان دنوں میں میں نے یہ دُعا پڑھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کرکے چاہا کہ جسم مبارک پر ہاتھوں کو پھرادوں۔ آنحضرت نے ہاتھ پرے ہٹا لئے، اور فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ،

وفات سے پانچ روز پہلے فرمایا، تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے، جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتے تھے، تم ایسا نہ کرنا، (فرمایا) خدا اُن یہودیوں اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا ہے، (فرمایا) اے خدا میری قبر کو میرے بعد بُت نہ بنا دیجیو، کہ اُسکی پرستش ہوا کرے، (فرمایا) اس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جنہوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا، دیکھو میں تمہیں اس سے منع کرتا رہا ہوں، دیکھو میں تبلیغ کرچکا، خدایا تو اس کا گواہ رہ، خدایا تو اس کا گواہ رہ، انہی دنوں میں سر پر پٹی باندھے، دو شخصوں کے کندھوں پر سہارا دیئے ہوئے مسجد میں تشریف لائے، سب کو جمع فرمایا، انصار اور مہاجرین کے متعلق مفصل ہدایات اور نصیحتیں فرمائیں، پھر فرمایا، اگر کسی شخص کا کوئی حق مجھ پر ہو، تو طلب کرے۔ ایک نے کہا کہ حضور نے ایک دفعہ مجھ سے ۳ درم لیکر ایک فقیر کو دیئے تھے، وہ اب تک نہیں ملے۔ یہ قرض اسی وقت

لہ موطا امام مالک، المتوفی ۱۰ ربیع ۱۷۹ھ عن عطا بن یسار رضہ

ادا کیا گیا، پھر لوگوں نے اپنے اپنے حق میں اللہ کے نبی سے دعا اور برکت حاصل کی۔[1]

بیماری کے ۱۳ دنوں میں سے گیارہ دن تک مسلمانوں کو اللہ کا رسول ؐ خود نماز پڑھاتا رہا، گیارھویں دن عشا کی نماز کے وقت مسجد میں جانے کی تین دفعہ آمادگی اور تیاری کی۔ اور تینوں ہی دفعہ وضو کرتے ہوئے بیہوش ہو گئے، آخر فرمایا، کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائے۔ جب ابوبکرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مُصلّے پر کھڑے ہوئے۔ تو اُن پر اور صحابہ پر ایسی رِقّت طاری ہوئی کہ رونے کی آواز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہونچی، اسوقت طبیعت میں کچھ سکون تھا، اسلئے پھر مسجد میں تشریف لے گئے، اور ابوبکرؓ کے برابر بائیں ہاتھ بیٹھ کر نماز پڑھائی، اور نماز کے بعد پھر فرمایا۔

"مسلمانوں میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں، خدا کی پناہ، نگہداشت اور نصرت کے حوالے کرتا ہوں، خدا تم پر میرا خلیفہ ہے، تمہارے تقویٰ اور حفظ طاعت سے وہ تمہاری نگرانی فرمائیگا بس میں اب دنیا سے علیحدہ ہونے والا، اور اُسے چھوڑ دینے والا ہوں۔"

روانگی از دنیا کا اعلان

گھر میں جو کچھ بھی تھا، وہ راہ خدا میں دے دیا گیا، اور سلاحات مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔ جس رات کی صبح کو انتقال ہُوا ہے، اُس روز چراغ کا تیل حضرت عائشہؓ نے ایک پڑوسن سے عاریتًا منگوایا تھا، اہلبیت نبویؐ کے پاس دنیا کا اتنا سامان بھی باقی نہ تھا، اور زرہ نبویؐ ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع جَو میں گرو رکھی ہوئی تھی۔[1]

آخری دن

آخری دن خدا کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم، نے صبح کے وقت حجرۂ مبارک کا پردہ ہٹایا، جو مسجد کی طرف پڑا ہوا تھا، دیکھا، صفیں درست ہیں مسلمان نماز میں ہیں، تھوڑی دیر تک اس پاک نظارہ کو جو حضور کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا، ملاحظہ فرمایا، اسکے دیکھنے سے چہرہ پر بشاشت اور ہونٹھوں پر مسکراہٹ پیدا ہوئی۔[2]

صحابہ کا شوق و اضطراب یہ حال ہو گیا تھا کہ چہرۂ مبارک کی طرف ہی متوجہ ہو جائیں

---

[1] بخاری عن عائشہ رضہ صفحہ ۶۴

[2] بخاری عن انس بن مالکؓ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے انہیں تسکین دی[۱]۔ اور آگے بڑھے اور صبح کی نماز ابوبکر صدیق رضؓ کا مقتدی بن کر ادا فرمائی[۲]۔ اس نماز کے بعد پھر دنیا میں آنحضرتؐ پر دوسری فرض نماز کا وقت نہیں آیا۔

نزع کی حالت طاری ہوئی تو پانی کا ایک پیالہ سرہانے رکھا ہُوا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُس میں ہاتھ ڈالتے۔ اور چہرہ پر پھرا لیتے تھے۔ چہرہ مبارک کبھی سُرخ، کبھی زرد پڑجاتا تھا۔ زبان سے فرما رہے تھے "لا الہ الا اللہ۔ ان للموت سکرات[۳]"۔ اسی حالت میں فاطمہؓ سے فرمایا۔ بیٹی یہی تو شکستندہ لذّات۔ قاطع آرزوہا و شہوات۔ مفرق جماعات بیوہ گردانندہ زوجات۔ یتیم کنندہ بنین و بنات ہے۔ فاطمہ بتولؓ رو پڑیں۔ تو دستِ مبارک سے اُن کے آنسو پاک کئے۔ فرمایا۔ نہیں، روؤ نہیں۔ پھر حسن حسین علیہما السلام (سیدا شباب اہل الجنۃ) کو بُلایا۔ وہ نانا کا یہ حال دیکھ کر رونے لگے۔ آنحضرتؐ نے دونوں کو چُوما۔ اور اُنکی احترام کے بارہ میں وصیت فرمائی۔ پھر ازواج کو بُلایا۔ اور نصائح فرمائیں۔ پھر علی مرتضیٰؓ کو بُلایا۔ انہوں نے سرِ مبارک اپنی گود میں لے لیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے تھے اور نفَسِ مبارک علیؓ کے چہرۂ انور پر پڑ رہا تھا۔ علیؓ سے فرمایا۔

"لونڈی، غلام کے بارہ میں خدا کو یاد رکھو۔ اُنہیں خوب کھلاؤ، خوب پہناؤ۔ اُن کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے بات کرو۔ فرمایا۔ علی، خوب صبر و شکیب سے رہو۔"

حضرت علیؓ باہر چلے گئے۔ تو عائشہ طیبہؓ نے سرِ مبارک اپنے زانو پر رکھ لیا۔ عبدالرحمنؓ بن ابی بکر آئے۔ اُن کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ وہ مسواک بھی کی۔ اُس کے بعد زبان مبارک سے نکلا۔ الصّلوٰۃ۔ الصّلوٰۃ۔ وما ملکت ایمانکم، نماز نماز۔ اور لونڈی غلام کے حقوق۔ پھر فرمایا۔ اللھم الرفیق الاعلے۔ اے خدا برترین رفیق[۴]۔ عایشہ صدیقہ کہتی ہیں، کہ پھر آنکھ کی پُتلی

[۱] بخاری عن انس بن مالک باب مرض النبی صفحہ ۱۱۶۱۔ [۲] رسائل ارکان اربعہ مولانا بحر العلوم۔
[۳] بخاری عن عایشہ صفحہ ۱۱۶۱۔ [۴] بخاری عن عائشہؓ۔

بدل گئی، اور ۱۳ ربیع الاوّل[۱] ۱۱ ہجری روز دو شنبہ کو بعمر ۶۳ دن ۶۳ سال قمری بوقت چاشت[۲] مطابق ۸ جون ۶۳۲ء[۳] جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نے اس حادثہ پر کہا:

یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ	پیاری باپ، آپ نے دعوت حق کو قبول کیا۔ اور
یا ابتاہ من جنت الفردوس ماواہ	جنت الفردوس میں نزول فرمایا، آہ جبریل کو آپ کے
یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ[۴]	انتقال کی خبر کون پہنچا سکتا ہے (اب وحی کس پر آئے گی۔ اور جبریل کہاں اتریگا)۔

الٰہی روح فاطمہ کو روح محمدؐ کے پاس پہونچا دے، الٰہی مجھے دیدار رسولؐ سے مسرور بنا دے۔ الٰہی مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ کر، اور روز محشر کو شفاعت محمدؐ سے محروم نہ رکھ، (آمین)

عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے اس ہائلہ پر کہا:

دریغ وہ نبی، جس نے فقر کو غنا پر، اور درویشی کو تونگری پر اختیار کیا،

حیف وہ دین پرور، جو اُمت عاصی کے فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا۔

---

[۱] یہ مسلم ہے، کہ حج جمعہ کا تھا، یعنی ذی الحج کی پہلی پنجشنبہ کو تھی، اب ذی الحج، محرم، صفر تین مہینے درمیان ہیں، یہ مہینے اگر تیس تیس دن کے تھے۔ تو ۹۰ دن کے بعد ربیع کی پہلی چارشنبہ کو ہوگی۔ اور اس حساب سے دو شنبہ کو ۱۳ تاریخ ہوگی۔ نہ کہ ۱۲، اور یہی مختار ہے، اگر ایک مہینہ ۲۹ کا، دو ۳۰۔ ۳۰ کے ہیں تو ربیع کی پہلی سہ شنبہ کو ہوگی۔ اور دو شنبہ کو ۱۴، جس کا کوئی قائل نہیں۔ اگر تینوں ۲۹ کے ہوں۔ تب دو شنبہ کا دن ۱۶ ربیع کو ہوگا، جس کا کوئی قائل نہیں، پس ان ہر ۳ ماہ کو خواہ ۳۰۔ ۳۰ کا لو، خواہ ۲۹ کا، خواہ دو کو ۲۹ کا، خواہ دو کو ۳۰ کا، خواہ ایک کو ۲۹ کا، خواہ ایک کو ۳۰ کا، غرض ۱۲۔ ربیع کو دو شنبہ کا دن کسی طرح نہیں آسکتا، حالانکہ دو شنبہ کا دن سب کے نزدیک متحقق و مسلم ہے ثابت ہوا۔ انتقال مبارک کی صحیح تاریخ ۱۳۔ ربیع الاول ہے، فقط۔ محمد سلیمان،

[۲] فتحوۃ النہار تاریخ ابوالفدا، [۳] بعمر ۶۱ سال ۱۵ یوم شمسی

[۴] عن انس صحیح بخاری باب مرض النبی،

جس نے ہمیشہ بڑے استقامت و استقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا،
جس نے منہیات کو ذرا بھی نگاہ التفات سے نہ دیکھا،
جسکے ضمیر منیر کے دامن پر مخالفین کے ایذاء اضرار کا ذرہ بھی غبار نہ بیٹھا
جسنے بزدِ احسان کے دروازے ارباب فقر و احتیاج پر کبھی بھی بند نہ کئے،
آہ . . . . . جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے،
جس کی پیشانی انور کو زخمی کیا گیا،
وہ . . . . . جس نے کبھی دو دن برابر نان جویں سیر ہو کر نہ کھائی،
(آج دنیا سے رخصت ہوا[1])

خبر وفات سے صحابہ سراسیمہ و حیران، دیوانہ و سرگردان بن گئے، کوئی جنگل میں نکل بھاگا کوئی ششدر رہ کر جہاں تھا وہیں رہ گیا، عمر فاروق رض کا یہ حال تھا کہ انہیں یقین ہی نہ آتا تھا کہ خدا کے رسول ص نے انتقال فرمایا،

ابوبکر صدیق رض گھر میں گئے۔ رخ انور کو دیکھا۔ منہ سے منہ لگایا، پیشانی کو چوما، اور پھر آنسو بہائے، زبان سے کہا، میرے پدر و مادر حضور پر نثار۔ واللہ، اللہ تعالےٰ آپ پر دو موتیں وارد نہ کریگا، یہی ایک موت تھی، جو آپ پر لکھی ہوئی تھی۔ پھر مسجد میں آکر وفات پر آیات کے اعلان کا خطبہ پڑھا[2]۔ فرمایا:۔

اما بعد۔ فمن کان منکم یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حیٌّ لا یموت

جو کوئی محمد کی عبادت کرتا تھا، وہ سن لے کہ وہ انتقال کر گئے، اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ حی و قیوم ہمیشہ زندہ ہے۔ اللہ تعالےٰ

---

[1] مدارج النبوۃ۔ واضح ہو کہ مدت قیام نبوی بعالم نبوی۔ بائیس ہزار تین سو تیس دن چھ گھنٹے ہے، اور مدت قیام بہ تبلیغ رسالت آٹھ ہزار ایک سو چھپن دن ہے۔ محمد سلیمان،
٨١٥٦ - ٠

[2] صحیح بخاری عن عائشہ رض،

[1] یہ چھ گھنٹہ ٢٢٣٣١ ویں دن کے تھے۔

قال اللہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا۔ وسیجزی اللہ الشاکرین؛

فرمایا ہے محمد بھی تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول و پیغمبر ہو چکے ہیں، کیا اگر محمد نے وفات پائی یا شہید ہوئے تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اگر بالفرض کوئی شخص پھر بھی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرر پہنچا سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تو شکر گذار (اسلام کے سچے) لوگوں کو انکی جزا عطا فرمائیگا؛

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت یہ کہہ رہے تھے:۔

علی مرتضیٰ کا قول بوقت غسل

بابی انت وامی لقد انقطع بموتک ما لم ینقطع بموت غیرک من النبوۃ والانباء واخبار السماء خصصت حتی صرت مسلیا عمن سواک وعممت حتی صار الناس فیک سواء ولولا انک امرت بالصبر ونہیت عن الجزع لانفدنا علیک ماء الشئون ولکان الداء مماطلا والکمد محالفا وقلا لک ولکنہ ما لا یملک ردہ ولا یستطاع دفعہ۔ بابی انت وامی اذکرنا عند ربک واجعلنا من بالک[1]؛

میرے مادر و پدر آپ پر قربان، آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی نبوت اور اخبار غیب اور وحی ہائے آسمانی کا خاتمہ ہو گیا، آپ کی موت ایسا صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا ہے، اور ایسا عام صدمہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں، اگر آپ نے صبر کیلئے حکم دیا ہوتا، اور رونے دھونے سے منع نہ فرمایا ہوتا، تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے پھر بھی یہ درد لاعلاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا، اور پھر بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں یہ حالت کم ہوتی، اس غم کا علاج ہی نہیں اور یہ مصیبت جانے والی ہی نہیں، میرے مادر و پدر قربان، پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا؛

[1] نہج البلاغہ صفحہ ۲۰۵ چھاپ السلطنت تبریز ۱۲۶۷ ہجری؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا، پہلے گنبے والوں نے، پھر مردوں نے، پھر عورتوں نے نماز پڑھی، اس نماز میں امام کوئی نہ تھا۔ حجرہ مبارک چونکہ تنگ تھا، اس لئے دس دس شخص اندر جاتے تھے[1]، جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے اور دس اندر جاتے تھے، یہ سلسلہ لگاتار جاری رہا۔ اسی لئے تدفین مبارک شب چہار شنبہ کو (قریباً ۳۲ گھنٹہ بعد از انتقال) عمل میں آئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھی جاتی تھی:-

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ صَلٰوۃُ اللّٰہِ الْبَرِّ الرَّحِیْمِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ والصلحین وما سبح لک من شیء یارب العالمین علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الشاھد البشیر الداعی باذنک السراج المنیر وبارک علیہ وسلم[2]

(خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم)

جو واقعات لکھے جا چکے ہیں۔ اُن سے مختصر طور پر اُن مشکلات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے جن کا سامنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کے اظہار، اپنی تعلیم کی اشاعت اور اس تعلیم کے قبول کرنے والوں کی حفاظت میں کرنا پڑا،

ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی حکومت اور قانون نہ ہو، جہاں خونریزی اور قتل معمولی بات ہو جہاں کے باشندے وحشت اور غارتگری میں درندوں کے مشابہ جہالت اور لا یعقلی میں

---

[1] اصول کافی صفحہ ۲۸۶ باب مولد النبی؛ [2] مدارج النبوۃ؛

انعام سے بدتر ہوں، ایک ایسے دعوی کا پیش کرنا جو تمام ملک کے نزدیک عجیب، اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والا ہو، کچھ آسان نہ تھا۔ پھر اس دعوے کا ایسی حالت میں سرسبز ہونا کہ کروڑوں اشخاص کی انتہائی مخالفت اس کے ملیامیٹ کرنے پر دل سے جان سے زر سے مال سے سالہا سال متفق رہی ہو، بالکل تائید ربانی کا ثبوت ہے۔

گزشتہ واقعات کے ضمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و محاسن صفات و محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے، جیسے ریت میں کندن، اور ان واقعات ہی سے یہ پتہ لگتا ہے کہ مظلومی و بیچارگی اور قوت و سطوت کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی و غربت کے ساتھ زندگی پوری کرنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جس کے دل پر ناموس الٰہی نے قبضہ کر لیا، اور اسی علائق دنیوی سے پاک کر دیا ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مبارک واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے فرد اور جماعتوں کیلئے بہترین نمونہ اور مثال ہیں، اس باب کی تحت میں میں مختصر طور پر آنحضرت کے اخلاق کا جو عَلَّمَنِی رَبِّی فَاَحسَنَ تَادِیبِی کا مصداق ہیں ذکر کروں گا۔

خُلق محمدی ایسا لفظ ہے کہ اب بہترین بزرگوں کے عادات و اخلاق، اطوار و شمائل کے اظہار کے لئے مشبہ بہ بن گیا ہے۔

میں اس جگہ کمالات نبوت اور خصوصیات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں کرونگا صرف وہ سادہ حالات لکھنے مقصود ہیں، جن کو کوئی سعادتمند ازلی اپنے لئے نمونہ بنا سکتا ہے۔

وَلَکُمْ فِی رَسُولِ اللہِ اُسوۃٌ حَسَنَۃٌ، تمہارے لئے رسول اللہ کا بہترین نمونہ موجود ہے۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے، لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے، اور بعثت نبوت کے زمانہ تک کسی عالم کی صحبت بھی میسر نہ ہوئی تھی۔

عرب کے فنون فضیلت

تیر افگنی، شہسواری، نیزہ بازی، سجع گوئی، قصیدہ خوانی، نسب دانی اس زمانہ کے ایسے فنون تھے جنہیں شریف خاندان کا ہر ایک نوجوان حصول شہرت اور عزت کیلئے ضرور سیکھ لیا کرتا تھا اور جن کے بغیر کوئی شخص ملک اور قوم میں کوئی عزت یا امتیاز حاصل نہ کر سکتا تھا، نبی صلعم نے

ان فنون میں سے کسی کو بھی (اکتسابًا) حاصل کیا تھا، اور نہ کسی پر اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تھا؛
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرنچ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے:۔

آنحضرتؐ خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکر خدا کرنے والے لغویات سے دور، بیہودہ پن سے نفور، بہترین رائے، بہترین عقل والے تھے؛

انصاف کے معاملے میں قریب بعید آنحضرتؐ کے نزدیک برابر ہوتا تھا، مساکین سے محبت فرمایا کرتے، غربا میں رہکر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اس کی تنگدستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے؛ اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب کرتے، جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے، کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے، جبتک کہ وہی نہ چلا جائے، صحابہ سے کمال محبت فرمایا کرتے، سیدہ زمین پر بلا کسی مسند و فرش کے نشست فرمایا کرتے، اپنے جوتہ کو خود گانٹھ لیتے، اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے، دشمن اور کافر سے بکشادہ پیشانی ملا کرتے تھے؛[1]

حجۃ الاسلام غزالیؒ لکھتے ہیں:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مویشی کو چارا خود ڈال دیتے، اونٹ کو باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دوہ لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے، خادم کو اُس کے کام کاج میں مدد دیتے بازار سے چیز خود جا کر خرید لیتے، خود اُسے اٹھا لاتے، ہر ادنیٰ و اعلیٰ خورد و بزرگ کو سلام پہلے کر دیا کرتے، جو کوئی ساتھ ہو لیتا، اُسکے ہاتھ میں ہاتھ دیکر چلا کرتے غلام و آقا، حبشی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ کرتے، رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے، کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لئے کہتا، قبول فرما لیتے، جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا، اُسے برغبت کھاتے؛ رات کے کھانے میں سے صبح کیلئے، اور صبح کے کھانے میں سے شام کیلئے اُٹھا نہ رکھتے؛ نیک خو، کریم الطبع، کشادہ رو تھے، مگر ہنستے نہ تھے؛[2]

---

[1] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۴۴، [2] شفاء عیاض، صفحہ ۳۱۲۔

اندوہگین تھے، مگر ترشرو نہ تھے،

متواضع جس میں دنائت نہ تھی،

باہیبت، جس میں درشتی نہ تھی،

سخی تھے، مگر اسراف نہ تھا،

ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے، کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے، سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے[1]

حکیم الامۃ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:۔

جو کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یکبارگی آجاتا، وہ ہیبت زدہ ہو جاتا، اور جو کوئی پاس آ بیٹھتا وہ فدائی بن جاتا[2]،

کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے، انس رضی اللہ عنہ نے دس سال تک خدمت کی، اس عرصہ میں انہیں کبھی اُف رہو ہ تک نہ کہا، زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی، کسی پر لعنت نہ کیا کرتے، دوسرے کی اذیت و آزار پر نہایت صبر کیا کرتے، خلق خدا پر نہایت رحمت فرماتے، ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شر نہ پہنچا، کنبہ کی اصلاح، اور قوم کی درستی پر نہایت توجہ فرماتے، ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے، آسمانی بادشاہت کی جانب ہمیشہ نظر لگائے رکھتے تھے[3]،

صحیح بخاری میں ہے:۔

آنحضرتؐ مطیع کو بشارت پہنچاتے، عاصی کو ڈر سناتے، بیخبروں کی پناہ تھے، خدا کے بندہ و رسول، جملہ کاروبار کو اللہ پر چھوڑ دینے والے، نہ درشت خو، نہ سخت گو، چیخ کر نہ بولتے، بدی کا بدلہ ویسا نہ لیتے، معافی مانگنے والے کو معاف فرمایا کرتے، گناہگار کو بخش دیتے، ان کا کام کجی ہائے مذاہب کو درست کر دینا ہے، انکی تعلیم اندھوں کو آنکھیں، بہرہ کو کان دیتی، غافل

---

[1] کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۲ء،
[2] یہ فقرہ سیدنا علی مرتضیٰؓ کے کلام کا ترجمہ ہے، فرماتے ہیں من راٰہ بدیھۃً ھابہ ومن خالطہ معرفۃً احبہ
[3] حجۃ البالغہ۔ صفحہ ۲۸۵،

دلوں کے پردے اُٹھا دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک خوبی سے آراستہ، جملہ اخلاق فاضلہ
سے متصف، سکینہ اُن کا لباس، نکوئی اُن کا شعار، تقویٰ اُن کا ضمیر، حکمت اُن کا کلام
عدل اُنکی سیرت ہو، اُنکی شریعت سراپا راستی، اُن کا ملت اسلام، ہدایت اُنکی رہنما ہے،
وہ ضلالت کو اُٹھا دینے والے، گناہوں کو رخصت بخشنے والے، مجہولوں کو نامور کر دینے والے
قلت کو کثرت، اور تنگ دستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔[1]

سکوت اور کلام

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر خاموش رہا کرتے تھے، بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے
آنحضرت نہایت شیریں کلام اور بکمال فصیح تھے، کلام میں آورد ذرا نہ تھی، گفتگو ایسی
دلآویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل و روح پر قبضہ کر لیتی تھی، آنحضرت کا یہ وصف ایسا مسلمہ تھا
کہ مخالف بھی اسکی شہادت دیتے تھے، اور جاہل دشمن اسی کا نام سحر و جادو رکھا کرتے،
سلسلہ سخن ایسا مرتب ہوتا تھا، جس میں لفظاً معناً کوئی خلل نہ ہوتا، الفاظ اپنی ترتیب سے ادا فرمایا

---

[1] یسعیاہ نبی کی کتاب کا ۴۲ باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ اس باب کے مندرجہ ذیل درس ناظرین اس جگہ ملاحظہ کریں، دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا، میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے، میں نے اپنی روح اس پر رکھی، وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا، ۲۔ وہ نہ چلائیگا، اور اپنی صدا بلند نہ کریگا، اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائیگا۔ ۳۔ وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑیگا، اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائیگا، وہ عدالت کو جاری کرائیگا، کہ اثر ہے، ۴۔ اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جاویگا، جبتک کہ راستی کو زمین پر قائم نہ کرے، اور بحری ممالک اُسکی شریعت کی راہ تکیں، ۵۔ خداوند خدا جو آسمانوں کو خلق کرتا اور اُنہیں تانتا، جو زمین کو اور انہیں جو اُس سے نکلتے ہیں پھیلاتا، اور ان لوگوں کو جو اس پر ہیں سانس دیتا اور ان کو جو اُس پر چلتے ہیں روح بخشتا، یوں فرماتا ہے، ۶۔ میں خداوند نے تجھے صداقت کیلئے بلایا، میں ہی تیرا ہاتھ پکڑونگا اور تیری حفاظت کرونگا، اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کیلئے تجھے دونگا، ۷۔ کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور بند ہوؤں کو قید سے نکالے، اور اُن کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں، قیدخانے سے چھڑا دے،" تمام باب ملاحظہ طلب ہے۔ پادری ان الفاظ کو مسیح کیلئے کہتے ہیں لیکن یہ الفاظ تو اُس کے حق میں ہیں جسے خدا کہتا ہے "میرا بندہ" اور پادری اس کو انکار ہے اور اقرار نہیں کہ مسیح خدا کا بندہ تھا، علاوہ درس ۱۱ میں بیابان عرب کا ذکر ہے، اور قیدار کا نام موجود ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام ہے اور سلع کا ذکر ہے۔ یہ مدینہ طیبہ کا قدیم نام ہے اور مدینہ کے اندر جو پہاڑی ہے وہ اب تک اسی نام سے موسوم ہے، درس ۱۳ میں اس موعود کا جنگی مرد ہونا بیان کیا گیا ہے درس ۱۷ میں ذکر ہے کہ بُت پرستوں کو اُس سے ذلت و پشیمانی حاصل ہو گی، وغیرہ وغیرہ۔ یہ جملہ علامات ایسی ہیں جو مسیح علیہ السلام پر صادق نہیں، اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خصوصیت رکھتی ہیں کہ کعب احبار اس مقام کو خاص آنحضرت کیلئے ہی بتلایا کرتے تھے،

کرنے والا گر سننے والا چاہے، تو الفاظ کا شمار کر سکتا تھا۔[۱]

ہنسنا رونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کھل کھلا کر ہنسا نہ کرتے تھے، تبسّم ہی آپ کا ہنسنا تھا،

نماز تہجد میں بسا اوقات آنحضرت رو پڑا کرتے،

کبھی کسی مخلص کے مرنے پر آب دیدہ ہو جاتے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ دودھ پینے میں گزر گئے تھے،

جب اُنھیں قبر میں رکھا گیا تو حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا۔

قد معت العین ویحزن القلب ولا نقول الّا ما یرضی ربّنا وانا علیك یا ابراھیم لمحزونون،	آنکھوں میں نم ہے، دل میں غم ہے، پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے، ابراہیم! ہم کو تیری وجہ سے رنج ہوا،

ایک دفعہ اپنی نواسی سانس توڑتی (دختر زینب) کو گود میں اُٹھایا، اس وقت حضورؐ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا، سعدؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ کیا، فرمایا یہ وہ رحمدلی ہے جو خدا اپنے بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے، اور اللہ بھی اپنے اُنھیں بندوں پر رحم کریگا جو رحمدل ہیں۔ (بخاری عن اسامہ بن زید، کتاب الایمان والنذور)

ایک دفعہ ابن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سُنا رہے تھے، جب وہ اس آیت پر پہنچے: م

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بك علی ھؤلاء شھیدا	تب کیسی ہوگی جب ہر ایک اُمّت پر خدا ایک ایک گواہ کھڑا کریگا اور آپکو ہم سب اُمتوں شہادت کے لئے کھڑا کرینگے

فرمایا بس، ٹھہرو، ابن مسعودؓ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ (بخاری عن ابن مسعودؓ)

غذا کے متعلق ہدایت رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے،[۲] اور ایسا کرنے کو بڑھاپے کا سبب فرماتے: کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے۔[۳]

---

۱ زاد المعاد، جلد ۱، صفحہ ۴۷۔ ۲ زاد المعاد، جلد ۲، صفحہ ۸۰۔ ۳ زاد المعاد، جلد ۲، صفحہ ۸۷۔ بحوالہ نعیم۔

تقلیل غذا کی رغبت دلایا کرتے، فرمایا کرتے کہ معدہ کا ایک تہائی حصہ کھانے کیلئے ایک تہائی پانی کے لئے، ایک تہائی حصہ خود معدہ کے لئے چھوڑ دینا چاہئیے[۵۱]۔

پھلوں، ترکاریوں کا استعمال اُن کی مُصلح چیزوں کے ساتھ فرمایا کرتے[۵۲]۔

مرض و مریض متعدی امراض سے بچاؤ رکھتے، اور تندرستوں کو اُس سے محتاط رہنے کا حکم دیا کرتے[۵۳] بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے کا ارشاد فرماتے[۵۴]، اور پرہیز کرنے کا حکم دیتے[۵۵]۔

طبیب نادان نادان طبیب کو طبابت سے منع کیا کرتے، اور اُسے مریض کے نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتے[۵۶]۔

حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے نہی فرماتے، ارشاد فرماتے، اللہ نے حرام چیزوں میں تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی[۵۷]۔

عیادت بیماران صحابہؓ سے جو کوئی بیمار ہو جاتا اُسکی عیادت فرمایا کرتے، عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے، بیمار کو تسلی دیتے، لاباس طہور (یا کفارہ) انشاء اللہ فرمایا کرتے مریض کو پوچھ لیتے، کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے، اگر وہ شئے اُسکے مضر نہ ہوتی، تو اُس کا انتظام کر دیا کرتے، ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، اُسکی عیادت کو بھی تشریف لے گئے[۵۸]۔

علاج حالت مرض میں دوا کا استعمال فرمایا، اور لوگوں کو علاج کرنے کا ارشاد فرماتے:۔

---

۵۱ زاد۔ جلد ۲ صفحہ ۷ ۵۲ زاد ج ۲ صفحہ ۳۵

۵۳ زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۵۰ بہ تمسک حدیث صحیح مسلم عن جابر بن عبد اللہ و صحیح بخاری تعلیقاً من حدیث ابی ہریرہ و صحیحین عن حدیث ابی ہریرہ۔ واضح ہو کہ ترمذی کی حدیث "اخذ بید مجذوم" کی بابت ابن القیم کہتے ہیں کہ اس کی صحت ثابت نہیں ہوئی، ابی ہریرہ کی حدیث لاعدوی ولا طیرہ صحیح میں ہے۔ مگر خود ابو ہریرہ رضؓ کو اس حدیث کی بابت اشتباہ ہو گیا تھا، اور انہوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔ افادات ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ

۵۴ زاد جلد ۲ صفحہ ۴۶ ۵۵ زاد جلد ۲ صفحہ ۳۵ ۵۶ زاد جلد ۲ صفحہ ۴۷

۵۷ زاد جلد ۲ صفحہ ۵۳ بحوالہ بخاری عن ابن مسعود

۵۸ زاد۔ جلد ۱ صفحہ ۱۴۳

یاعباد اللہ تداووا۔ فان اللہ عزوجل لم یضع داء الا وضع لہ شفاء غیر داءٍ واحدٍ قالوا ماھو۔ قال الھرم[1]	اے بندگان خدا دوا کیا کرو، کیونکہ خدا نے ہر مرض کی شفا مقرر کی ہے بجز ایک مرض کے، لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا گھوسٹ بڑھاپا۔

خطبہ خوانی زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر یا شتر یا ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے، جس کا آغاز تشہد سے اور اختتام استغفار پر ہوا کرتا، قرآن مجید اس خطبہ میں ضرور ہوتا، اور قواعد اسلام کی تعلیم اس خطبہ میں دی جایا کرتی تھی۔

کان یخطب فی کل وقت بما تقتضیہ حاجۃ المخاطبین و مصلحتھم (زاد۔ جلد ۱۔ صفحہ ۴۹)	خطبہ میں وہ باتیں ضرور بیان کی جاتی تھیں جن کی سر دست مسلمانوں کو ضرورت ہوتی اور وقت و ضرورت کے لحاظ سے خطبہ میں سب کچھ بیان ہوا کرتا۔

ایسے خطبے جمعہ کے دن ہی پر موقوف نہ ہوتے، بلکہ جب ضرورت اور موقعہ ہوتا، تب ہی لوگوں کو کلام پاک سے مستفید فرما دیا کرتے تھے۔

خطبہ کے وقت ہاتھ میں کبھی عصا ہوتا، کبھی کمان، ان پر اثنائے تقریر میں ٹیک بھی لگا لیا کرتے تھے، خطبہ کے وقت تلوار کبھی ہاتھ میں نہ ہوتی تھی۔ نہ اس پر ٹیک لگایا کرتے۔

علامہ ابن القیم کہتے ہیں، جاہلوں کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تلوار لیکر کھڑے ہوا کرتے تھے، گویا اشارہ یہ تھا کہ دین بزور شمشیر قائم کیا گیا ہے۔ علامہ کہتے ہیں، جہال کا یہ قول غلط ہے۔ (۱) تلوار پر خطبہ میں ٹیک لگانا ثابت نہیں۔ (۲) خطبہ خوانی کا آغاز مدینہ میں ہوا تھا، اور مدینہ بذریعہ قرآن فتح ہوا تھا، نہ بذریعہ تلوار۔ پھر علامہ موصوف یہ بھی بتلاتے ہیں، کہ دین تو وحی سے قائم ہوا ہے[2]۔

صدقہ و ہدیہ صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے۔ البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔ مخلصین صحابہ نیز عیسائی اور یہودی جو چیزیں تحفۃً بھیجتے انہیں قبول فرما لیتے، ان کیلئے

---

[1] زاد۔ جلد ۲ صفحہ ۵۔ بحوالہ مسند امام احمد المتوفی ۲۴۱ھ۔ [2] زاد جلد ۱ صفحہ ۴۹۔

خود بھی تحفے ارسال فرماتے، مگر مشرکین کے ہدایا لینے سے انکار فرماتے؛

مقوقس نبی شاہ مصر کے بھیجے ہوئے خچر پر حضورؐ نے سواری فرمائی، اور جنگ حنین کے دن وہی خچر آنحضرتؐ کی سواری میں تھا، لیکن عامر بن مالک کے بھیجے ہوئے گھوڑے کو قبول کرنے سے انکار فرمادیا، اور ارشاد کیا، کہ ہم مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتے[1]؛

جو قیمتی تحائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے اکثر اوقات انہیں آنحضرتؐ اپنے صحابہ پر تقسیم فرمادیا کرتے؛

| اپنی تعریف | اپنی ایسی تعریف جس سے کسی دوسرے نبی کی کمی نکلتی پسند نہ فرمایا کرتے اور ارشاد کرتے؛

| لاتخیروا بین الانبیاء (بخاری عن ابوسعید خدری) | نبیوں کے ذکر میں ایسی طرز اختیار نہ کرو کہ ایک کی دوسرے کے مقابلہ میں کمی نکلتی ہو؛

ایک بیاہ میں تشریف لیگئے، وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے تاریخی کارنامے گارہی تھیں، اُنہوں نے یہ بھی گایا، کہ ہمارے درمیان ایسا نبی ہے، جو کل رفردا) کی بات آج بتادیتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ یہ نہ کہو[2]، جو پہلے کہتی تھیں، وہی کہے جاؤ؛

| اظہار حقیقت یا خوش عقیدہ بین کی اصلاح | سیدنا ابراہیم فرزند رسولؐ کا انتقال ہو گیا، اُس روز سورج گرہن بھی ہوا، لوگ کہنے لگے، کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج بھی گہنا یا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا، اور فرمایا، سورج، چاند کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہنایا کرتے[3]؛

| مصلحت عامہ کا لحاظ | جب قریش نے اسلام سے پہلے کعبہ کی عمارت بنائی، تو اُنہوں نے کچھ تو عمارات ابراہیمی میں سے اندر کی جگہ باہر چھوڑ دی، پھر کرسی اتنی اونچی رکھی کہ زینہ لگانا پڑے اور بیت اللہ میں دروازہ بھی صرف ایک ہی رکھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عائشہ

[1] زاد جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ [2] صحیح بخاری عن ربیع بنت معوذ؛ [3] بخاری عن مغیرہ بن شعبہ؛

طلیبہؓ سے فرمایا: کہ

اولا ان قومک حدیث عہدھم (بکفر) لنقضت الکعبۃ فجعلت لھا بابین باب یدخل الناس وباب یخرجون منہ[۱]

قریش کو مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں ورنہ میں اس عمارت کو گرا دیتا، کعبہ میں دو دروازے رکھتا، ایک آنے کا ایک جانے کا؛

(۲) جب منافقین کے شر انگیز افعال و حرکات حد سے بڑھ گئے، تو عمر فاروقؓ نے عرض کیا، کہ انہیں قتل کر دینا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں (بیخبر) لوگ کہینگے کہ محمدؐ اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگا؛

بشریت و رسالت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان احکام و اعمال کو جو شان رسالت سے ظاہر ہوتے اُن افعال و اقوال سے جو بطور بشریت صادر ہوتے، ہمیشہ نمایاں طور پر علیحدہ دکھلانے کی سعی فرماتے؛

(۱) ایک دفعہ فرمایا: میں بشر ہوں، میرے سامنے جھگڑے آتے ہیں، بعض شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنے والا ہوتا ہے، جس سے گمان ہو جاتا ہے، کہ وہ سچا ہے، اور میں اُسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصہ میں سے اُس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو، تو وہ سمجھ لے، کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑہ ہے۔ اب خواہ لے، خواہ چھوڑ دے[۲]؛

(۲) بریرہ لونڈی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیث اُسکے شوہر کی سفارش کی، جس سے وہ بوجہ آزادی (حریت) علیحدہ ہو چکی تھی، بریرہ نے پوچھا، یا رسول اللہ، کیا آپ حکم دے رہے ہیں۔ فرمایا: نہیں، میں سفارش کرتا ہوں؛ وہ بولی مجھے مغیث کی حاجت نہیں[۳]؛

---

[۱] بخاری عن ابن زبیر عن عائشہ، امام بخاری نے اس حدیث کا باب ان الفاظ میں لکھا ہے: باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس، یہ باب کتاب العلم میں ہے؛

[۲] بخاری عن ام سلمہ، کتاب المظالم؛ [۳] بخاری عن ابن عباس کتاب الطلاق۔

اہلِ مدینہ نر کھجور کا بور مادہ کھجور پر ڈالا کرتے تھے؛ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اس کی کیا ضرورت ہے؛ اہلِ مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا؛ نتیجہ یہ ہوا کہ پھل درختوں پر کم لگا؛ لوگوں نے اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی، فرمایا؛ دنیا کے کام تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو جب میں کوئی کام دین کا بتلایا کروں تو اس کی پیروی کیا کرو۔

بچوں پر شفقت بچوں کے قریب گزر فرماتے؛ تو اُن کو خود السّلام علیکم کہا کرتے[۱]؛ اُن کے سر پر ہاتھ رکھتے؛ اُنھیں گود میں اُٹھا لیتے؛

بوڑھوں پر عنایت فتح مکہ کے بعد ابو بکر صدّیقؓ اپنے بوڑھے ضعیف، فاقد البصر باپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعتِ اسلام کرانے کے لئے لائے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی؛ میں خود ان کے پاس چلا چلتا؛

اربابِ فضل کی قدر و منزلت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو خندق میں سخت زخمی ہو گئے تھے؛ یہود بنو قریظہ نے اپنا حَکَم و منصف تسلیم کر کے بُلایا تھا؛ جب وہ مسجد تک پہنچے؛ تو آپ نے اپنے صحابہ سے جو قبیلہ اوس کے تھے؛ فرمایا: قوموا الی سیدکم (اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ) لوگ گئے۔ اُن کو آگے بڑھ کر لے آئے؛

(۲) حسان بن ثابتؓ اسلام کی تائید؛ اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کر کے لاتے تو ان کیلئے مسجد نبوی میں منبر رکھ دیا جاتا؛ جس پر چڑھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے؛

خادم کے لئے دُعا انس بن مالکؓ نے دس سال تک مدینہ میں آنحضرتؐ کی خدمت کی؛ اس عرصہ میں کبھی اُن سے یہ نہ کہا؛ کہ یہ کام کیوں کیا؛ یہ کیوں نہ کیا؛ ایک روز اُن کے حق میں دُعا فرمائی اللھم اکثر مالہ وولدہ وبارک لہ ما اعطیتہ، الٰہی اسے مال بھی بہت دے، اور اولاد بھی بہت دے اور جو کچھ اسے عطا کیا جائے؛ اس میں برکت بھی دے[۲]؛

ادب و تواضع (۱) مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے؛ (۲) جو کوئی مل جاتا؛ اُسے سلام پہلے خود

---

[۱] بخاری عن انسؓ کتاب الاستیذان؛ [۲] عن انس۔ بخاری کتاب الدعوات،

کر دیتے؛ (۳) مصافحہ کے لئے خود پہلے ہاتھ پھیلا دیتے؛ (۴) صحابہ کو کنیت کے نام سے پکارتے (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی طریق ہے)؛ (۵) کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے؛ (۶) اگر نماز نفل میں ہوتے، اور کوئی شخص پاس آ بیٹھتا، تو نماز کو مختصر فرما دیتے، اور اس کی ضرورت پوری کر دینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہوتے؛ (۷) اکثر متبسم رہتے؛ (۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ناقہ کا نام عضبا تھا؛ کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا؛ ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا، اور عضبا سے آگے نکل گیا؛ مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گزرا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

دنیا میں خدا کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اونچا اٹھاتا ہے، تو اسے نیچا بھی دکھاتا ہے؛	ان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرفع شیئا من الدنیا الا وضعہ [1]

(۹) ایک شخص آیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا خیر البریہ (بہترین خلق) کہہ کر بلایا، نبی صلعم نے فرمایا، ذاک ابراہیم، یہ شان تو ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے [2]؛

(۱۰) ایک شخص حاضر ہوا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے لرز گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کچھ پروا نہ کرو، میں بادشاہ نہیں ہوں، میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں، جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی	ھون علیک فانی لست بملک انما انا ابن امراۃ من قریش تاکل القدید [3]

شفقت و رافت

عائشہ صدیقہ رض کہتی ہیں، کوئی شخص بھی اچھے خلق میں آنحضرت جیسا نہ تھا؛ خواہ کوئی صحابی بلاتا، یا گھر کا کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں لبیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے [4]

(۲) عبادت نافلہ چھپ کر ادا فرمایا کرتے تاکہ امت پر اس قدر عبادت کا کرنا شاق نہ ہو؛

(۳) جب کسی معاملہ میں دو صورتیں سامنے آتیں، تو آسان صورت کو اختیار فرماتے؛

(۴) اللہ پاک کے ساتھ معاہدہ کیا، کہ جس کسی شخص کو میں گالی دوں، یا لعنت کروں

[1] ماخوذ از شفاء صفحہ ۱۰۲؛ [2] صحیح بخاری؛ [3] صحیح بخاری، غربا خشک گوشت کھایا کرتے تھے؛

[4] شفاء صفحہ ۵۳؛ [5] صحیح بخاری عن عائشہ رض؛

وہ گالی اور لعنت اُس کے حق میں گناہوں کا کفارہ، رحمت و بخشش اور قرب کا ذریعہ بنا دی جائے[1]۔

(۵) فرمایا ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو، میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف سینہ جاؤں[2]۔

(۶) وعظ و نصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے، تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں[3]۔

(۷) ایکبار سورج گرہن ہوا، نماز کسوف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے، اور دعا میں فرماتے تھے:

ربّ الم تعدنی ان لا تعذبھم وانا فیھم وھم یستغفرون ونحن نستغفرک[4]

اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو (بسرِ دو صورت) عذاب نہ دیا جائیگا (۱) جبتک میں انکے درمیان موجود ہوں (۲) جبتک یہ استغفار کرتے رہیں۔ اب اے خدا میں موجود ہوں اور سب استغفار بھی کر رہے ہیں۔

(۸) لکل نبی دعوۃ یدعو بھا فاستجیب لھا فجعلت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیامۃ[5]

ہر ایک نبی کیلئے ایک ایک دعا تھی، وہ مانگتے رہے اور دعا قبول ہوتی رہی، میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت روزِ قیامت کیلئے محفوظ رکھا ہے۔

عدل و رحم اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو عدل فرماتے، اور اگر کسی شخص کا نفسِ مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا، تو رحم فرماتے۔

(۱) فاطمہ نام ایک عورت نے مکہ میں چوری کی، لوگوں نے اُسامہؓ سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے، سفارش کرائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو؟ سنو، اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتی، تو میں حد جاری کرتا[6]۔

(۲) سواد بن عمرؓ کہتے ہیں، کہ وہ ایک روز آنحضرتؐ کے سامنے ورس کا رنگین کپڑا پہن کر گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خط خط فرمایا، اور چھڑی سے انکے شکم میں چوکا بھی دیا، میں نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو قصاص لونگا، آنحضرتؐ نے جھٹ اپنا شکم برہنہ کر کے میرے

---

[1] شفا صفحہ ۵۵؛ [2] شفا صفحہ ۵۵؛ [3] بخاری عن ابن مسعود؛ [4] زاد جلد ۱۔ صفحہ ۴۹؛

[5] عن انس بخاری کتاب الدعوات؛ [6] صحیح بخاری عن عائشہؓ کتاب الحدود؛

سامنے کر دیا[1]

رحم بر اعدا

(۱) مکہ میں سخت قحط پڑا، یہاں تک کہ لوگوں نے مردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں، ابوسفیان بن حرب (اُن دنوں دشمن غالی تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، عرض کیا، محمدؐ آپ تو لوگوں کو صلہ رحم (حسن سلوک با قرابت داران) کی تعلیم دیا کرتے ہیں، دیکھئے آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ خدا سے دعا کیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرما دی، اور خوب ہی بارش ہوئی[2]

(۲) ثمامہ بن اثال رضؓ نے نجد سے مکہ کو جانے والا غلہ بند کر دیا، اس لئے کہ اہل مکہ آنحضرت کے دشمن ہیں، آنحضرتؐ نے اُسے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

(۳) حدیبیہ کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ نماز صبح پڑھ رہے تھے، ستر اسی آدمی چپکے سے کوہ تنعیم سے اُترے، تاکہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیا یہ سب گرفتار ہو گئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بلا کسی فدیہ یا سزا کے آزاد فرما دیا۔

جود و کرم

سائل کو کبھی ردّ نہ فرماتے، زبان مبارک پر حرف انکار نہ لاتے، اگر کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا، تو سائل سے عذر کرتے، گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے،

(۲) ایک نے آکر سوال کیا، فرمایا، میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے، تم میرے نام پر قرض لے لو، میں پھر اُسے اُتار دوں گا، عمر فاروق رضؓ نے کہا کہ خدا نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی، کہ قدرت سے بڑھکر کام کریں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم چپ سے کر گئے، ایک انصاری نے پاس سے کہہ دیا، یا رسولؐ اللہ خوب دیجئے، رب العرش مالک ہے، تنگدستی کا کیا ڈر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار آشکارا ہو گئے، فرمایا، ہاں۔ مجھے یہی حکم ملا ہے[3]

(۳) ایکبار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لیکر دلایا، قرضخواہ تقاضا کے لئے آیا

---

[1] شفا قاضی عیاض صفحہ ۱۱۱، [2] بخاری عن ابن مسعود باب اذا استشفع المشرکون، [3] شفا صفحہ ۵۰ بحوالہ شمائل ترمذی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اسے ایک وسق غلہ دیدو، آدھا تو قرض کا ہے، آدھا ہماری طرف سے جود و سخا کا ہے[۱]؛

(۲) فرمایا کرتے۔ اگر کوئی شخص مقروض مرجائے، اور مال باقی نہ چھوڑے، تو ہم اُسے ادا کرینگے، اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے، تو وہ حق وارثوں کا ہے[۲]؛

شرم وحیا

ابو سعید خدری رض کہتے ہیں، کہ پردہ نشین لڑکی سے بڑھکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حیا تھی[۳]، جب کوئی ایسی بات حضور کے سامنے کی جاتی، جس سے حضور کو کراہت ہوتی تو چہرۂ مبارک سے فوراً معلوم ہو جاتا تھا؛

(۲) عائشہ طیبہ رض کا بیان ہے۔ اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آتی، تو اُس کا نام لیکر منع نہ فرماتے؛ بلکہ عام الفاظ میں اُس حرکت وفعل کی نہی فرما دیتے[۴]

(۳) عادات ومعاملات میں اپنی جان پر تکلیف اُٹھا لیتے؛ مگر دوسرے شخص کو ازراہ شرم کام کرنے کو نہ فرماتے؛

(۴) جب کوئی عذر خواہ سامنے آکر معافی کا طالب ہوتا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرم سے گردن مبارک جھکا لیتے؛

(۵) عائشہ طیبہ رض کا قول ہے، کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برہنگی کو کبھی نہیں دیکھا[۵]

صبر وحلم

(۱) زید بن سعنہ ایک یہودی تھا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا قرض دینا تھا، وہ ایک روز آیا؛ آتے ہی چادر آپ کے شانہ سے اُتار لی، جسم کے کپڑے پکڑ لئے، اور بڑ بڑانے لگا؛ کہ عبد المطلب والے بڑے نادہند ہوتے ہیں، عمر فاروق رض نے اُسے سختی سے جھڑک دیا! نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے؛ فرمایا، عمر رض تمہیں لازم تھا، کہ میرے ساتھ اور اِس کے ساتھ اور طرح برتاؤ کرتے، مجھے حسن ادائیگی کے لئے کہتے، اور اسے حسن تقاضا سکھاتے، پھر زید

[۱] عن ابی ہریرہ۔ شفا صفحہ ۱۰۱؛ [۲] عن ابی ہریرہ صحیح بخاری کتاب الفرائض؛ [۳] صحیح بخاری عن ابی سعید؛
[۴] شفا صفحہ ۷۰، رواہ ابوداؤد؛ [۵] ترمذی فی الشمائل وشفا صفحہ ۷۰؛

کی جانب حضورؐ مخاطب ہوئے، فرمایا، ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں، پھر عمرؓ سے فرمایا، اس کا قرض ادا کر دو، بیس صاع زیادہ بھی دینا، کیونکہ تم نے اسے دھمکایا اور ڈرایا بھی تھا۔[1]

(۲) ایک اعرابی آیا، اُس نے زور سے آنحضرتؐ کی چادر کو جو موٹے کنارہ کی تھی جھٹکا دیا وہ کنارہ آنحضرتؐ کی گردن میں گڑ گیا، اور نشان پڑ گیا، اعرابی نے اب زبان سے یہ کہا، "محمدؐ، یہ مال خدا جو تمہارے پاس ہے، جو نہ تیرا ہے، اور نہ تیرے باپ کا ہے، اس میں سے ایک بار شتر مجھے بھی دلاؤ۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا، مال بیشک خدا کا ہے اور میں اُس کا غلام ہوں بالآخر حکم فرمایا کہ ایک بار شتر جو، اور ایک بار شتر کھجوریں اُسے دی جاویں۔[2]

(۳) طائف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ اور تبلیغ کے لئے تشریف لیگئے تھے، وہاں کے باشندوں نے حضورؐ پر کیچڑ پھینکا، آوازے لگائے، اتنے پتھر مارے کہ حضورؐ لہو سے تر بتر اور بیہوش ہو گئے، پھر بھی یہی فرمایا، کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا، کیونکہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے، تو اُمید ہے، کہ اُنکی اولاد مسلمان ہو جائیگی۔

عفو و رحم (۱) عایشہ طیبہؓ کا بیان ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہیں لیا۔[3]

(۲) جنگ احد میں کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت توڑے، سر پھوڑا، حضورؐ ایک غار میں بھی گر گئے تھے، صحابہ نے عرض کیا، کہ انپر بددعا فرمایئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں لعنت کرنے کیلئے نبی نہیں بنایا گیا، خدا نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بُلانے کے لئے بھیجا ہے، رحمت بنا کر بھیجا ہے، اس کے بعد یہ دعا فرمائی، "اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما، وہ مجھے نہیں جانتے ہیں۔"[4]

خلق عظیم و رحمت کے لئے حضرت کے پیشِ نظر

---

[1] شفاء عیاض صفحہ ۴۸، رواہ البیہقی اس کے بعد زید مسلمان ہو گیا تھا۔ [2] صحیحین عن انس و شفاء صفحہ ۴۸۔ [3] صحیح بخاری۔ [4] شفاء عیاض صفحہ ۴۷۔

(۳) ایک درخت کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے، تلوار شاخ سے آویزاں کر دی غورث بن الحارث آیا، تلوار نکال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گستاخانہ جگایا، بولا، اب تم کو کون بچائیگا، فرمایا، اللہ، وہ چکر کھا کر گر پڑا، آنحضرت نے تلوار اٹھالی، فرمایا، اب تجھے کون بچا سکتا ہے، وہ حیران ہو گیا، فرمایا، جاؤ، میں بدلہ نہیں لیا کرتا[۱]

(۴) ہبار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب کے نیزہ مارا، وہ ہودج سے نیچے گر گئیں، اور حمل ساقط ہو گیا تھا، اور بالآخر یہی صدمہ ان کی موت کا باعث ہوا۔ ہبار نے عفو کی التجا کی، اور اسے معاف فرمایا[۲]

(۵) فرمایا، زمانہ جاہلیت سے لیکر جن باتوں پر قبائل میں باہمی جنگ جدل چلا آتا ہے میں سب کو معدوم کرتا ہوں، اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون کا دعوی اور اپنے چچا کے رقوم قرضہ کو معاف کرتا ہوں[۳]

صدق و امانت جانی دشمن بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف کے قائل تھے، صادق و امین بچپن ہی سے آنحضرت کا خطاب پڑ گیا تھا۔ انہی اوصاف کی وجہ سے قبل از نبوت بھی لوگ اپنے منقولات کو اندوسال کے لئے آنحضرت صلعم کے پاس لایا کرتے تھے[۴]

(۲) ایک دفعہ ابوجہل نے کہا، محمد، میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا، لیکن تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں ٹھہرتا[۵]

(۳) شب ہجرت کو کفار نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ اور اتفاق کیا تھا اور حضور نے پیارے بھائی علی کو اسلئے پیچھے چھوڑا کہ انکی امانتوں کو ادا کر کے آنا۔

عفت و عصمت آنحضرت فرماتے ہیں، ایام جاہلیت کی رسموں میں سے میں نے کبھی کسی میں کبھی حصہ نہیں لیا، صرف دو دفعہ ارادہ کیا تھا، کہ اللہ تعالی نے مجھے خود ہی بچا لیا۔ اس سے

[۱] صحیح بخاری باب غزوہ ذات الرقاع، و شفاء صفحہ ۴۷، [۲] دیکھو بیان فتح مکہ، [۳] خطبہ نبوی بروز فتح مکہ۔ بخاری، [۴] شفاء صفحہ ۵۹، [۵] شفاء صفحہ ۵۹،

کم عمر تھی، میں نے اُس چرواہے کو جس کے ساتھ میں بکریاں چراتا تھا، کہا، اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو، تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں، جیسے اور نوجوان کہانیاں کہتے سنتے ہیں، میں بھی کہانیاں کہوں، سنوں، اس ارادہ سے میں شہر کو آیا، پہلے ہی گھر پہنچا تھا کہ وہاں دف و مزامیر بج رہے تھے، اُس گھر میں بیاہ تھا، میں انہیں دیکھنے لگا، نیند نے غلبہ کیا، میں سو گیا، جب سورج نکلا، تب آنکھ کھلی، ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا، اسی طرح نیند آگئی اور وقت گزر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا میں نے کبھی مکروہات جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا۔[1]

(۲) عہد نبوت سے پہلے کا ذکر ہے، زید بن عمرو بن نفیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی دسترخوان پر گوشت بھی آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انی لا اکل مما تذبحون علی انصابکم ولا اکل الا ما ذکر اسم اللہ علیہ، میں وہ گوشت نہیں کھاتا جو بتوں یا استھانوں کی قربانی کا ہو، میں تو صرف وہی گوشت کھایا کرتا ہوں جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔[2]

زہد | (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ تھی: یا ربّ اجوع یوماً واشبع یوماً فاما الیوم الذی اجوع فیہ فاتضرع الیک وادعوك. واما الیوم الذی اشبع فیہ فاحمدك واثنی علیك، الٰہی ایک دن بھوکا رہوں، ایک دن کھانے کو ملے، بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں، تجھ سے مانگا کروں، اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں۔[3]

(۲) صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولھے میں آگ روشن نہ ہوتی، حضرت کا کنبہ پانی اور کھجور پر گزران کرتا۔[4]

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آکر تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔[5]

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، تو اُس وقت آنحضرت کی زرہ ایک یہودی کے

---

[1] شفا صفحہ ۶۰۔ [2] عن عبداللہ، بخاری کتاب الصید والذبائح۔ [3] شفا صفحہ ۶۲۔ [4] بخاری عن عائشہ۔ [5] بخاری عن عائشہ کتاب الاطعمہ۔

پاس بعوض غلہ جو رہن تھی۔[1]

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کی آخری شب میں تھے، کہ عائشہ صدیقہ نے پڑوسن سے چراغ کے لئے تیل منگوایا تھا۔[2]

(۶) دعا فرمایا کرتے، الٰہی آل محمد کو صرف اتنا دے، جتنا پیٹ میں ڈال لیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے، کہ زہد کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں، لاچاری کچھ نہ تھی، اور اس زہد سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نہ تھا، کہ کسی حلال شے کے استعمال یا انتفاع میں کوئی روک پیدا کریں، ایسے خیال سے صرف ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کا استعمال چھوڑ دیا تھا۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی، کہ ایک بیوی نے شہد کی بو کو اپنی طبع کے خلاف بتایا تھا۔ اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا کہ یہاں تک کھینچ نہیں کرنی چاہیئے۔[3]

صنف ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور اُن کی آسائش کا خیال	ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں ساتھ تھیں[4] تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں، جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں،

یجلس عند بعیرہ فیضع رکبتہ — تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا گھٹنا آگے بڑھا

فتضع صفیۃ رجلھا علی رکبتہ. — دیتے صفیہؓ اپنا پاؤں آنحضرتؐ کے گھٹنے پر

حتی ترکب[5] — رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں۔

(۲) ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین صفیہؓ دونوں گر پڑے، ابو طلحہؓ دوڑے دوڑے رسول اللہ کی طرف متوجہ ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیك بالمرأۃ "تم پہلے عورت کی خبر لو"[6]

(۳) ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں، ساربان جو اونٹوں کی

---

[1] بخاری عن عائشہ [2] عن عائشہ بخاری [3] یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک

[4] عن انس صحیح بخاری باب ہل یسافر بالجاریہ [5] عن انس۔ صحیح بخاری باب استقبال الغزاۃ

مُہار پکڑے جاتا تھا، حُدی خوانی کرنے لگا، حُدی ایسی آواز سے شعر پڑھنے کو کہتے ہیں جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھ کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا[۱] اس ارشاد میں عورتوں کو کانچ کے آلات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی ہے۔ نفاست و نزاکت کے علاوہ وجہ تشبیہ عورتوں کی ضعف خلقت ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام و آسائش کی مستحق ہیں،

اسیران جنگ کی خبر گیری اسیران جنگ کی خبر گیری مہمانوں کی طرح کی جاتی تھی، جنگ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں چند روز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے! اُن میں سے ایک کا بیان ہے۔ خدا مسلمانوں پہ رحم کرے، وہ اپنے اہل و عیال سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے، اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کیا کرتے تھے،

جب قیدی اسیر ہو کر آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اُن کے لباس کی فکر کیا کرتے تھے[۲]

مردانہ ورزشیں مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے، رکانہ عرب کا مشہور شہ زور پہلوان تھا وہ اپنے پچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے تین بار پچھاڑ دیا تھا[۳]

تیر افگنی نشانہ بازی کا لوگوں کو شوق دلایا کرتے، نشانہ بازی کی مشق کیلئے لوگوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا، تیر چلاؤ میں اُس پارٹی کی طرف ہونگا، یہ سُن کر دوسری پارٹی نے تیر چلانے سے ہاتھوں کو روک لیا، سبب پوچھا گیا! انہوں نے کہا جب اُس پارٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں تو ہم اُسکے مقابلہ میں کیونکر تیر افگنی کر سکتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیر چلاؤ، میں تم سب کے ساتھ ہوں، ارموا و انا معکم کلکم[۴]

گھوڑ دوڑ گھوڑوں کی دوڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کرائی جاتی تھی لمبی دوڑ

۱؎ صحیح مسلم، ۲؎ عن جابر، بخاری، باب الکسوۃ للأسارے، ۳؎ شفاء عیاض صفحہ ۴۴،

۴؎ عن سلمۃ بن الاکوع، صحیح بخاری، باب التحریض علی الرمی،

۵ یا ۶ میل کی اور ہلکی دوڑ ایک میل کی ہوتی تھی[1]

مردم شماری نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اکتبوالی من تلفظ بالاسلام من الناس[2] تمام کلمہ گو اشخاص کے نام میرے ملاحظہ کے لئے قلمبند کئے جائیں۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی، اُس وقت مسلمانوں کا شمار ڈیڑھ ہزار ہؤا۔ اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ کا شکر کیا، خوشی منائی، مسلمان کہتے تھے اب ہم ڈیڑھ ہزار ہو گئے ہیں، اب ہمیں کیا ڈر رہا ہے، ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے، جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہی نماز پڑھا کرتا تھا، اور اُسے ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہتا تھا[2]۔

افسوس ہے کہ اس روایت سے یہ پتہ نہیں لگتا، کہ یہ شمار کس سنہ میں ہؤا تھا، صحیح بخاری کی دیگر روایات سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری مردم مسلم شماری تھی۔ پہلی دفعہ کے شمار میں مسلمانوں کی تعداد ۵۰۰ دوسری دفعہ کے شمار میں ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے درمیان تعداد تھی۔

تعلیمات رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پاک۔ اعتقادات، عادات، معاملات، عبادات، مُہلکات، منجیات، احسانیات کے متعلق ایک بحر ناپیدا کنار ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور اسلام کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے، میرا مقصود اس جگہ صرف نمونہ دکھانا ہے۔ انشاء اللہ اس کتاب کے حصہ سوم پر اس پر زور تفصیل سے تحریر کیا جائیگا۔

خدا کا حق بندوں پر بندوں کا حق خدا پر	حق اللہ علی عباده ان یعبدوه ولا یشرکوا به شیئًا وحق العباد علی اللہ اذا فعلوه ان لا یعذبهم[3]	(۱) اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اُسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اُس کا شریک نہ بنائیں، (۲) بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا حق ادا کریں تب وہ انہیں عذاب نہ دے۔

رحمتِ الٰہیہ کا بیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا نے اس کتاب میں جو اُس کے پاس

[1] عن ابن عمر صحیح بخاری باب السبق بین الخیل، [2] عن حذیفہ۔ صحیح بخاری باب کتابۃ الامام الناس (کتاب الشہادۃ) [3] صحیح بخاری عن معاذ بن جبل، کتاب الرقاق،

عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے:

اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ [1] | میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

خدمت والدین ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: کہ میں جہاد (دشمنانِ دین سے جنگ) کرنا چاہتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ وہ بولا۔ ہاں۔ فرمایا اُنہی (کی خدمت) میں جہاد (صد درجہ کوشش) کرو۔ [2]

نصرت باہمی المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا و شبک بین اصابعہ۔ [3]

ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایسا ہے، جیسے بنیاد کی اینٹیں، ایک سے دوسری کو قوت ملتی ہے، پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا (یعنی مومن اسطرح ملے جلے رہتے ہیں)۔

مسلمان کون ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ [4]

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

ایمان کا کمال لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ [5]

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بن جاتا، جبتک کے وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

شیرینی ایمان ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان

تین باتیں ہیں جس شخص میں یہ ہونگی وہ ایمان کی حلاوت چکھ لیگا:

ان یکون اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما،

(۱) خدا اور خدا کے رسولؐ کی محبت اُسے سب سے بڑھ کر ہو۔

وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ۔

(۲) کسی بھائی سے اللّٰہی محبت رکھتا ہو، کوئی غرض شامل نہ ہو۔

---

[1] بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب الخلق۔ [2] بخاری عن ابن عمر کتاب الادب۔ [3] بخاری عن ابی موسیٰ کتاب المظالم۔ [4] بخاری عن عبداللہ بن عمر کتاب الایمان۔ [5] بخاری عن انس۔ کتاب الایمان

وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار [1]

(۳) کفر میں جا پڑنے کو ایسا بُرا جانتا ہو، جیسا آگ میں گر جانے کو سمجھتا ہے،

پسندیدہ اعمال لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے، فرمایا۔

ادومہ وان اَقلّ،

جو عمل ہمیشہ کیا جائے، اگرچہ مقدار میں کم ہی ہو،

پھر فرمایا۔

اکلفوا من العمل ما تطیقون

عمل (عبادۃ) اتنا ہی کیا کرو، جسے بآسانی کر سکو۔ [2]

اعمال شاقہ سے ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھر میں رسی لٹکتی دیکھی، پوچھا۔ یہ کیا ہے، لوگوں نے کہا، فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے، رات کو عبادت کرتی ہوئی جب اونگھنے لگتی ہے، تو اس سے لٹک پڑتی ہے، فرمایا۔ اسے کھول دو، عبادت (نافلہ) اس وقت تک کرو، کہ نشاط طبع قائم رہے [3]

(۲) بنی اسد کی ایک عورت کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا ہے، کہ وہ تمام شب عبادت کیا کرتی ہے، فرمایا، ایسا نہ کرو، اعمال بقدر طاقت ادا کرو، [4]

(۳) عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے اور دن کا برابر روزہ رکھا کرتے ہو، عبد اللہ نے کہا، ہاں۔ فرمایا

فلا تفعل صم وافطر، قم ونم۔ فان لجسدک علیک حقًا وان لعینیک علیک حقًا۔ وان لزوجک علیک حقًا۔ [5]

اب ایسا نہ کرنا، روزہ بھی رکھو اور کچھ وقت کیلئے چھوڑ بھی دو، رات کو عبادت کیلئے جاگو بھی، اور سوؤ بھی، دیکھو تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے،

۱۔ بخاری عن انس، کتاب الایمان، ۲۔ بخاری، کتاب الرقاق، ۳۔ بخاری عن انس بن مالک، کتاب النوافل
۴۔ بخاری عن عایشہ، کتاب النوافل، ۵۔ بخاری عن عبد اللہ، کتاب النکاح،

محنت کی تعریف مانگنے کی برائی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لادا کرے، تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے اور لوگ اسے دیا کریں۱؎

کن لوگوں پر رشک کرنا چاہئے

فرمایا، قابل رشک دو شخص ہیں (۱) جسے خدا نے مال دیا، اور اس مال کو جائز جگہ صرف کرنے کی توفیق بھی اُسے ملی ہو، (۲) جسے خدا نے حکمت عطا کی ہو، وہ اُس پر خود عمل کرتا ہو، اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہو۲؎

بہترین اخلاق کی تعلیم

سددوا وقاربوا وابشروا فانہ لا یدخل احداً الجنۃ عملہ۳؎

راستبازی اختیار کرو، باہمی محبت کو بڑھاؤ، لوگوں کو خدا کی طرف سے بشارت پہنچاؤ، عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہیں لے جا سکتا۔

اخلاق رذیلہ سے نہی و راخوت کا حکم

ایاکم والظن، فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۴؎

خبردار بدگمانی کو اپنی عادت نہ بنانا، بدگمانی ہی تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے، بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ، اوروں کے عیب تلاش نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، کسی سے روگردانی نہ کرو، اے اللہ کے بندو، آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو، جیسا تم سب اللہ کے بندے بھی ہو۔

ہمسایہ اور مہمان کا حق

من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ۵؎

جو کوئی شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دیا کرے، جو کوئی شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ مہمان کی عزت کیا کرے۔

کلام اور خاموشی

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللہِ

جو کوئی شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اُسے

۱؎ بخاری عن ابی ہریرۃ باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ۲؎ بخاری عن ابن مسعود کتاب الزکوٰۃ، ۳؎ بخاری عن عائشہ، کتاب الرقاق، ۴؎ بخاری عن ابی ہریرۃ کتاب الفرائض، ۵؎ بخاری عن ابو ہریرہ کتاب الرقاق۔

والیوم الاٰخر فلیقل خیرا او لیصمت[1]

لازم ہے بات کہے تو اچھی کہے، ورنہ خاموش ہی رہے۔

نجات کے لئے رسول کی ضمانت

من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ؛[2]

اگر کوئی شخص مجھے ضمانت دے اُس چیز کی جو اُس کے جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان)، اور اس چیز کی جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی پردہ کا جسم) تو میں اُس کے لئے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔

صبر وشکر کی تعلیم

اِذَا نظر احدکم الی من فضل علیہ فی المال والخلق فلینظر الی من ھو اسفل منہ؛[3]

اگر ایسے شخص پر تمہاری نظر پڑے، جو مال اور حُسن میں تم سے بڑھ کر ہے تو ایسے شخص کو بھی دیکھو، جو ان چیزوں میں تم سے کمتر ہے۔

پہلوان کون ہے؟

لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید من یملک نفسہ عند الغضب،[4]

شہ زور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے۔ شہ زور تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔

منادیانِ اسلام کا فرض

یسّروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا وتطاوعا؛[5]

معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ کو نبی صلعم نے ملک یمن میں تعلیم اسلام کی اشاعت کیلئے مامور فرمایا تھا اور انکی رخصت کے وقت انہیں ارشاد فرمایا، لوگوں کیلئے آسانی پسند کرنا، انہیں سختی میں نہ ڈالنا، خوشخبری اور بشارت انہیں سنانا، دین سے نفرت نہ دلانا، اور تم آپس میں مل جل کر رہنا۔

اثرِ محبت

المرء مع من احب؛[6]

جسے جس کے ساتھ محبت ہے، وہ اس کے ساتھ ہوگا۔

قیدیوں، مسکینوں، بیماروں سے برتاؤ کا حکم

فکوا العانی واطعموا الجائع وعودوا المریض؛[7]

اسیروں کو رہائی دلاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی خبرگیری کرو۔

---

[1] بخاری عن ابی ہریرہ، کتاب الرقاق۔ [2] بخاری عن سہل بن سعد، کتاب الرقاق۔ [3] بخاری عن ابی ہریرہ، کتاب الرقاق۔ [4] بخاری عن ابی ہریرہ، کتاب البر۔ [5] بخاری، کتاب البر والصلۃ۔ [6] بخاری عن ابن مسعود، کتاب البر۔ [7] بخاری عن انس، کتاب الادب۔

درخت لگانے کا ثواب اگر کسی مسلمان نے درخت لگایا، جس کا پھل کسی انسان یا جانور نے کھایا، تو لگانے والے کے لئے یہ صدقہ ہوگا![1]

حیوانات سے ہمدردی کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص راہ چلتا تھا، اُسے سخت پیاس لگی، کنواں ملا، کنوئیں کے اندر اُتر کر اُس نے پانی پیا، جب باہر نکلا، تو دیکھا، کہ ایک کتا زبان باہر نکالے، پیاس کے مارے نمناک زمین کو چاٹ رہا ہے! اُس شخص نے کہا، کتے کو بھی پیاس لگی ہے، جیسے مجھے لگی تھی، پھر وہ کنوئیں میں اُترا، اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا، اور کُتے کو پلایا، خدا نے اس عمل کو قبول فرما کر، اُس شخص کو بخش دیا!

صحابہ نے یہ سُن کر دریافت کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا حیوانات کے لئے بھی ہم کو اجر ملیگا!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر ایک جاندار جس کے کلیجہ میں نم ہے (جو زندہ ہے) کے متعلق تم کو اجر ملیگا![2]

لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر من کانت له جارية فعلّمها واحسن اليها ثم اعتقها وتزوجها كان له اجران[3]

اگر کسی کے پاس لونڈی ہو، وہ اسے علم سکھلائے اچھے سلوک سے رکھے، پھر آزاد کردے، پھر اسے بیوی بنالے، تب اُس شخص کو دوچند اجر ملیگا!

لڑکیوں کی تعلیم و ادب کا ذکر اصيب عبد الله وترك جواري صغاراً فتزوجت ثيباً تعلمهن وتودبهن[4]

عبد اللہ مر گیا ہے، چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گیا ہے، اسلئے میں نے ایک بیوہ سے نکاح کیا، کہ وہ انہیں علم و ادب سکھلائے!

منافق کون ہے؟ چار خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ ہوں وہ منافق ہے! اگر ان چار میں سے کوئی ایک خصلت اس میں ہے تو نفاق کی ایک علامت اُس کے اندر ہے!

---

[1] بخاری عن انس۔ کتاب الادب۔ [2] بخاری عن ابی ہریرہ کتاب الآبار علی الطریق۔ [3] بخاری عن ابی موسیٰ باب فضل من ادب جاریته وعلمها۔ کتاب العتق۔ [4] قول جابر پیش رسول صلعم۔ بخاری باب الشفاعۃ۔

(۱) بولے تو جھوٹ بولے، (۲) وعدہ کرے تو خلاف کرے، (۳) عہد کرے تو پورا نہ کرے (۴) جھگڑنے لگے تو فحش بکنے لگے۔[۱]

مہاجر کون ہے؟ والمهاجر من هجر ما نهى الله عزوجل عنه[۲]

خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والا وہ شخص ہی جو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جاتا ہے۔

قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا؟ (۱) بادشاہ عادل۔

(۲) وہ نوجوان، جس نے جوانی میں عبادت الٰہی کی ہو،

(۳) وہ شخص جسے تنہائی میں خدا یاد آتا، اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں۔

(۴) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو،

(۵) وہ دونوں شخص، جن کی محبت للہیت پر ہو،

(۶) وہ شخص جسے کوئی حسینہ اور اعلیٰ درجہ کی عورت اپنی جانب بلائے، اور وہ کہدے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

(۷) وہ شخص جو مخفی طور پر خیرات دیتا ہو، اُسکے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں، کہ داہنے نے کیا دیا۔

یہ ہیں وہ سات شخص جنہیں خدا قیامت کے دن اپنے سایہ میں لیگا، جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا[۳]

بادشاہ کی اطاعت کا حکم من كره من اميره شيئًا فليصبر عليه فانه من خرج من طاعة السلطان شبرًا مات ميتة جاهلية[۴]

اگر کسی شخص کو اپنے فرمانروا کی کوئی بات ناگوار گزرے تو اُسے لازم ہے کہ صبر کرے، کیونکہ اگر کوئی شخص بالشت بھر بھی اپنے بادشاہ کی طاعت سے باہر نکلیگا، اُسکو وہ موت نصیب ہوگی جو زمانہ قبل از اسلام کی موت تھی،

(۲) انكم سترون بعدى اثرة واموراً تنكرونها قالوا فما تأمرنا

تم لوگ میرے بعد ناخوشگوار حالتیں اور ایسی باتیں دیکھوگے جنہیں تم ناپسند کروگے، صحابہ نے پوچھا

---

[۱] بخاری عن عبداللہ بن عمرؓ، [۲] بخاری عن عبداللہ بن عمرؓ، [۳] بخاری عن ابی ہریرہؓ، کتاب المحاربین، [۴] بخاری عن ابن عباس، کتاب الفتن۔

یا رسول اللہ۔ قال ادوا الیھم حقھم وسلوا اللہ حقکم۔ [٥١]

ایسی حالت کیلئے حضور کا کیا حکم ہے، فرمایا تم انکے حقوق کو ادا کرتے رہنا، اور اپنے حقوق کی بابت خدا سے دعا مانگنا

سربرآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا

فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاؤکم۔ [٥٢]

تم واپس جاؤ۔ اس معاملہ کو ہمارے سامنے تمہارے سربرآوردہ لوگ پیش کریں۔

سربرآوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے

فاخبروہ ان الناس قد طیبوا واذنوا۔ [٥٣]

سربرآوردہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے آکر عرض کیا کہ سب لوگ اس پر خوش ہیں، اور انہوں نے ہم کو اس بارہ میں اجازت دیدی ہے۔

غیر مسلم، زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت

من قتل معاھداً لم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا یوجد من مسیرۃ اربعین عاماً۔ [٥٤]

اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم زیر معاہدہ رعایا شخص کو قتل کریگا، تو وہ بہشت کی خوشبو بھی سونگھنے نہ پائیگا حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔

زیست کا درجہ قدر زندگانی

لا یتمنین احدکم الموت۔ اما محسناً فلعلہ ان یزداد خیراً واما مسیئاً فلعلہ ان یستعتب۔ [٥٥]

کسی شخص مسلمان کو موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیئے اگر نیک ہے تو اسلئے کہ شاید وہ نیکیوں میں ترقی کر سکے، اور اگر بد ہے تو اسلئے کہ شاید وہ خوشنودی حاصل کر سکے۔

صحت اور فراخ دستی کا درجہ

نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ۔ [٥٦]

دو نعمتیں ہیں، جنکی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے، وہ نعمتیں (١) تندرستی، (٢) فراخ دستی ہیں۔

ادائے قرضہ کی فضیلت

ان خیارکم

ایک شخص کا نبی صلعم کو اونٹ دینا تھا وہ تقاضا کرنے

---

٥١ بخاری عن ابن مسعود، کتاب الفتن؛ ٥٢ بخاری عن مسور بن مخرمہ، کتاب الاحکام [illegible] بوقع جنگ ہوازن؛ ٥٣ بخاری عن مسور، جنگ ہوازن؛ ٥٤ بخاری عن عبد اللہ بن عمر، کتاب الجزیہ؛

٥٥ بخاری عن ابی ہریرہ، کتاب الطب؛

٥٦ بخاری عن ابن عباس، کتاب الرقاق؛

احسنکم قضاءً ۔ [1]

آیا۔ آنحضرتؐ نے اُسکے اونٹ سے بہتر اونٹ خرید کر اُسے دیدیا۔ اور لوگوں سے فرمایا۔ نیک تر وہ شخص ہے جو قرض کو خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔

دولتمندی کی تعریف لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس ۔ [2]

دولتمندی زر و مال کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔

مساواۃ عامہ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقوی ۔ [3]

عرب کے کسی باشندہ کو عجم کے کسی باشندہ پر، اور عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر، گورے رنگ والے کو کالے آدمی پر، اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت کا ذریعہ توصرف "خدا ترسی" ہے۔

رحم عامہ من لا یرحم ۔ لا یرحم ۔ [4]

جو کوئی شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا۔ اُس پر بھی رحم نہیں کیا جائیگا۔

وارثوں کے لئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت ان تدع انت ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعھم عالۃ یتکففون الناس فی ایدیھم ۔ [5]

یہ بہتر ہے کہ تو اپنے وارث کو غنی چھوڑ کر مرے۔ بہ نسبت اسکے کہ وہ تہیدست ہوں اور لوگوں کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلاتا رہے۔

عورت کی مثال اور اُس سے گذران کی ہدایت المرأۃ کالضلع ان اقمتھا کسرتھا وان استمتعت بھا استمتعت بھا وفیھا عوج ۔ [6]

عورت کو ایسا سمجھو جیسے پسلی کی ہڈی۔ اس ہڈی کو اگر سیدھا کرنا چاہوگے، تو توڑ بیٹھوگے۔ اور اگر اُس سے کام لینا چاہوگے۔ تو وہ ٹیڑھے پن میں ہی کام دے گی۔

عورت کا درجہ گھر میں المرأۃ راعیۃ

عورت اپنے شوہر کے گھر میں، اور اولاد پر

---

[1] عن ابی ہریرہ۔ صحیح بخاری۔ کتاب الاستقراض۔ [2] عن ابی ہریرہ صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔
[3] زاد المعاد۔ جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۵۔ [4] صحیح بخاری۔ عن جریر بن عبداللہ۔
[5] عن سعد بن ابی وقاص صحیح بخاری کتاب الوصایا۔ [6] صحیح بخاری

حکمران ہے؛	علی بیت زوجہا و ولدہ [1]
قرآن مجید کا جاننے والا بزرگ، نکوکار سفیروں	ماہر قرآن کا درجہ — الماہر بالقرآن
فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔	مع السفرۃ الکرام البررۃ [2]
دو بول ہیں جو رحمٰن کو پیارے ہیں، زبان پر ہلکے	اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام — کلمتان حبیبتان
ہیں، میزان اعمال میں بھاری ہیں اور وہ یہ ہیں:	الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی
سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم	المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم [3]

قرآن مجید

ہمارے سید و مولیٰ نبی مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات اگر کوئی فاضل مبسوط و مشرح لکھے تو ضرور ہے کہ وہ علوم قرآن سے بھی بحث کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص میری طرح مختصر مختصر، سادہ سادہ، حالات لکھ رہا ہو تو اُسے بھی لازم ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کا نمونہ پیش کر دے۔ گو اسرار حکم اور خصوصیات قرآن پاک کے مباحث کو وہ چھوڑ ہی دے کیونکہ جس سیرۃ نبویہ کے ساتھ قرآن مجید کا نمونہ نہیں دکھایا جاتا، وہ کتاب از حد نامکمل ہے؛

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے دریافت کیا تھا، کہ آنحضرتؐ کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے جواب دیا، کہ قرآن آنحضرتؐ کا خلق ہے؛

ہمارا ایمان ہے، کہ قرآن مجید کا لفظ لفظ رب العالمین کا کلام ہے، لیکن اہل عالم کو اس کلام ربانی سے روشناس و ماہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے کرایا ہے؛

یہ پاک کلام تئیس ۲۳ سال کی مدت میں محمد رسول اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ اُنہی الفاظ میں دنیا میں مشتہر و محفوظ، زبانوں پر جاری، دلوں پر قابض، دماغوں پر حاوی ہے، جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھکر سنائے تھے؛

[1] عن ابن عمرؓ صحیح بخاری۔ [2] صحیح بخاری تعلیقاً کتاب التوحید [3] عن ابی ہریرہ صحیح بخاری، خاتمہ کتاب صحیح

یہ کلام پاک دنیا کے ہر طبقہ پر موجود ہے، دنیا کے ہر حصہ پر کروڑوں اشخاص ہر روز پانچ دفعہ اس کے مختلف حصوں کو ضرور پڑھ لیتے ہیں۔

جب سے اس کا نزول ہوا، اس کا ظہور ترقی پذیر رہا ہے، اُس وقت سے لیکر جب اسے اکیلی خدیجۃ الکبریٰ (اُمّ المومنینؓ) نے مانا، لحظہ بہ لحظہ، روز بروز اس کے ماننے والوں کی تعداد ترقی پذیر رہی ہے، کوئی ملک، کوئی موسم، کوئی رسم و رواج، کسی جگہ کے ماننے والوں یا انکار کرنے والوں کے موافق یا ناموافق حالات اسکی ترقی کیلئے روک نہیں بن سکے۔

مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے غلط کئے گئے، اسکی سچی صاف تعلیم پر غلط حاشیے چڑھائے گئے، لیکن کوئی تدبیر بھی اس کی اشاعت کو نہ روک سکی اور اس کی وسعت پذیر ترقی کو محدود نہ کر سکی۔

یہ جس زبان میں پہلے پہل جلوہ گر ہوا، اُسی میں اب تک نور گستر ہے اور ایک عالم اسکی روشنی سے منور ہے، لیکن دنیا کی اور تمام مقدس کتابیں کیا توراۃ و زبور، کیا انجیل اور اسکے خطوط، کیا وید، کیا ژند و پاژند اس وصف سے عاری ہیں، جس زبان میں وہ اتری تھیں، آج دنیا پر اُس زبان کا، اور اُس زبان کے بولنے والوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔

قرآن مجید اُن سب اعتراضات کو جو قرآن کے زمانہ نزول میں کئے گئے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو الزام لگائے گئے خود بیان کرتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید اپنے لئے خود ایک سچی تاریخ بن گیا ہے، جس میں تصویر کے ہر دو رُخ دکھا دیئے گئے ہیں، قرآن عظیم نے اس بارہ میں اپنی صداقت اور استحکام کے اعتماد پر جس جرأت سے کام لیا ہے، دنیا کی کسی اور کتاب سے اس کا ظہور نہیں ہوا۔

قرآن حکیم کی تعلیم الٰہی یہ دست صداقت لئے ہوئے ہے کہ جن قوموں اور مذہبوں نے اُسے علی الاعلان نہیں مانا، اُنہوں نے بھی اپنی کتابوں میں جو سینکڑوں سال اس سے پہلے کی ہیں، یا سینکڑوں سال بعد کی ہیں، اسی تعلیم کے موجود ہونے کا دعوی کیا ہے، صدق اللہ تعالیٰ

لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہٗ میرے فقرہ کا مطلب آپکو واضح ہو جائیگا۔ جب آپ یہودیت، عیسائیت، موبدیت، بودھست اور ہندو مت کے سناتن یا آریہ دھرم کے حالات قبل از نزول قرآن مجید کو پڑھیں گے، اور پھر بعد از نزول قرآن پاک آپ ان مذاہب کی ترقیات تا زمانہ حال پر غور فرمائینگے، اور ان ترقیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے جائینگے، کہ اس ملک میں اس انقلاب سے پیشتر قرآنی تعلیم کا رواج ہو چکا تھا یا نہیں،

اب خواہ کوئی قرآن کریم کے فیوض کو مانے جیسا کہ مشہور بانیان برہمو سماج کا حال ہے یا جیسا کہ رومن کیتھولک نے لوتھر کو الزام دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اسکے مسائل قرآن سے مستخرج ہیں،

خواہ کوئی نہ مانے، جیسا کہ بہت سے فرقوں کا حال ہے، مگر عملاً انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو لے لیا ہے لے رہے ہیں، اور ہر ایک ترقی کنندہ قوم (علی رغم انف) مجبور رہے کہ اسکی تعلیم کو لیتی رہے، جہاں تک مجھے علم ہے، قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي، کی بشارت سناتا ہے،

میں نے آیات کے ساتھ صرف سادہ ترجمہ لکھ دیا ہے، اس سے زیادہ کچھ لکھنا اس کتاب کے موضوع سے باہر تھا، کیونکہ میں ایک سلیس اور آسان کتاب پیش کرنا چاہتا ہوں، جس کے پڑھ لینے کے بعد پڑھنے والا نبی کریم اور قرآن عظیم کی بابت کچھ تو معلوم کر سکے، وَمَا تَوْفِيقِي اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيبُ، مسلمان براہ مہربانی دیکھیں، کہ قرآن مجید کس نمونہ کے مسلمان تیار کرتا ہے،

الٰہیات

(الف) ذات خداوندی کا عرفان	(۱) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ؛	(۱) اللہ کے نام سے شروع ہے۔ جو کمال رحمت والا اور دائمی رحم والا ہے،
	(۲) لا تدرکہ الابصار وھو	حواس اور عقول خدا کا ادراک نہیں کر سکتے۔

يُدۡرِكُ الابصار (انعام ع ۱۳)

لیکن خدا کو ان سب کا ادراک ہے۔

(۳) لیس کمثله شئ وهو السمیع البصیر (شوری ع ۲)

کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں، اور وہ بندوں کی التجاؤں کو سنتا، اور اُن کے حالات کو دیکھتا ہے۔

(۴) الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمت الی النور (البقرہ)

اللہ ایمان والوں سے محبت رکھتا ہے، اُنہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔

(۵) الله لا اله الا هو الحی القیوم لا تاخذه سنة ولا نوم له ما فی السموات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم ولا یحیطون بشیء من علمه الا بما شاء وسع کرسیه السموات والارض ولا یؤده حفظهما وهو العلی العظیم (البقرہ)

خدا ہے، اسکے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں، اُسے غفلت یا نیند کا اثر نہیں ہوتا، اُسی کا ہے، جو کچھ بھی آسمان و زمین میں ہے، ایسا کون ہے، جو اسکے اذن کے بغیر اس کے پاس شفاعت کرسکے، وہ خدا لوگوں کے اگلے پچھلے حالات جانتا ہے، اور لوگ اسکے علم کا احاطہ نہیں کرسکتے، لوگ تو اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے اُسکی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے، اُسے آسمانوں اور زمین (دونوں) کا تھام رکھنا تھکا نہیں دیتا، وہ بڑی اعلیٰ شان اور عظمت والا ہے۔

(۶) کتب ربکم علی نفسه الرحمة

تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ لیا ہے۔

(۷) قل هو الله احد الله الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد

وہ خدا، ایک یکتا، سب کا سید و آقا ہے، کوئی اُس کا فرزند نہیں اور وہ کسی کا فرزند نہیں، اور کوئی بھی اس کے برابر کا نہیں۔

(ب) سچے دین کی تعریف

(۱) فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون (روم ع ۴)

یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے، جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، خدا کی بناوٹ میں ادل بدل نہیں ہوتی، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔

(۳) صبغة اللّٰه ومن احسن من اللّٰه صبغة ۔ (بقرہ ع ۱۶)

اللہ کا رنگ چڑھانا ہے، ہاں اللہ سے بڑھکر اور کون رنگ چڑھا سکتا ہے؟

(۴) شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابراھیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ۔ (شوری ع ۲)

خدا نے تمہارے لئے دین کا وہ راستہ بنایا ہے جس کا حکم نوحؑ کو دیا گیا، اور پھر محمدؐ پر اُسکی وحی بھیجی، اور ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو بھی اُسی کا حکم دیا تھا کہ دین پر سیدھے چلو، اور اُس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

(ج) بندوں کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے

لن ینال اللّٰه لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم (حج ع ۵)

خدا کے ہاں قربانیوں کا گوشت یا لہو ہرگز نہیں پہنچتا، خدا کے پاس تو تمہاری فرمانبرداری ہی پہنچتی ہے۔

(د) شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے

(۱) ما یرید اللّٰه لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون (مائدہ ع ۲)

اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر تنگی ڈالے، اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت پوری پوری بھیجے، تاکہ شکر کیا کرو۔

(۲) ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللّٰه اکبر (عنکبوت ع ۵)

نماز فحش اور بیحیائی اور ممنوع کاموں سے روک دیتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر تو اس سے بھی (فوائد میں) بڑھکر ہے۔

(ہ) نبی کے فرائض

(۱) ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم ایاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمة ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون (بقرہ ع ۱۸)

ہمنے تمہارے پاس رسولؐ کو بھیجا، جو تم ہی میں سے ہے وہ ہماری آیتیں تم کو سناتا، اخلاق رذیلہ سے تم کو پاک کرتا، کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور وہ علوم سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔

(۲) یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم

نبی لوگوں کو نیک باتوں کے کرنیکا حکم دیتا، اور بری باتوں کے کرنے سے روکتا، اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کیلئے حلال ٹھہراتا، اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتا

اصرهم والاغلال التی کانت علیهم ﴿ (اعراف - ۱۹)

(و) اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے اور موت کے بعد بھی

(۱) لو ان اهل القریٰ امنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذناهم بما کانوا یکسبون ﴿ (اعراف - ع ۱۲)

(۲) ولو انهم اقاموا التوراة والانجیل وما انزل الیهم من ربهم لاکلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم (مائده - ع ۹)

(۳) ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر (شوریٰ ع ۴)

(۴) فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاءً بما کانوا یعملون ﴿ (سجده - ع ۲)

(ز) سنن الٰہیہ میں تبدیلی نہیں

(۱) فلن تجد لسنة الله تبدیلا

(۲) ولن تجد لسنة الله تحویلا (فاطر ع ۵)

(۳) ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت - فارجع البصر هل تریٰ من فطور - ثم ارجع البصر

بوجھ اُن سے دور کر دیتا، اور طوق اُن کے نکال دیتا ہے؛

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے، تو ہم اُن پر زمین اور آسمان کی برکتیں کھول دیتے، لیکن وہ تو حکم الٰہی کو جھٹلانے لگے، اسلیے ہم نے اُن پر اُن کے فعلوں کی وجہ سے مواخذہ کیا،

اگر وہ لوگ توراۃ اور انجیل کو اور اس تعلیم پر جو اُن پر نازل کی گئی تھی قائم ہوتے تو اپنے اوپر اور نیچے سے خوراک کھایا کرتے (یعنی زمین اور آسمان کی برکتیں اُن کے ساتھ ہوتیں)؛

جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے، وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے، اور خدا تو تمہاری بہت سی باتیں معاف کر دیتا ہے؛

کوئی شخص بھی نہیں جان سکتا کہ خدا نے اپنے بندوں کیلیے وہ کیا کیا چیزیں خفیہ مہیا کر رکھی ہیں جن سے اُنکی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائینگی، یہ بدلہ ان کے اعمال کا ہے

سنت الٰہی میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا

سنت الٰہی میں ہیر پھیر کی گنجائش نہیں؛

خدا کی آفرینش میں تجھے کچھ بھی نقص نظر نہیں آئیگا ذرا آنکھ اٹھا کر تو دیکھ کیا تجھے کوئی شگاف بھی دکھائی دیتا ہے؛ پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ اور

آیات	ترجمہ
کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر (ملک ع ١)	بار بار دیکھ، تیری نظر تھک کر ناکام ہو کر لوٹ آئے گی۔
انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کیلئے ثمر بخش ہو — (١) لیس للانسان الا ما سعٰے (النجم ع ١)	انسان کو وہی ملتا ہے جو اس نے سعی کی ہے۔
(٢) وکان سعیکم مشکورا (دہر ع ١)	تمہاری کوشش خوب کامیاب ہوئی۔
(٣) تلک امۃ قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم (بقرہ ع ١٦)	وہ امت گذر چکی ہے، جو کچھ اُس نے کمایا تھا، اُسے ملیگا، جو تم کماؤ گے وہ تمہیں ملیگا۔
صبر اور پرہیزگاری کا درجہ — وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور	اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری رکھو، تو یہ ایک عالی ہمتی کا کام ہے۔
حکمت اور دانش کا درجہ — ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا	اور جسے حکمت (حقیقی فلسفہ) دیا گیا، اُسے نہایت سعادتمندی حاصل ہوئی۔
صبر کا ثمرہ — وجعلنا منهم ائمۃ یهدون بامرنا لما صبروا (سجدہ ع ٣)	جب بنی اسرائیل نے صبر اختیار کیا تو ہمنے اُن میں ایسے مقتدائے قوم کئے جو ہمارے حکم کے مطابق اور لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔
قطع طمع — ولا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منهم	کافروں کی مختلف قوموں کو جو ہمنے دنیاوی حظوظ سے بہرہ مند کیا ہے تو اُسکی طرف آنکھیں اٹھا کر نہ دیکھ۔
دنیاوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا — ولا تنس نصیبک من الدنیا (قصص ع ٨)	اے قارون تو دنیا کے گھمنڈ میں آ کر اپنے بہرۂ نجات کو فراموش نہ کر۔
تہلکہ سے بچنا — ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکۃ	اپنے تئیں آپ ہلاکت میں نہ ڈالو۔
افترا اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں — انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بایات اللہ (النحل ع ١٤)	جھوٹ افترا وہی باندھتے ہیں، جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔

قطعی حرام چیزیں

قُلْ اِنَّمَا حرم رَبِّیَ الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا بالله ما لم ینزل به سلطانا وان تقولوا علی اللّٰهِ ما لا تعلمون؛

(الاعراف - ع ۴)

اے محمد سنا دیجئے کہ میرے پروردگار نے حرام کر دیا ہے (۱) فحش کی سب قسموں کو جو کھلی ہیں یا چھپی ہیں (۲) اور گناہ کو (۳) اور ناحق بغاوت کو (۴) اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کو جس پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں؛ (۵) اور خدا پر ایسی بات جوڑ لینے کو جسے تم نہیں جانتے؛

خدا کی عبادت آلہی بپتسمہ ہے

صبغة اللّٰہ ومن احسن من الله صبغة ونحن له عابدون (البقرہ - ع ۱۶)

ہم نے خدا ہی کا رنگ اختیار کیا ہے، کیا خدا سے بڑھ کر بھی کوئی اچھا رنگ دینے والا ہے؟ اور ہم تو اُسی کی عبادت کرتے ہیں؛

تحریر و انشاء دانی کی تعریف

والقلم وما یسطرون

میں قلم کی اور اسکے لکھے ہوئے علوم کی قسم کھاتا ہوں

ارباب عقل و دانش کے لئے الٰہی نشانات

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنهار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحیا بِهِ الارض بعد موتها وبث فیها من کل دابة وتصریف الریٰح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون (البقرہ ع ۲۰)

زمین و آسمانوں کے پیدا کرنے، رات دن کے آنے جانے؛ وہ کشتیاں اور جہاز جو لوگوں کی مفید اشیائے تجارت لیکر دریاؤں اور سمندروں میں چلتے ہیں آسمانوں کی طرف سے خدا کے پانی اُتارنے اور مُردہ زمین کو اُسکے ذریعہ از سر نو زندگی بخشنے؛ زمین میں ہر ایک قسم کے جانور پیدا کرکے پراگندہ کر دینے؛ مختلف قسم کی ہوائیں بدلنے۔ اور اُن بادلوں میں جو آسمان و زمین کے بیچ میں تابع حکم نظر آتے ہیں بیشک عقلمندوں کیلئے خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں؛

قسم کھانے کی ممانعت

(۱) ولا تطع کل حلاف مهین (قلم ع ۱)

تو کسی ایسے ذلیل کی بات مت مان جو بہت قسمیں کھانے والا ہے؛

(۲) ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم (بقرہ ع ۲۸)

خدا کے نام کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ۔

(۳) واحفظوا ایمانکم (مائدہ۔ ع ۱۲)

قسموں کی نگہداشت کیا کرو۔

صلح کلی کی دعوت | یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین (البقرہ۔ ع ۲۸)

ایمان والو دین اسلام میں (جو مبنی بر امن ہے) بالکلیہ ہمہ تن داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

اصلاح باہمی کا حکم | وتصلحوا بین الناس (بقرہ ع ۲۸)

لوگوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔

واصلحوا ذات بینکم (انفال ع ۱)

آپس کے منازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کرایا کرو۔

عفو و درگذر کی تعلیم | ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم (النور ع ۳)

لازم ہے کہ معافی دو اور درگذر کرو، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ خدا تم کو بخش دے۔

۸ سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے | سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق (حم سجدہ ع ۶)

ہم اپنی قدرت کی نشانیاں جو اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور خود انکی ذات و نفوس میں بھی موجود ہیں ضرور انہیں دکھاوینگے، اور بالآخر ان کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ تعلیم بالکل سچی ہے۔

سلطنت کے اصول

(۱) حاکمان عدالت کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے | وداود وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین۔ ففھمنھا سلیمان وکلا اتینا حکما وعلما (انبیاء) ع ۵

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان کیجئے جبکہ وہ ایک کھیت کے بارہ میں فیصلہ صادر کر رہے تھے، جس میں رات کیوقت انکی قوم کے گوسپند چر گئے تھے، اور ہم انکے فیصلہ کرنے کے وقت حاضر و ناظر تھے، سو اس معاملہ میں ہمنے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک خاص سمجھ عنایت کی، اور

دونوں کو ہم نے عام طور پر حکومت اور علم عطا کیا تھا۔

۲۔ نقص امن کی ممانعت — ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا (اعراف ع ۳)

کسی سرزمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد خرابی نہ کرو۔

۳۔ ظلم باعث زوال ہے — وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ وانشأنا بعدہا قوما آخرین (انبیاء ع ۲)

کتنے شہروں کو ہم نے انکے ظلم کے باعث توڑ مروڑ ڈالا اور انکی تباہی کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم انکی بجائے پیدا کر دی۔

۴۔ نکوکاری باعث قیام ہے — وما کان ربک لیہلک القری بظلم واہلہا مصلحون (ہود ع ۱۰)

ایسا نہیں کہ تیرا پروردگار آباد شہروں کو انکے باشندوں کے نیکوکار ہونے کے باوجود ظلم سے تباہ کر دے۔

۵۔ جنگ کے لئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے — واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ رباط الخیل ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم (انفال آیت ۶۰)

جہاں تک ممکن ہو اپنی طاقت بڑھاؤ اور گھوڑوں کو آمادہ پیکار رکھو جس سے تم ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال سکو جو خدا کے دشمن اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔

۶۔ ارکان دولت سے مشورہ پر کاروبار کرنا — وشاورہم فی الامر (آل عمران ع ۱۷)

حکومت کے کاموں میں لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو۔

(۱) وامرہم شوری بینہم (شوری ع ۴)
(۲) یا ایہا الملأ افتونی فی امری ما کنت قاطعۃ امرا حتی تشہدون (نمل ع ۳)

مسلمانوں کی حکومت باہمی مشورہ پر ہے۔
اے سردارو میری حکومت میں تم مجھے مشورہ دو تمہاری موجودگی کے بغیر میں کسی بڑے کام کا فیصلہ نہیں کرتا۔

تعلیم و تعلّم

(۱) علم و حکمت کی باتوں کا سُننا۔ اُن پر غور کرنا۔ بہترین صورت کو اختیار کرنا

فَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (زمر ع ۲)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے اُن بندوں کو بشارت سُنا دیجیئے جو علم و حکمت کی گفتار کو سُنتے اور اُسکی بہترین صورت کو اختیار کر کے اُسکی پیروی کرتے ہیں، یہی ہیں وہ لوگ جنہیں خدا نے ہدایت بخشی اور یہی لوگ کھرے عقلمند ہیں۔

(۲) غیر اقوام سے علم اخذ کرنا

(۱) هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا (انعام ع ۱۸)

کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے، پس اُسے ہمارے لئے ظاہر کرو۔

نظام تبلیغ دین

(۱) دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران ع ۱۱)

تم میں ایک ایسا گروہ ضرور ہونا چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بُلائے، اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے، ایسے ہی لوگ کامیاب ہونگے۔

(۲) ہر ایک قوم کا شخص و اعیان دین کی جماعت میں ہو سکتا ہے

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ (توبہ ع ۱۵)

ہر ایک فرقہ قوم میں سے ایک گروہ اس غرض کیلئے کیوں نہیں کھڑا ہوتا کہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور جب فارغ التحصیل ہوں تو اپنی قوم کی ہمدردی کر کے اُنہیں خدا کی رضامندی کی باتوں سے ڈرائیں جس کا نتیجہ ہوگا کہ قوم بُری باتوں سے بچنے لگے گی۔

تہذیب اخلاق

(۱) جنس اناث کی تعریف

مَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ (زخرف ع ۲)

آرائش زیور کے اندر پلتی ہے اور لڑائی پیکار سے علیحدہ رہتی ہے۔

٢- میاں بیوی کی تعریف — هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وانتم لباس لهن (بقرہ۔ع ٢٣)

بیویاں اپنے شوہروں کے لئے اور شوہر اپنی بیویوں کے لئے لباس ہیں۔

لباس انسان کو گرمی سردی سے بچاتا۔ لباس انسان کے حسن وجمال کو ترقی دیتا لباس سے پہننے والے کی تہذیب و تمیز کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لباس لباس پہننے والے کے عیوب کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح زن و شوہر کے باہمی تعلقات ہونے چاہئیں، وہ گرم و سرد زمانہ سے ایک دوسرے کا بچاؤ ہوں، ایک دوسرے کا حسن وجمال باہمی الفت سے ترقی کرے، عورت کو دیکھ کر اس کے شوہر کی تہذیب اور شوہر کو دیکھ کر عورت کی تمیز کا اندازہ کیا جا سکے، ایک دوسرے کے رازدار ہوں۔

خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودۃ و رحمۃ (الروم۔ع ٣)

خدا نے تمہاری جنس سے تمہارے لئے بیویاں بنائی ہیں تاکہ تسکین پکڑو، اور میاں بیوی کے درمیان خدا نے محبت اور پیار ڈال دیا۔

٣- میاں بیوی کے حقوق — (١) الرجال قوامون علی النساء (نساء۔ع ٦)

مرد عورتوں پر نگران ہیں۔

(٢) ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجه (بقرہ۔ع ٢٨)

عورتوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے شوہروں کے عورتوں پر ہیں۔ اور مردوں کو ان پر درجہ ہے۔

٤- کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں۔ — وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ (بقرہ۔ع ٢٠)

مومن خدا کی محبت میں زیادہ ثابت قدم ہیں۔

٥- بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں — یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتو العلم درجات (المجادلہ۔ع ٢)

خدا تعالیٰ مومنوں کے اور ان لوگوں کے جنہیں علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے۔ درجے اور رتبے بلند فرماتا ہے۔

بر و بحر پر تسلط کرنے کی بصیرت پاکیزہ اصول پر چلنے کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے

ولقد کرمنا بنی ادم وحملنٰھم فی البر والبحر ورزقنٰھم من الطیبٰت وفضلنٰھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (بنی اسرائیل ع ۷)

ضرور ہم نے انسان کو عزت دی ہے اور خشکی و تری میں اُن کو سوار کر کے پھرایا (خشکی و تری میں سفر کرنے کے وسائل سمجھائے) اور الوان نعمت سے اُن کا رزق مقرر کیا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اُن کو شرف بخشا،

انسان کا اشرف ہونا ہی رد شرک کی دلیل ہے

قال اغیر اللہ ابغیکم الٰھا وھو فضلکم علی العالمین؛ (اعراف ع ۱۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، کہ کیا میں تمہارے لئے اور معبود ڈھونڈھ لاؤں؟ حالانکہ اُس نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت عنایت فرمائی ہے،

انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہیے

یا ویلتیٰ اعجزت ان اکون مثل ھذا الغراب فاواری سوءۃ اخی فاصبح من النادمین

اے کاش مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوّے کی طرح اپنے بھائی کی مُردہ لاش کو خاک سے چھپا دیتا، یہ سمجھ کر اُسے سخت ندامت ہوئی،

دیکھنے والے کے لئے ہر چیز میں ایک نشان ہے

وکاین من اٰیۃ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون،

زمین و آسمان میں قدرت کاملہ کی کئی نشانیاں موجود ہیں، جن سے وہ یونہی منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں،

سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات کا اضافہ ہوتا ہے

افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اٰذان یسمعون بھا

اُنہوں نے اطراف عالم میں سیاحت کیوں نہ کی جس سے ان کو دل ہائے دانا اور گوش ہائے شنوا حاصل ہوتے،

اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور؛ (الحج ع ۶)

حقیقت حال یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں پوشیدہ ہیں،

حرام چیزیں طیب نہیں طیب چیزیں حرام نہیں

یا ایھا النا

اے سب لوگو! زمین میں جو پاکیزہ حلال اشیاء

کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطن (۲-۱۶۸)

خدا نے پیدا کی ہیں، کھاؤ پیؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو،

حلال طیب چیزوں کا ترک استعمال شیطانی کام ہے

کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطن (۲-۱۶۸)

زمین کی سب پاکیزہ حلال اشیاء کھاؤ، اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو،

بصیرو ہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے

ومن کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا

جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا، تو وہ آخرت میں زیادہ اندھا اور زیادہ گمراہ ہوگا،

ایمان ہی کے ذریعے سے ہر ایک اعلیٰ منزلت پا سکتے ہیں

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (آل عمران ع ۱۴)

آپ اپنے کو ذلیل نہ سمجھو، اور رنجیدہ نہ ہو، تم ہی سب سے برتر ہوگے اگر تم ایماندار رہو،

تمدن

۱۔ چرند و پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا لوازم حیات میں ان کا بھی انہی جیسے اصول پر کاربند ہونا

(۱) وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ ثم الی ربھم یحشرون (۶-۳۸)

روئے زمین پر کوئی ایسا جاندار یا اوڑنے والا پرندہ نہیں ہے جنکی تمہاری ہی طرح قومیں اور جتھے نہ ہوں، ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کا بیان ترک نہیں کیا۔ پھر ان سب کو آخر کار اُسی کی طرف اکٹھا ہو کر جانا ہے،

۲۔ موجودات عالم انسان کے فائدے کے لئے ہیں

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (۲-۲۹)

خداوہ ذات کبریا ہے جس نے تمہارے فوائد و منافع کے لئے روئے زمین کی تمام اشیاء پیدا کی ہیں،

۳۔ لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں

(۱) کل یعمل علیٰ شاکلتہ

ہر ایک شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے،

(۲) الم تران اللّٰہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب ۔ (حج ع ۲)

کیا تم نہیں دیکھ رہے، کہ آسمان اور زمین کی سب مخلوق (مثلاً) سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت، حیوان اور انسان کا بڑا حصّہ خدا کا فرمانبردار ہے، (پھر بھی) بہت ایسے لوگ رہ جاتے ہیں جن پر عذاب کا ہونا درست ٹھہرا۔

(۳) فامامن اعطی واتقی وصدق بالحسنی ۔ فسنیسرہ للیسری وامامن بخل واستغنی وکذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری ؛

جس شخص نے (خدا کی راہ میں) کچھ دیا اور پرہیزگاری بھی کی اور خدا کے بہترین عدوں کی تصدیق کی اُس کو ہم نہایت آسانی کے ساتھ آسان طریقہ پر (دین اسلام پر جو فطرت کے راستے پر جو بمقتضائے الدین یسر نہایت آسان طریقہ ہے) چلائینگے، لیکن (بر خلاف اسکے) جس نے بخل ورزی کی اور اپنے تئیں (خدا کی طاعت سے) بے نیاز خیال کیا اور خدا کے بہترین عدوں کو جھٹلایا تو اُس کیلئے (ترک معونت و توفیق کرکے اور اپنی عنایت سے اُسکو محروم کرکے) وہی دشوار طریقہ (جو درحقیقت بسبب خلاف فطرت صحیح ہونیکے نہایت دشوار ہو، بباعث ترک کرنے لطف و عنایت کے) آسان کر دیں گے؛

۴۔ سیاست مدن کے قیام اور انتظام کے لئے مختلف طبقات کی ضرورت اور ہر ایک طبقہ کا اس مناسبت کے بقا و قیام اور دوام انتظام کے لئے ذمہ دار ہونا؛

ھو الذی جعلکم خلٰئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فی ما اتاکم ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم (انعام ع ۲۰)

خدا وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہیں روئے زمین پر (موالید ثلاثہ کے مختلف اقسام میں انواع تصرف کرنے کیلئے) اپنا خلیفہ بنایا (یعنی اپنی قدرت ظاہر کرنے کیلئے تمہیں اپنا جارحہ تصرف بنایا) اور (حسن انتظام کے لئے) تمہارے مختلف درجے یا طبقے قرار دئیے جس سے یہ غرض ہے کہ تمہیں اپنے عطا کردہ کمالات میں آزمائے (کہ تم اُن بالقوہ کمالات کو معرض ظہور میں لا کر اپنے

تئیں خلیفۃ اللہ ثابت کرتے ہو یا اپنی فطری استعداد کو مسوخ کرکے اسفل سافلین کا خطاب حاصل کرتے ہو۔ ضرور تیرا پروردگار جلدی عذاب بھی دینے والا ہے اور وہ یقیناً بخشنے والا مہربان بھی ہے۔

۵۔ مساوات حقوق کا تاکیدی حکم عدل کی تاکید	ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط و لا تخسروا المیزان۔ (الرحمن ع ۱)	اور خدا نے ایک میزان مقرر کی کہ تم اس میزان میں کسی طرح طغیانی (افراط و تفریط) نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ معیار کو درست رکھو اور میزان مقرر کردہ الٰہی میں کسی قسم کی تقصیر نہ کرو۔
۶۔ بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیرخواہ ہے	کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنکَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ (آل عمران ع ۱۲)	تم لوگ اے امت محمدیہ! باقی لوگوں کیلئے ایک بہترین قوم صفحۂ ہستی پر لائے گئے ہو۔ تم سب لوگوں کو مطابق شرع و فطرت کے حکم دیتے، برائیوں سے منع کرتے اور خدا کی ذات، صفات، پر یقین کامل رکھتے ہو۔
۷۔ اخوت کی بنیاد	انما المومنون اخوۃ (الحجرات ع ۱)	تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
۸۔ مال کی تعریف۔ دولت قیام قومی کا سبب ہے	ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما۔ (نساء ع ۱)	اور تم اپنے اموال جو اللہ نے تمہارے لئے قوام زندگی بناۓ ہیں بیوقوفوں کے ہاتھ میں مت دیا کرو۔
۹۔ فقر و تنگدستی کی برائی	الشیطان یعدکم الفقر و یأمرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا۔ واللہ واسع علیم۔ (بقرہ۔ ع ۳۷)	شیطان تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور (اس بناء پر) تمہیں بخل و امساک کا حکم دیتا ہے (برخلاف اسکے) خدا تمہیں اپنے فضل و بخشش کی امید دلاتا ہے اور خدا بہت فراخ رحمت والا (حقائق امور کو) جاننے والا ہے۔
۱۰۔ اسراف کی برائی۔ بخل کا نہ ہونا بڑی بہبودی ہے	ومن یوق شح نفسہ فاولئک ہم المفلحون (۱۹۔ ۶۴)	جن کو جبلی بخل اور لالچ سے خدا نے محفوظ رکھا ہے (آخرت میں) کامیاب ہونگے۔

۱۲۔ میانہ روی. یعنی نہ بہت بخیل، نہ مسرف نہیں ہوتے

وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا (الفرقان ع ۶)

خدائے مہربان کے خاص بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں، تو نہ تو فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ تنگ چشمی کرتے ہیں بلکہ (میانہ روی) کر کے) بیچ کا مستقیم راستہ اختیار کرتے ہیں،

۱۳۔ بحری تجارت خصوصًا نفع بخش ہے

وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ (۲-۱۶۳)

اور وہ کشتیاں اور جہاز (بھی خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں) جو لوگوں کی مفید اشیاء لئے تجارت لیکر دریا اور سمندر میں (سیر) چلی جاتی ہیں،

اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کے لئے ہیں

وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الشوریٰ ع ۴)

بہتر اور باقی رہنے والا اجر ان لوگوں کے لئے ہے (۱) جو ایمان لائے ہیں، اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں (۲) جو لوگ بڑے بڑے گناہوں بیحیائی اور فحش سے پرہیز کرتے ہیں، (۳) اور جب انہیں غصہ آتا ہے، تو درگذر کیا کرتے ہیں (۴) اور جو اپنے پروردگار کے حکموں کو قبول کر لیتے ہیں، (۵) اور جو نماز کو قائم رکھتے ہیں، (۶) اور جن کا کام باہمی مشورہ پر ہے، (۷) اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں، (۸) اور جو دوسرے کی طرف سے زیادتی (حملہ) ہونے پر (صرف) اپنا بدلہ لیتے ہیں، اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، (۹) ہاں جو دوسرے کی زیادتی معاف کرے اور اس سے نیکی کرے تو اس کا ثواب اللہ کے اوپر ہے، اللہ تو ظلم کرنیوالوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا، (۱۰) تاہم جو کوئی دوسرے سے ظلم کا بدلہ لیتا ہے اس پر کچھ الزام نہیں، (۱۱) الزام تو ان لوگوں پر ہے جو نسل انسان پر ظلم کرتے، اور ملک میں ناروا بغاوت پھیلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے، (۱۲) جو شخص دوسرے کی زیادتی پر صبر کرتا اور اُسے معاف کر دیتا ہے تو یہ بات بڑی ہمت کی ہے،

تمام شد

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

قصیده در نعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

دلم ز سینہ ربود آں جمالِ نورانی
کہ حسن او بہ تماشای اوست حیرانی

جمالِ معنی و زینِ کمال و حسنِ جلال
مطاعِ خلق و ضیای جہانِ ظلمانی

محمد اسم و حبیب الٰہ و خواجۂ کل
نویدِ رحمت و پیمانِ عفوِ یزدانی

گزید فقر کہ فرماں روای ملکِ ابد
بمشتِ خاک ندارد ہوای سلطانی

نبوت است یکے قصۂ آسمان پایہ
کہ ہم تتمۂ او آمدی و ہم بانی

عرب بچاہِ جہالت فتادہ بود بسر
بسر گرفت ز تو افسرِ ہمہ دانی

نمیرد آنکہ ز جامِ ولای تو نوشد
کجاست مائلِ ظلمات شاہِ یونانی

بہ منزلِ عام تو مہماں گشتہ صد عالم
عجب تر آنکہ بعالم نزیل و مہمانی

درِ نجات کشودی بروئے احمر و سود
گہے کہ بست بر ایشاں یہود و نصرانی

حدیثِ پاکِ تو آں جامع الکلم کازو
رسد بفوز چہ یونانی و چہ سوڈانی

جہاں شنید ز فہمِ تو آں کلامِ خدا
کہ دادہ بود بجبریل و کلیمِ عمرانی

بداں جناب کہ جبریل را نہ بود پہ
تراست فتح از شوقِ حلقہ جنبانی

دلت گواه بصدق نظارهٔ حشمت — نگاهِ پاک تو بینائے صنع رحمانی

توئی که از تو تمدن روان تازه گرفت — توئی که کنده ز عالم بنای رهبانی

توئی که نام نهی خمر را مخمر عقل — توئی که ام خبائث شراب اخوانی

توئی که صدق همه هستان پدیدی — توئی که عظمت پیشینیان درخشانی

ز تو بهرهٔ روشن تقوم مردان — ز تو معین و محکم حقوق نسوانی

فتوت تو امت را دهد فتات لقب — ز شوکت تو موالی کنند سلطانی

تو عذر خواه شوی بهر قوم از رحمن — ز سنگ چون شکنند قوم دندانی

تو قاتلان عم و دخت را نمائی عفو — بپاس خاطر ایمانی و مسلمانی

پئے هلاک جفا پیشگان رضا ندهی — که نسل شان مگر آید بدین دینانی

ز عدل و رحم تو صد بهره یافتند اعدا — بحرب ها که نمودند جمع خذلانی

دو شاهداند مرا خیبر و حنین که تو — دهی بجود هر آنچه بفتح بستانی

بزور و کوشش افواج هیچ حاجت نیست — ترا که فتح مبین شد بلاغ قرآنی

خدا یکے و پیامش بسوی خلق یکے — تو خلق را بسوئے آن پیام میخوانی

تو یاب سلم کشائی بروئے دشمن و دوست — تو دوستی بدل دشمنان بپا لانی

یتیمی تو تسلی ست مر یتامی را | که به ز مهر پدر هست عونِ ربّانی

تو عبد خوانده شدی و رموز دان دانست | که برتر است عبودیّت از سلیمانی

تو آفتابی و از حمد سر برآورده | تو ماه و بر فلک مجد نور افشانی

فزون تر از تو کسے نه حمد گفت جهان | نه برتر از تو کسے گفت حمد ربّانی

ترا محمد و احمد زمین خواند و زمان | حمید باشد و محمود ذات سُبحانی

بما رؤف و رحیمی۔ خدا رؤف و رحیم | دگر چه سود که گویم سخن بنادانی

تو رحمتی و جهان آفرینِ ما رحمان | هزار شکر رسیدم بگنج پنهانی

سخن ز واجب و ممکن نه از ادب باشد | طفیل تست همه کارگاهِ امکانی

ز استعاره و تشبیه بس بلند ستی | به بیمثالی خود هم بخویش میمانی

چه خوش نشان تو صدیق گفت گوهر سُفت | که کرد روی تو بر دعوی تو برهانی

مُبلّغانِ تو دادند این پیام بخلق | که نُصح خلق بود لازم مسلمانی

مُبشّرانِ تو دادند این نوید بما | که کار دین همه تیسیر هست و آسانی

طفیل تست که بعد از هزار قرن پدید | بجوش عالمیان شد نوید ارزانی

که دین یافت کمال و تمام شد نعمت | گُزید نوع بشر را رضائے ربّانی

صلوة بر تو خدای و فرشتگان خوانند | کجا ثنائے تو آید ز انسی و جانی
گر از تو ہست الٰہی مرا بدرگاہت | امید ہست کہ از لطف رو نگردانی
دمے کہ روح مجرد شود ز پیکر خاک | دمے کہ مرگ نماید بدرد درمانی
دران مغاک کہ تنگ ست و تار چون دل من | جمال او بنمائی چو صبح نورانی
بہار تازہ بچشم فرشتگان بخشی | مرا ز تنگی گور و سوال برہانی

سمی فارس صد قسم عطا بفرمائی
یک از ہزار بمن نیز صدق سلمانی

اخقر راجی شفاعت و غفران قاضی محمد سلیمان سلمان
ولد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم مغفور
منصور پوری
علاقہ ریاست پٹیالہ

عبد الواحد کاتب ولد مولوی عبد العزیز صاحب سکنہ قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ

فہرست کتب دفتر رحمۃ للعالمین عطر دروازہ پٹیالہ شہر

مصنفہ

قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری

رحمۃ للعالمین حصہ اول	عاـ	رحمۃ للعالمین حصہ دوم
سفرنامہ حجاز بمعہ تصویرات	عاـ	والصلوٰۃ والسلام
غایت المرام	۸ر	تائید الاسلام
معراج المومنین	۶ر	کیا اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے
مہر نبوت	۳ر	
برہان	۲ر	استقامت
ایک عرض	۱ر	انجیلوں میں خدا کا بیٹا

مصنفہ حافظ عبد الرحمٰن صاحب امرتسری

کتاب الصرف	۱۲ر	کتاب النحو
عربی بول چال حصہ اول	۱۲ر	عربی بول چال حصہ دوم
سفرنامہ بلاد اسلامیہ	۱۲/عہ	

ملنے کا پتہ

خلیفہ شیخ ہدایت اللہ منیجر دفتر رحمۃ للعالمین عطر دروازہ

تاجروں کو ایک سو روپیہ کی خریداری کا آرڈر آنے پر ۳/۱ کمیشن دیجائیگی۔